اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

اپنے پروردگار کی طرف حکمت اور پسندیدہ نصیحت کے ساتھ بلا۔

نصیحت فرزند جامع نامہ پیام

الملقب بہ

موعظہ حسنہ

سنہ ۱۹۱۹ء

یعنی

مجموعہ مکتوبات جناب شمس العلماء مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب مرحوم ایل ایل ڈی ڈی او ایل سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر
بورڈ اف رونیو حیدرآباد دکن سرکار عالی نظام

جس کو

مولوی سید محمد عبدالغفور صاحب شہباز مرحوم پروفیسر اورنگ آباد کالج و ڈائرکٹر تعلیمات
ریاست بھوپال نے حسب اجازت مولوی بشیر الدین احمد صاحب مرتب فرمایا

چوتھی بار

سنہ ۱۳۳۷ھ

تنقیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

مولوی [illegible] کی [illegible] کتابوں کی [illegible] ہے کہ ادھر نہیں ادھر چھپیں ادھر چھپیں ادھر بکیں اسی [illegible] میں [illegible] مرحوم کے پہلے اڈیشن میں کتابت کی غلطیاں خطوں کی بے ترتیبی اور [illegible] کی نقص رہ گئے اس دوسرے اڈیشن کے وقت میں نے دل میں ٹھان لیا تھا کہ [illegible] ہو تو ہو مگر جیسی کتاب کیا [illegible] کیا مضامین کے اعتبار سے عمدہ ہے اور جیسی لوگ اسکی قدر کرتے ہیں اُسی مناسبت سے ترتیب اور تکمیل اور کتابت اور تصحیح اور چھاپہ بھی عمدہ ہوں میرے نزدیک یہ دوسرا اڈیشن حجم میں ہر طرح کی بہتری [illegible] پہلے سے اگر ڈیوڑھا نہیں تو سوایا ہونے میں کچھ شک بھی نہیں ۔ پس جو لوگ پہلا اڈیشن لے چکے ہیں وہ اس کے ایسے ہی محتاج جیسے نئے خریدار اکثرہم اللہ اس میں میری منظوم تقریظ مذکور نہیں تو تقریظیں ہیں انڈکس ہے حواشی ہیں اور خود مصنف کے بہت سے خطوط ہیں جو عند التہیہ للطبع الثانی بہم پہنچائے گئے ۔ اس کتاب کے جمع کرنے سے جو غرض تھی اب اس اڈیشن سے حاصل ہوتی ہے تاماً کملاً

العبد سید محمد عبد الغفور شہباز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظات

موعظۂ حسنہ کا ریویو

جناب مولوی سید محمد خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ عظیم آباد کے قلم آزاد رقم سے

بالفعل جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب بہادر مصنف مشہور دہلی کی ایک نہایت مفید بکار آمد۔ اور عمدہ کتاب میری نظر سے گذری یہ وہ دلچسپ مجموعۂ مکتوب ہے کہ جسکو مولوی سید عبد الغفور صاحب بہادر نے اپنے خاص اہتمام سے مرتب فرما کر مطبع قومی پریس میں چھپوایا ہی اور جس کا اشتہار آج کل بعض بعض اردو اخباروں میں نظر افروز ہے جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کو اردو کی انشا پردازی کی دنیا میں ایک مصنف ہونیکی حیثیت سے ایسی غیر معمولی بجا۔ اور رشک انگیز کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ جسکی نظیران دنوں مشکل سے ملیگی اور مجھو انکا نام نامی کتاب کے مقبول خاص و عام ہونے کے لیئے کافی ضمانت ہے اس پر اس کتاب کو ایک ایسے ذہین قابل۔ اور شوخ طبع نوجوان نے مرتب کیا ہے کہ اسکی متانت رائے صفائی خیالات اور قدرۃ تحریری سے بھی بہت سے قابل لوگ اکثر مشہور مقامات اور تہذیب یافتہ حلقوں میں واقف ہیں اور اسکی شرکت ایک ایسے فرخندہ فرجام کام میں اسکی عمدگی کی عمدہ سرسری دلیل ہے گو مجھے اس غور اور توجہ سے اس کتاب کے مطالعہ کی نوبت نہیں آئی کہ جس کی یہ مستحق ہے اور نہ میری یہ غرض کہ میں اس کا کوئی جامع اور حاوی ریویو لکھوں لیکن بہرکیف جب مقدر موقع کہ مجھے اس کتاب کے دیکھنے کا ملا ہے اور اسمیں میری جو سرسری رائے کہ اس کی نسبت قائم ہوئی ہے اسکو آزادانہ قلمبند کر دینا مناسب جانتا ہوں۔

اس کتاب میں وہ نصیحت آمیز اور جواہر ریز مکتوبات ہیں کہ جو مصنف مرآۃ العروس نے اپنے
اکلوتے بیٹے کو اس کے زمان طالب العلمی میں بہ نظر اُسکی تعلیم اور تہذیب اخلاق کے لکھے ہیں اور
جنمیں حکیمانہ اصول سے اُسکے خیالات کی بلندی و پستی اور اُس کی غلطیوں کو نہایت دردمندانہ
اور پر اثر عبارۃ میں بتایا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ انکو ایسے رقعات کے لکھنے کی ضرورت تھی اور
شاید اُنسے بہتر اس کام کے لیئے بہت کم لوگ تھے۔ اولاً اس قسم کی کتاب اردو زبان
میں بہت کم بلکہ نایاب ہے۔ اور ثانیاً بعض قابل اور مشہور زبان دانوں اور تجربکار شاعروں
کے مکتوبات جو جمع کیئے گئے ہیں اُنکی بہ خیال شستگی عبارۃ و شیرینی و صفائی زبان جو کچھ مدحت
کیجائے مگر اُن کے سارے مطالب و مضامین کبھی اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی تہذیب یافتہ عقل
سے انکو دیکھ سکے یا نوجوانوں کو اُن کے پڑھنے کی اجازت دے سکے ہاں اگر اُن سے کوئی
ویسے تہذیب سوز مضامین نکال ڈالے تو البتہ اُن کے منتخب حصے عام کے لیئے مفید
اور ملک کے فن ادب کی ترقی کے لیئے معین ہو سکتے ہیں اور میرے نزدیک اس انتخاب کی بہت
اشد ضرورت ہے کیونکہ فرط عام پسندی سے لوگ بعض ایسی کتابوں کو نہایت شوق سے دیکھتے
ہیں۔ موعظہ حسنہ میں کیسے دردمندانہ۔ آزادانہ۔ اور حکیمانہ پیرایہ میں ایک نوجوان کو
مختلف امور ضروری کی تعلیم کیگئی ہے۔ اور اسکی ہمت کو کس خوبی سے ترقی کے زینہ پر چڑھایا گیا
ہے۔ اور اس کے پست حوصلے اور کام چور دل کو کس شائستہ عنوان سے کھینچ اور ملامت
کی وہی دھیمی آنچ سے بڑھایا گیا ہے ان مکتوبات میں معلومات کا ایک بڑا خزانہ اور
لڑکوں کے مرغ خیال کے لیئے بہت کچھ تازہ۔ مزہ دار۔ اور شاداب آب و دانہ ہے۔
عبارۃ کی قوۃ و لطافت۔ بندش کی چستی۔ محاورات کی خوبی۔ زبان کی پاکیزگی مضامین کی متانت
جا بجا اور ضروری ظرافت کی شوخی۔ نصائح کی دلپذیری اور تسلسل و آزادی خیالات میں یہ
مکتوبات میری رائے میں اس قسم کی کتابوں میں بے مثل ہیں۔ خداوند کریم مسلمان والدین
کو اپنے بیٹوں سے اس انداز سے نامہ و پیام کرنیکی لیاقت اور حوصلہ دے۔ بہت کم تربیت
یافتہ اور قابل لوگوں کا خیال ہندوستانیوں میں ایسے امور کی طرف متوجہ ہے۔ عمدہ کالج میں
لڑکوں کا داخل کر دینا۔ عمدہ ماسٹر یا مولوی کا گھر میں نوکر رکھ دینا اپنے لڑکوں کی تعلیم سے

لیئے اعلیٰ درجہ کا سامان سمجھتے ہیں حالانکہ ہر باپ کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ اپنی اولاد تعلیم میں اپنے قلم اور زبان اور اپنے کردار و گفتار کی نظر سے ہمیشہ دیے اپنے خیالات ناقص کی اصلاح میں ہمیشہ مشغول رہے اگر ہمارے ملک کے تربیت یافتہ لوگ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے ان مکتوبات سے ایک یادگار اور پرشفقت سبق لیں تو بجا ہے کیونکہ یہ مکتوبات انکو دکھا اور بتادینگے کہ تربیت یافتہ باپ کا فقط منی آرڈر بھیجنا یا اپنے لڑکے کو صرف زرکثیر بے امتیازی سے ولایت روانہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ باپ اپنی اولاد کی اصلاح خیالات و عقائد و خصائل کا بہت بڑا جواب وہ معلم اور اتالیق ہے اور وہ اپنی اس خدمت سے کبھی پہلوتہی نہیں کرسکتا۔ باوجود کثرۃ مشاغل اور اپنی تصانیف بلند و مشکل کے صاحب موعظہ حسنہ کو اسکی فرصت ملتی تھی کہ اپنے پیارے بیٹے کو ایسے مراسلات بھیجا کرتے کیونکہ انکو اپنی یہ جواب دہی اور اپنے کلام کی قوۃ تاثیر بخوبی معلوم تھی۔ یہ کتاب لڑکیوں اور بوڑھوں دونوں کے پڑھنے لائق ہے اور سوائے فائدے کے اس سے کسی طرح کے ضرر کا گمان نہیں ہے۔ یہ مکتوبات گو ایک خاص لڑکے کے لیئے لکھے گئے تھے۔ مگر خدا جانے کتنے ہزار نوجوان ان سے فائدہ اٹھائیں گے اور کتنوں کے یہ کام آئیں گے۔ اس قسم کی چیزوں کی ہم مسلمانوں میں بہت بڑی ضرورۃ ہے اور ضرور ہے کہ جس قابل آدمی کے مکتوبات اور سوانح عمری میسر آئیں انکو اہتمام سے جمع کرکے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے یہ وہ کتاب ہے کہ ہر سردار خاندان کا واجبی کام ہے کہ ایسے لڑکے کو جو اس کو پڑھ کر سمجھنے کی استعداد رکھتا ہے اسکی ایک جلد لیکر دے اور اسکے پڑھنے کی نسبت اسکو تاکید کرے۔ میں اُس زمانے کے دیکھنے سے بہت خوش ہوں گا جب کہ یہ کتاب مدرسوں اور اسکولوں میں نصاب میں داخل کی جائے کیونکہ اس کے پڑھنے سے طلبہ کو چند در چند نفع حاصل ہوگا ؟

مقام باقی پور۔ مہندرو

فقط ۔ تحریر ماہ اگست ۱۸۸۷ء

جناب مولوی نذیر احمد صاحب خاں بہادر کی کتاب موعظہ حسنہ کا ریویو جناب شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد کے کلک مرصع سلک سے ۔

موعظہ حسنہ

اس کتاب کو جو ابھی چھپ کر مشتہر ہوئی ہے میں نے دیکھا ہندوستان کے خاندانوں اور ان کے نوجوانوں کی سقیم حالت دیکھکر ایسی تصنیفات پھیلانا جزو مصلحت ہے اس لیئے قلم آزاد پر واجب ہوا کہ اپنا فرض ادا کرے -

یہ ایک فاضل سن رسیدہ مصنف کے خط ہیں جس نے کاروبار زمانہ کو ہر حال میں دیکھا اور سمجھ کر دیکھا - برتا اور سمجھکر برتا ان میں عبارت آرائی یا ترتیب انشا کے لیئے فرضی مطالب کو فقروں میں نہیں ڈھالا - اصلی خط ہیں کہ پیارے باپ نے پیارے فرزند کو سچی ضرورتوں اور واقعی مواقع پر بے تکلف عبارت میں کھلے دل سے تحریر کیئے ہیں جو کہ وقت بوقت اور روز بروز حالت عنفوان میں ہر شریف خاندانی کو پیش آتے ہیں - اس واسطے نوخیز جوانوں کے لیئے نسخہ ہے تقویت دماغ - پرورش عقل - اور ورزش فکر کا ہے

فاضل مصنف عالم تجربہ کار طبیب اور زمانے کا عمدہ نبض شناس ہے - دیکھتا ہوں کہ جسطرح [illegible] بچے کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتے ہیں وہ اپنے نوفہم ناز پروردہ کو ساتھ فکری میں چلنا سکھا رہا ہے اُس میں قدم قدم پر کہیں روکتا ہے مگر عقلمندی کے ساتھ کہیں بڑھاتا ہے مگر ذوق و شوق بڑھا کر کہیں ہٹاتا ہے مگر خوش نما مصلحت دکھا کر اور بچے کو نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی عامل مجھ سے میری خواہش یا حالت موجودہ کے مخالف عمل کرا رہا ہے - یہ ہدایتیں [illegible] طریق تعلیم سلسلہ تعلیم انضباط اوقات اور کہیں کہیں مسائل علمی پر بھی مشتمل ہیں اکثر اعمال [illegible] گھر والوں کیلیئے گھر کے کاروبار میں انتظام اور اصلاحیں ہیں انھیں معمولی [illegible] دلیلیں لکھکر ثابت نہیں کیا فقط طرز بیان اور انداز ادا دلوں سے تسلیم اور قبول حاصل کریگا -

نوجوان لڑکے با بصیرت طلب انسان کو راہ زندگی میں بہت نشیب و فراز پیش آتے ہیں اور سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا کرے - کہیں پھسل جاتا ہے اور کہیں ٹھوکر کھاتا ہے - یہ مجموعہ اُسے مواقع مذکورہ سے ہاتھ پکڑ کر نکال لے جائے گا - اللہ اللہ ایک دن وہ تھا کہ آزاد بہ مقتضائے سن خود ایسے رہنما کا محتاج تھا آج سب منزلیں طے ہو گئیں لیکن پھر [illegible] کا محتاج ہے

دریں تعلیم شد عمر و ہنوز ابجد ہمے خوانم
نہ دانم کے سبق آموز خواہم شد بہ دیوانش

دیگر

پڑھتا ہوں ایک مطلع و مقطع میں حسب حال
دیکھے تماشے میں نے جو ملک وجود کے

ایک دن وہ تھا کہ ٹوٹے تھے دانت دودھ کے
پھر یہ ہوا گزرنے لگی کھیل کود کے

اب حال یہ ہے عالم پیری میں اے ظفر
باقی نہیں حواس بھی گفت و شنود کے

مقام لاہور
تحریر ماہ اگست سنہ ۱۸۶۵ء

راقم
بندۂ آزاد محمد حسین

تقریظ نظم از قلم بیان رقم جامع این اوراق

ہو جو تصنیف تو ایسی ہو کہ اک دھوم ہو آج
ہر لوح پہ شہرہ کا چمکتا ہوا تاج

نہیں یہ لوح فصاحت کا ہے چینی ارژنگ
نہیں یہ لوح بلاغت کا ہے رومی دیباج

کیوں نہ ہو اس کے یہ خط ہیں جیسے فرہنگ فرنگ
کیوں نہ ہو اس کے یہ خط ہیں جیسے ہو ملک کی لاج

اس کے خط ہیں جیسے معلوم علوم اور فنون
اس کے خط ہیں جیسے محفوظ رسوم اور رواج

اس کے خط ہیں جیسے مشرق میں ہو مغرب کی سمجھ
اس کے خط ہیں جیسے دہلی میں ہو لندن کا مزاج

اس کے خط ہیں جو ہو امراض باغی کا طبیب
اس کے خط ہیں جیسے معلوم ہو خاطر کا علاج

اس کے خط ہیں جیسے ہو کشور شہرہ میں عروج
اس کے خط ہیں جیسے ہو عالم تصنیف میں راج

اس کے خط ہیں جو ہو اقلیم معانی کا امیر
اس کے خط ہیں جیسے دیتا ہو سخن باج و خراج

اس کے خط ہیں کہ ہیں سب جسکے سخن سنج خواہاں
اس کے خط ہیں کہ ہیں سب جس کے قلم کے محتاج

اس کے ہیں خط ہو زباں جس کی بلاغت معجز
اس کے ہیں خط ہو جسے عقل کی حاصل معراج

اس کے خط ہیں جیسے تالیف ہو خرما و ثواب
اس کے خط ہیں جیسے تصنیف ہو الٰہیّہ و دکاج

اس کے ہیں خط کہ جو ہو بہر ذکی دودھ میں کھانڈ
اس کے ہیں خط کہ جو ہو بہر غبی کوڑھ میں کھاج

اس کے خط ہیں ہو اثر جسکو کہ کوتر کی جگہ
وہ کبوتر ہو فصاحت جسے شہپر کی جگہ

ہیں یہ خط اس کے بھلے کو جو ہو پروردہ ناز
باپ کا لخت جگر نور نظر عمر دراز

دانش آموز تھا جب مدرسۂ دہلی میں
شفقت تھی اسے کہتی یہ خط روح نواز

جب کہ بہکاتی تھی ناتجربہ کاری اُس کو
تجربہ بڑھ کے بتاتا تھا نشیب اور فراز

ہارتی تھی کبھی ہمت جو طبیعت اُس کی
کرتی تنبیہ تھی دروازۂ ناکامی باز

کبھی انداز سے پڑتا تھا قدم گر باہر
ادب آتا تھا بتانے اُسے حُسنِ انداز

جھکتا اسفل کی طرف تھا جو کبھی مرغِ نظر
عرشِ اعلیٰ کی سجھاتا تھا خرد کا شہباز

ساحلِ علم پہ ہوتی تھی اگر تشنہ لبی
گھول کر خضر پلا جاتے تھے ایک دفتر راز

کبھی شوق اُسکا بڑھا دیتا تھا ذوقِ تصویر
کبھی ذوق اُس کو سنا دیتا تھا انشا پرداز

کبھی تھی باغِ مضامیں میں اُسے نزہتِ فارس
کبھی تھی ہیبت معانی میں اسے سیرِ حجاز

کبھی لندن میں وہ کرتا تھا خیالی گلگشت
کبھی دہلی میں وہ کرتا تھا خیالِ شیراز

کبھی آزادی سے ادیان پہ دیتا تھا وہ رائے
کبھی دین داری سے مسجد میں وہ پڑھتا تھا نماز

کبھی تدبیر میں دنیا کی وہ ہوتا مصروف
کبھی تعمیر کو عقبیٰ کی وہ کرتا آغاز

الغرض اُسمیں بدولت انھی مکتوبوں کی
آگئیں آن میں ساری صفتیں خوبوں کی

جانتے ہیں اسے جو لوگ کہ ہیں نغز شناس
نہیں مکتوب یہ ہے دفترِ تعلیم اساس

اس کی تعلیم ہے تعلیم اتالیق شفیق
اسکی تادیب ادب آموزیوں میں فرسٹ کلاس

اس کے پڑھ لینے سے جاتی ہی نہیں علم کی بھوک
اُسکے سن لینے سے بجھتی ہی نہیں علم کی پیاس

یہ بڑھائے تو ہمیشہ رہے بڑھتا ہوا دل
یہ بندھائے تو ہمیشہ رہے بندھتی ہوئی آس

یہ ہو نزدیک تو کچھ دور نہیں عمر کی قدر
پاس یہ ہو تو بس آسان ہو اوقات کا پاس

ہے کبھی اجر کی تحریص تلقینِ شکیب
کبھی تشویق زیادہ سے ہے تعلیم سپاس

اس سے عادات کی اصلاح ہے بے عد و شمار
اس سے اخلاق کی تہذیب ہے بے حد و قیاس

اس سے ناداں میں حکیموں کی ہے پیدا خو بو
اس سے انساں میں فرشتوں کی ہے ظاہر بو باس

یہ وہ ہے نخلِ عقل ریز ہے ناچیز درخت
یہ وہ آہو ہے کہ ہے مشک فشاں سوکھی گھاس

نہیں حکمت پہ یہ ہے موجب تصحیح نظر
نہیں منطق پہ یہ ہے باعثِ اصلاحِ قیاس

جب کیا ہی کبھی تلخی نصیحت نے ترشش — گھول دی ہو وہیں شوخی عبارة نے مٹھاس

اسکی جتنی ہی فضیحت وہ ہو مصری کی ڈلی — اسکی جتنی ہو نصیحت وہ ہے شربت کا گلاس

پند ہو لیکن بھرے آئیں مزہ قند کے ہیں

لطف پھر شہد میں لقمان کے ہیں

ہے یہی نامہ و پیغام نصیحت سے بھرا ہام — تحفہ ہی موعظہ حسنہ و تحسین[۱] انام

ضبط خوری سے اسی ... اصول ترغیب — شوق افزائی میں ہے ... اسی کو ابرام

کہیں بدشوقوں سے ہے ... کرتی ہے سبق — ... بانوں کے کبھی منہ میں یہ دیتی ہے لگام

سنگ بردوں سے مثالی ہے کہیں یہ لکنت — لال آپ ڈرتے کہیں ہو یہ شفا کا پیغام

کہیں کسلی ہو گڈری بن کے یہ حفظ اوقات — بن کے عینک یہ دکھاتی ہے کہیں چرخ کا بام

کہیں گفتار کی تلقین میں ہے بلبل باغ — کہیں رفتار کی تعلیم میں ہے کبک خرام

کبھی ہے مسئلہ صرف میں یہ ماینفعک[۳] — کبھی ہو مسئلہ نحو میں توضیح مرام[۴]

کبھی تو فکر میں نگہ پڑی ہیں یہ حیلہ رزق — کبھی ہو عسکر تاریخ ہیں شعار[۵] اسلام

آئے جب ذکر حد[۶] علم - سر[۷] آئزک نیوٹن — لائیں جب اگلے زمانے کے صحف ابن[۸] سلام

۱ تحسین سے اشارہ ہو حسنہ کی طرف جو موعظہ حسنہ کے نام کا جزو دوم ہو۔ چونکہ اس تحسین موعظہ کے ساتھ بے تکلف موزون نہیں ہوسکتا تھا اس لیئے یہ پیرایہ اختیار کیا گیا ۲ گویا پند کی طرف اشارہ ہو جسکا بعض مکتوب میں ذکر ہو۔

۳ ماینفعک فی الصرف زبان اردو میں فن صرف کی ایک کتاب ہو صاحب موعظہ سے تمام مسائل ضروریہ صرف عربی کو حاوی اور نہایہ عام فہم اور خوش نظم ۴ توضیح المرام مولوی علی احمد صاحب برادر صاحب موعظہ ایک کتاب ہو جسمیں تمام اُن مسائل نحو کو جو شرح ملا جامی میں نہایت مغلق اور دشوار پسند طور پر مذکور ہیں نہایت ہی سلیس و عام فہم طور پر کمال صفائی کے زبان اردو میں بیان کیا ہے

۵ جنگ اور سفر میں کسی قوم کی شناخت اور علامت وردی - پر دل - مابہ الامتیاز ۶ یہاں حد بایان و تعریف منطقی دونوں معنوں میں منطبق ہو ۷ انگلستان کے ایک مشہور متبحر حکیم کا نام ہو جس نے مرتے وقت فراوانی علم کی نسبت یوں بیان کیا کہ ہر چند میں نے عمر دراز پائی اور بہت کچھ اوقات تحصیل علم و حکمت میں گنوائی لیکن پھر بھی دریائے ناپیدا کنار علم تک نہ پہونچ سکا اور کنارے ہی پر کچھ خوش رنگ سنگریزے چنتا گیا

۸ عبداللہ بن سلام سے عبارة ہو جو مدینہ میں یہود کے بڑے عالم تھے اور مشرف باسلام ہوئے - ت - ت -

ہے بیاہوں کے لیے یہ کہیں شادی کا نباہ — بن بیاہوں کیلئے وہ کہیں شادی کا پیام
کبھی تقدیر سے دیتی ہے یہ تدبیر کو زک — کبھی تدبیر سے لیتی ہے یہ تقدیر کا کام
اس کو فرصت میں بھی ہر لحظہ خیال اشغال — اس کو محنت میں بھی ہر لحظہ لحاظ آرام
حرکت میں ہے سکوں گہ یہ سکوں میں حرکت — گہ سکوں میں ہے سکوں گہ حرکت میں برکت

مقام باقی پور - مہندرو - فکر ماہ ستمبر ۱۸۸۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ الموعظہ

جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سے میری ذاتی شناسائی مطلق نہیں مگر جس تفصیل سے میں اُن کو جانتا ہوں اُن کے دوست آشنا تو خیر اُن کے قریب کے رشتہ دار بھی اُتنا جانتے ہوں گے۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا[1] - اس کا سبب یہ ہے مجھ کو اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ[2] چھوٹے سکیل کے مولوی نذیر احمد یعنی اُن کے فرزند یگانہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب کے ساتھ اس درجہ کی مخالطت رہی ہے کہ ہم دونوں ایک روح دو قالب تھے اور اب اتفاق سے مخالطت نہیں ہے تو متصل اور متواتر مراسلت ہے ایسی کہ اَلْمَکْتُوْبُ نِصْفُ الْمُلَاقَاةِ[3] کے حساب اب بھی ہم دونوں کسی وقت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں میں نے جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے تمام مصنفات کو بالاستیعاب دیکھا ہے نہ ایک دفعہ بلکہ بار بار ہِیَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَهٗ یَتَضَوَّعُ[4] جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے مصنفات علی القاب نواب سر ولیم میور صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی مغربی جیسی قدر دان گورنمنٹ نے منظور کر کے اُن کو ہزار ہا روپئے انعام کے دیئے ہوں - جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے مصنفات اس درجہ مقبول خلائق ہوں کہ دار نہیں آنے پاتا اور ایڈیشن

---

[1] اگر حجاب اٹھا دیا جاوے جب بھی یقین میں کچھ افزایش نہ ہو یعنی یقین مرتبہ کمال کو پہنچ گیا ہے - یہ قول ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کمال عرفان [2] بیٹا اپنے باپ کا بھید ہے - یعنی مظہر صفات باطنی [3] پیمانہ [4] خط و کتابت ادھی ملاقات کے حکم میں ہے - [5] اول سے آخر تک - سراپا - سب کا سب [6] یہ تصنیفیں مشک ہیں جتنا رگڑو اس کی خوشبو ہوتی جائے -

نکلتے چلے آتے ہیں یہاں تک کہ بعض کتابوں کی قریب قریب لاکھ جلدیں چھپ چکی ہیں جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے مصنفات بھاکا مرہٹی۔ گجراتی بنگالی کشمیری اور سب سے بڑھکر انگریزی میں ترجمہ ہو گئے ہوں اور جب کہ اُن کی ایک کتاب توبۃ النصوح داخل امتحان سول[1] سروس ہو گئی ہو فخراً یعنی جب کہ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی اعلیٰ لیاقت اور ہائیر[2] کی تحریر اور راستی خیالات پر جم غفیر نے اجماع کر لیا ہو تو میں اپنی رائے کا اظہار کرنا تحصیل حاصل بلکہ ایک طرح کی شوخی سمجھتا ہوں۔ ممالک شمالی مغربی پنجاب۔ بہار بنگالہ تو ایک اعتبار سے زبان اردو کا وطن ہے۔ ان ملکوں میں جناب مولوی نذیر احمد خانصاحب کے مصنفات کی جتنی قدر ہو تھوڑی حیدرآباد دکن میں۔ جہاں فارسی دفتر تھا جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی تحریرات کا وہ زور و شور رہا کہ اُن کے روزنامچے اور روبکار اور کیفیتیں اور رپورٹیں اور فیصلے اور تجویزیں مجامع میں اس طرح پڑھی جاتی تھیں جیسے مشاعروں میں غزل۔ سارے دکن میں ایک نواب سر سالار جنگ بہادر مرحوم خود مردمی مجسم اور مردم شناس تھے۔ اُن کا یہ حال تھا کہ جناب مولوی مہدی علی صاحب کے نام جو خطوط جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے جاتے بالالتزام اُن کو بار بار مزے لے لے کر پڑھتے اور حسن تحریر کی داد دیتے جب حضور نظام کی مسند نشینی کو ڈیڑھ یا دو برس باقی رہے تو گورنمنٹ[3] آف انڈیا نے چاہا کہ رئیس کو انتظام ملک سے آشنا کیا جائے وزیر اور رزیڈنٹ نے مل کر یہ تجویز کی کہ انتظام مملکت پر کچھ رسالے لکھوا کر حضور کو ملاحظہ کرائے جائیں جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے سوائے ایسے رسائے اور کون لکھتا۔ کما بیش دس رسالے جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب نے لکھے ایک دن کا مذکور ہے کہ نواب سر سالار جنگ بہادر میز پر تھے اور آنریبل[4] مسٹر سید محمود اور چند اکابر اور بھی شریک تھے کہ ایک رسالہ پہنچا۔ نواب سر سالار جنگ بہادر سے صبر نہ ہو سکا اور عین تناول طعام میں رسالے کو دیکھنا شروع کیا اور حاضرین کو سنانا

---

[1] ولایت کا ایک امتحان جس سے گورنمنٹ ہند کی تمام اعلیٰ خدمات استحقاق حاصل ہوتا ہے [2] اور یہ نائس کو کافی ہے [3] حضور نواب گورنر جنرل بہادر ہند بہ اجلاس کونسل [4] خطاب عزت جو ہائی کورٹ کے ججوں اور کونسل کے ممبروں کو حاصل رہتا ہے۔

اور آخر کار یہ فرمایا کہ مجھ کو ساری عمر میں اگر رشک ہوا ہے تو مولوی نذیر احمد کے دماغ پر۔ پس نذیر احمد خاں صاحب کے سارٹیفکٹوں کا پشتارہ جس میں کئی لفٹنٹ گورنروں کی چھٹیاں بھی ہیں ایک طرف اور ہند کے بسمارک[1] نواب سرسالار جنگ بہادر کا اتنا فرمانا ایک طرف نیز نواب سرسالار جنگ بہادر کو تو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کے دماغ پر رشک تھا مجھ کو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی تحریرات سے عشق ہے۔ جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کی کتابیں ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی۔ یہودی پارسی۔ ہر قوم اور ملت کے لوگوں نے پڑھی ہوں گی مگر یہ میرا ہی حصہ تھا کہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب اپنے والد کے خطوط مجھ کو دکھایا کرتے اور میں اُن کو نقل کر لیتا خطوط میں اکثر خانگی حالات تھے اور بہت میں مباحث علمی جو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب سبقاً سبقاً لکھ لکھ کر بھیجتے تھے۔ حذف و اسقاط ضروری کے بعد جو کچھ بچا وہ یہ کتاب ہے جو پیش کش ناظرین کیجاتی ہے اس کے چھپوانے سے لوگوں کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ ایک لائق باپ اپنے اکلوتے بیٹے کو کس طرح پر تعلیم و تربیت کرتا ہے۔ شغف[2] تو اس درجہ کا ہے کہ سوتے جاگتے سفر میں حضر میں[3]۔ فرصت میں اشتغال میں ہر حال میں بیٹے کا تصور نصب العین[4] ہے گویا دنیا عبارۃ ہے اسی ایک وجود سے مگر تعلیم میں بھی اس بلا کا اہتمام ہے کہ علم ایک لقمہ ہو تو کھلا دیں یا تعویذ ہو تو گھول پلا دیں۔ میں ناظرین کتاب کو جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب کا نمونہ دکھلا کر اوّلاً نفس تعلیم اور ثانیاً اُس خاص طرح کی تعلیم کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جس کا زمانہ حال مقتضی ہے۔ مقصد اصلی تو یہ ہے اور اگر کوئی طرز تحریر اور طریقہ ادائے مطلب سے استفادہ کرے تو رد کھن[5] ہے ؎

نمبر ۳۱ تالتلا بازار اسٹریٹ۔ کلکتہ
تاریخ غرۃ جنوری ۱۸۸۸ء روز شنبہ

محمد عبد الغفور شہباز بہاری

---

[1] اسنا دسے وزیر جرمنی جسکا تدبیر سیاست میں تمام یورپ لوہا مانتا ہے [2] شیفتگی [3] ضد سفر یعنی حالت اقامت [4] مدنظر آنکھوں کے سامنے [5] سودے والوں کا دستور ہوتا ہے کہ خریدار کے خوش کرنے کے لیے تھوڑا سودا اوپر سے مفت دے دیا کرتے ہیں اُس کو رد کھن کہتے ہیں۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

خط ۱

نور چشم ماند عمرہ[1] و آتا واللہ نصیبا وافرا و حظا متکاثرا من العلوم الجدیدۃ[2] المفیدہ ۔

خدا کا شکر ہے کہ میں بدھ کے دن ۵ ۔جنوری کو مغرب سے پہلے اپنے مقام پر پہونچ گیا جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ تم وہیں رہ گئے تو عملے اور نوکر اور پیادے اور مذکوری سب کے سب افسردہ خاطر ہوئے تم سے لوگ بہت مانوس تھے اور تمہارے ساتھ نہ رہنے سے لشکر[3] سونا سونا معلوم ہوتا ہے ۔ جب غیروں کا یہ حال ہو تو میرے دل کی کیفیت کا خدا کو علم ہے ۔ میں نے ہنایۃ مجبور ہو کر تمکو جدا کیا ہے ۔ اسواسطے کہ وقت[4] نکلا جاتا تھا اور تمہاری انگریزی بدون مدرسے کے درست نہیں ہو سکتی تھی ۔ خداوند کریم تمہارا حافظ اور نگہبان ہے ۔

بشیر ۔ خدا کے لیئے اب پورا پورا شوق کرو ۔ دو تین برس کی محنت ہے بڑا مرحلہ انٹرنس[5] کا ہے اگر تم اسمیں کامیاب ہوئے تو یہ کامیابی اگلے امتحانوں میں تمہاری مددگار ہوگی ۔

---

[1] اس کی عمر دراز ہو اور خدا اس کو مفید نئے علوم سے ایک بہت بڑا حصہ عنایۃ فرمائے ضمیر غائب سے مخاطب مراد ۔

[2] علوم جدیدہ سے ریاضی کے تمام شعبے ہندسہ جرثقیل انجینرنگ اور علم کیمیا اور علم فلاحۃ اور علم طبیعات اور طبقات الارض علم مناظرہ اور علم اللغات اور علم مقناطیس اور علم قوۃ برقی وغیرہا مراد ہیں جو یورپ میں پورے طور پر پڑھائے جاتے ہیں اور یورپ کی تمام ترقی اور تہذیب اور خوش حالی اور ہنرمندی اور صناعی اور ایجاد حتی السلطنتہ ان ہی علوم کی وجہ سے ان کو جدید اس سے کہا جاتا ہے کہ بعض شعبے ڈیڑھ دو سو برس کے اندر اندر ابتدا اہل یورپ نے دریافت کیے یا دریافت نہیں ہوئے تو ان میں اسقدر ترقی کی اور وہ ہے ہیں کہ گویا علوم جدید ہیں ۔ خط ۹ ۵ میں بھی علوم جدیدہ سے بحث کیگئی ہے جن کو خدا نے معاش کی سلیم دی ہے وہ علوم جدیدہ کے ایسے قدرشناس ہیں کہ مولوی نذیر احمد صاحب اپنے اکلوتے بیٹے کیلئے خدا سے ان کے حصول کی دعا کرتے ہیں میں کہتا ہوں آمین اور خدا دوسرے مسلمان کو بھی ایسی توفیق دے تاکہ مسلمانوں سے نکبۃ افلاس[6] رہے ۔ مولوی نذیر احمد خاں ہمیشہ بیٹے کو ساتھ رکھتے تھے اور خود پڑھاتے تھے اب بڑے دن کی چھٹی میں دورے پر سے بیٹے کو یجا کر دہلی کے مدرسے میں داخل کرا آئے۔

[3] جو لوگ حاکم کے ساتھ دورے میں ہوں جیسے نوکر چاکر حشم خدم اہل مقدمات سب کے مجموعہ کو لشکر سے تعبیر کیا جاتا ہے

[4] تحصیل علم کا وقت بڑی بھاری منزل ہے

[5] انٹرنس یعنی داخلے کا امتحان جسکے یہ معنی ہیں کہ آدمی یہ امتحان دینے سے زمرۂ طلبگاران علم میں داخل ہوتا ہے نہ گروہ علماء میں

[6] افلاس یعنی

علوم تو سب طرح کے ہیں اور طالب علم کو لازم ہے کہ سب کی طرف برابر توجہ کرے لیکن سب پر مقدم ادب[۱] ہے جس کو انگریزی میں لٹریچر کہتے ہیں یعنی زبان دانی۔ کمال زبان دانی یہ ہے۔ کہ تم کو اہل زبان کی سی قدرۃ حاصل ہو۔ اُس کی تدبیر یہ ہے کہ زبان دانوں کی عبارتیں یاد ہوں جس طرح کے خیال اور مضمون کو جس پیرائے میں اہل زبان نے ادا کیا ہے اُس کی تقلید[۲] اور اس کی نقل کرنی چاہیئے غرض زبان دانی کے لیئے یادداشت شرط ہے۔ محاورات اور امثال[۳] و حکایات اور لغت اور صلوں کا استعمال جن کو تم پریپوزیشن[۴] کہتے ہو سب پیش نظر رہیں جس تحقیق سے تم مجھ سے عربی پڑھتے تھے کہ ہر ہر لفظ کا مادہ اور ماخذ[۵] اور صیغہ[۶] اور ترکیب[۷] کوئی بات چھوٹنے نہیں پاتی تھی یہی تحقیق فارسی اور انگریزی کل زبانوں میں ہے جب کسی کتاب کا سبق لیکر بیٹھو خود لفظ لفظ پر نظر کرتے جاؤ جب اس انضباط سے دو چار کتابیں نکلیں اچھی خاصی استعداد ہو جائے گی زمان طالب العلمی میں ادب عربی کے متعلق مجھ کو دیوان متنبی سبعہ معلقہ تاریخ یمینی کے اکثر حصے اور مقامات حریری کے متعدد مقامے اور دیوان حماسہ کے بیشتر مقامات اور قرآن کی بہت سورتیں یاد تھیں خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان اہل زبان کی بولی سند ہے جس کو جتنا یاد اسی قدر علم ادب میں اُس کی استعداد سوائے زبان دانی دوسرا کوئی علم نہیں جس میں آدمی ساری عمر مشغول رہے اسی سبب سے ادب کی بڑی قدر ہے۔ اگر ادب اچھا ہے۔ تو ممتحن دوسرے علوم کی خامی سے بھی درگزر کرتے ہیں پچھلے سال ہائی کورٹ[۸] کے امتحان میں ایک بنگالی اول رہا اگرچہ اس کے قانونی جواب سنا ہے کہ بہت عمدہ نہ تھے مگر وہ تقریراً تحریراً انگریزی کا بڑا ادیب تھا ؎

زبان دانی کی استعداد بے شک کتابوں کے ذریعے سے حاصل ہوتی مگر اہل زبان سے گفت و گو کرنا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ اسی واسطے میں نے تمکو مدرسے میں چھوڑا ہے۔ جہاں تک ہو سکے بری بھلی غلط صحیح ۔ ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولنی چاہیئے۔ تمہاری جماعۃ

---

[۱] ادب کی وجہ تسمیہ یہ کہ اداب مجلس میں ادب اعظم گویائی ہے [۲] پے روی [۳] کہاوتیں [۴] حروف روابط [۵] جہاں سے کوئی لفظ نکلا ہو جیسے مصدر [۶] یہ صرف [۷] یہ نحو سے متعلق [۸] عدالۃ عالیہ جن سے اونچی ہندوستان میں کوئی عدالۃ نہیں ۔

ہیں شاید اکثر کو انگریزی بولنے کی مہارت نہ ہو تو تم اونچی کلاس کے لڑکوں سے تعارف پیدا
کرو اور ہر روز تین چار گھنٹے انگریزی میں بات چیت کرو تاکہ جھجک اور رکاوٹ دور ہو تمہارے
ماسٹر ہندوستانی یا انگریز جو ہوں اُن سے اردو میں ایک لفظ مت کہو۔ لیمن[3] صاحب کی میم
سے تجدید تعارف کرلو غرض جو ذریعہ انگریزی گفت وگو کا ہو حاصل کر۔ انگریزی بول چال کے
اعتبار[4] اول یوروپین[5] لیڈی پھر یوروپین[6] جنٹلمین۔ پھر یوریشین[7] لیڈی۔ پھر یوریشین[8] جنٹلمین۔ پھر سب سے[9]
آخر میں آخور کی بھرتی ایرے[10] غیرے پنچ کلیان[11] بنگالی بابو اور تمام انگریزی دان نیٹو[12]۔ بشیر انگریزی
گفت گو کی ضرورت اس درجہ کی ہو کہ میں اُس کے ظاہر کرنے کے لیے الفاظ نہیں پاتا تم سمجھو
کہ تمہارے کالج[13] میں داخل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہے اور بس۔ اگر تم کو انگریزی میں گفت وگو
اور اُس کا بے تکلف لکھنا آجائے تو تم گھر بیٹھ کر ایم۔ اے تک کا امتحان دے سکتے ہو۔

انگریزی مسودہ ہر روز لکھنا چاہیئے مجھ کو ہمیشہ انگریزی میں خط لکھو اور چونکہ راز کی بات نہیں
ہوتی کسی ماسٹر یا کسی اونچی کلاس کے لڑکے یا کسی متعارف سے اُس کو درست کرا لیا کرو ایک
کتاب انگریزی کمپوزیشن[14] کی بنا لو جس میں اپنا کمپوزیشن تاریخ وار لکھ کر اُسمیں سرخی سے اصلاح
لے لیا کرو اور اصلاح کو بہ نظر غور دیکھ کر یاد رکھو کہ پھر ویسی غلطی نہ ہو۔

---

[1] جامع [2] اُستاد [3] لیمن صاحب ۱۸۵۷ء کے غدر میں علاقہ پرمٹ کے عہدہ دار تھے غالباً اسسٹنٹ سرول ان کی میم غدر
سے چند روز پہلے اپنے عزیزوں سے ملنے دہلی آئیں اور گھر گئیں مولوی نذیر احمد صاحب اور ان کے سسرال کے لوگوں نے ان میم صاحب
کو بے سابقہ معرفت اپنے گھر میں پناہ دی اور عین شورش غدر میں انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا سرکار نے اس خیرخواہی کی بڑی تحسین و
قدردانی کی تو مولوی نذیر احمد صاحب بیٹے کو لکھتے ہیں کہ ان میم صاحب کے ساتھ تمہاری اگلی جان پہچان ہے اب اس کو تازہ کرلو تاکہ تم کو انگریزی
بولنے کا موقع ملے مسٹر لیمن انکی میم دونوں میاں بی بی ہنوز زندہ ہیں [4] ولایتی زا میم [5] ولایتی زا صاحب [6]
[7] ہندوستان زا میم [8] ہندوستان زا صاحب [9] مال روی [10] انکے ڈھنگ جیسے زبان
فارسی میں فلاں بہمان [11] اصل میں وہ گھوڑا جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور ماتھا سفید ہو [illegible] جس کو عربی میں اغر
محجل کہتے ہیں یہاں مراد ہر قسم کے لوگ جن میں کسی طرح کی تحقیق نہیں جیسے پنج کلیاں گھوڑے میں سفیدی کے لیئے
کسی عضو کی تخصیص نہیں کہ ہاتھ ماتھا سبھی جگہ سفیدی موجود ہے [12] ہندوستانی دیسی [13] اعلیٰ درجے کا مدرسہ جسمیں
ایم۔ اے۔ بی۔ اے کے درجوں تک پڑھائی ہوتی ہے۔ [14] تسوید مسودہ عبارت نویسی۔

میں نے سنا ہے کہ جو تمہارے مدرسے میں . . . ماسٹر ہیں اور انگریزی کے بڑے ادیب[1]
ہیں۔ اُن سے تعارف پیدا کرو۔ ادب[2] اور انکسار کافی ذریعہ لوگوں سے تعارف پیدا کرنیکا ہے۔
اگرچہ تم ابھی اجنبی ہو لیکن جب لوگ دیکھیں گے کہ تم پڑھنے کا شوق رکھتے ہو امتحان تمہارے اچھے
ہوتے ہیں اور اُستادوں کا ادب تمکو ملحوظ رہتا ہے کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں اور نالائق
لڑکوں سے الگ تھلگ رہتے ہو تو ماسٹر لوگ خود بخود تم پر مہربانی کرنے لگیں گے۔
تم کو شروع سے آخیر تک کوئی سکنڈ لینگوئج اختیار کرنی پڑیگی یعنی انگریزی کے علاوہ
دوسری زبان عربی یا سنسکرت یا فارسی سو فارسی کلاسکل[3] نہیں ہے۔ چاروناچار عربی لینی ہوگی اور
اور تمکو عربی میں اتنا درک ہے اگر تھوڑی سی توجہ جاری رکھو تو کافی ہے ورنہ چند روز میں جو کچھ پڑھا ہے۔
سب جاتا رہیگا۔ عربی ہمارا شعار قومی ہے میرے نزدیک ہر مسلمان پر عربی سیکھنا فرض ہے اگر تمہاری
کلاس میں فارسی کورس[4] ہے وہ بھی کام کی چیز ہے کیونکہ تم فارسی مطلق نہیں جانتے اُس کو بھی پڑھو
لیکن عربی سے غفلت مت کرو بڑی عمدہ چیز ہے اور اُس کا پڑھنا بہت ہی نافع ہے فارسی کورس کو
بھی بہ نظر تحقیق پڑھنا چاہیئے ہر ہر لفظ میں بال کی کھال نکال لیا کرو۔ مادہ اور صیغہ اور ترکیب
اور معنی اور مطلب۔

---

[1] یہاں ادیب سے اپنے سے بڑے کی تعظیم مراد ہے [2] اعلیٰ درجہ کی زبان [3] شعار اصل میں وہ کپڑا جو بدن سے لگا لپٹا رہتا ہے مراد وہ
چیز جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہو جیسے لباس انگریزی انگریزوں کے ساتھ یا لال پھندنے دار ٹوپی ترکوں کے
ساتھ [4] نصاب [5] مولوی نذیر احمد صاحب نے بیٹے کو ابتدا سے عربی شروع کرا دی تھی۔ پس اس سے ایک بڑی عام
غلطی کی اصلاح ہوتی ہے کہ لوگ ابتدا کی پہلے فارسی پڑھاتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ بدون فارسی کے عربی نہیں آسکتی
ہمارے ملک میں پہلے فارسی سیکھنا صرف اس سبب سے رہا ہے کہ صرف و نحو عربی کی ابتدائی کتابیں زبان فارسی میں
ہیں مولوی نذیر احمد صاحب نے صرف و نحو عربی کو اردو کیا اور بیٹے کو اردو پڑھا کر ایک دم سے عربی پر لگا دیا اگر
عموماً مسلمان تعلیم کا یہ طریقہ اختیار کریں تو نہایت مفید ہو کیونکہ فارسی زبان کا سیکھنا اب چنداں ضروری نہیں رہا اور
عربی کلاسکل ہونے کے علاوہ مذہبًا مسلمانوں کو سیکھنی ضرور ہے پس فارسی دانی کے انتظار میں بچوں کو عربی سے محروم
رکھنا کچھ درست نہیں۔

روز کا کام روز کرنا ضرور ہے۔ جو سبق پڑھا اچھی طرح اُس کو سمجھ کر قابو میں کرلیا۔ غافل لڑکے سبق جمع کرتے جاتے ہیں اور امتحان کے زمانے میں انبار مصیبتہ ہو جاتا ہے ایک نقشہ اس طرح کا بنالو اور اس کو خوش خط لکھکر اپنی میز کے سامنے لگا دو اس سے تمکو معلوم رہیگا کہ کس وقت کیا کرنا ہے۔

دن کا کام	پہلا گھنٹہ	دوسرا گھنٹہ	تیسرا گھنٹہ
شنبہ	عربی	اوقلیدس	فارسی
یکشنبہ	جبر و مقابلہ	حساب	ادب انگریزی

مدرسے کے خالی گھنٹے اور فرصتہ کے اوقات انگریزی گفت و گو میں صرف کرو۔ تفریح کی تفریح اور فائدے کا فائدہ اسی طرح اپنے باہر کے اوقات منضبط کرلو کہ فلاں وقت یہ کام کرینگے اور جب اپنے کل اوقات منضبط کرچکو مجھ کو بھی اطلاع دو اس انتظام میں اس کا بڑا خیال رکھو طبیعتہ پر اتنا بوجھ نہ پڑنے پائے کہ گھبرا جائے جب خوش دلی ہے سب کام اچھا ہوتا ہے بے دلی پیدا ہوئی اور کام بگڑا۔

. . . کے ذریعے سے . . . ملو۔ یہ . . . کے ہیں اور ایف۔ اے کا امتحان دے چکے ہیں اُن سے ملنا تمکو ضرور فائدہ دے گا۔ اسی طرح تعارف بڑھاتے جاؤ لیکن عمدہ لوگوں سے ایک بد وضعی تمام لیاقتہ اور تمام آب رد کو ضائع کرتی ہے۔ عادہ کا اختیار کرنا آسان ہے مگر اختیار کرنے کے بعد چھوڑنا مشکل بلکہ محال ہو جاتا ہے۔

اپنی حالہ ظاہری کو اپنی وقعتہ کے مطابق رکھو میرا روپیہ جہانتک تمہاری آسائش جائز میں صرف ہو ان شاء اللہ مجھ کو دریغ نہیں اگر تم کو نام و نمود کا آدمی کرے تو میرا روپیہ اچھے نیک[1] لگا مجھ کو ایسے خرچ[2] میں ہمیشہ خوشی ہے تم اپنی والدہ سے بے تکلف خرچ لو اُن کے پاس نہو تو مجھ سے مانگنے میں بھی تامل مت کرو۔

[1] یعنی اچھے کام میں خرچ ہوا۔

[2] گو حقیقہ میں یہ لفظ جیم عربی سے ہے مقابل دخل لیکن فارسی اور اردو کے روز مرے میں جیم فارسی سے مروج ہے یہی زیادہ فصیح ہے۔

تمہاری سب چیزیں ایک جا کر کے پرسوں یا اترسوں ان شاء اللہ بکس بھیجوں گا اور کوشش کروں گا کہ تمکو اسباب جلد ملے۔ بشیر۔ کتابیں تمہارے پاس بہت ہیں مگر سب رکھنے کو ہیں اگر ان کتابوں پر نظر محققانہ ہو تو آدمی عالم ہو جائے اب اللہ توجہ کرو اور مجھ کو ناامیدی کی مصیبت میں مت ڈالو۔ اوقلیدس کے دعوے یاد کر چلو رفتہ رفتہ خیال پر چڑھ جائیگا کہ فلاں مقالے کی فلاں شکل کا کیا دعوے ہے۔ دوسرا مقالہ اگر تم چھوڑ دوگے بھول جاوے گا۔ اور اب اوقلیدس کو بمدد کتاب سمجھنا چاہیے جب دو مقالے اس طور پر سمجھ لوگے اتنی استعداد ہو جائیگی کہ باقی کتاب خود نکال لوگے اوقلیدس کے نئے دعوے بہت ضرور رہیں ہمیشہ امتحان میں کوئی نہ کوئی نیا دعوی ضرور ہوتا ہے۔

اس کو پیش نظر رکھو کہ تم کو اسی سال دوسری کلاس میں ترقی کر کے جانا ہے۔ اور امتحان سالانہ وہیں دینا ہے پس وہاں کا کورس ابھی سے رفتہ رفتہ اپنے بس میں لانا چاہیے تم مجھ سے دفتاً فوقتاً ہر بات اور ہر مسئلہ پوچھتے رہو۔ جہاں تک ممکن ہوگا میں یہیں سے تمکو سمجھا دونگا۔

بشیر۔ اگر تم علی گڈھ جاتے تو تم کو شاید بڑی وحشت ہوتی لیکن اگر معلوم ہو کہ تم دہلی میں فائدہ علمی حاصل نہیں کر سکتے تو پھر دیکھا جائیگا اب تمکو اپنا انتظام خود کرنا پڑیگا اس کو سمجھ لو کہ لوگوں پر ہمارے حقوق کچھ نہیں اور ایسے نفوس قدسی جو دوسروں کو بے وجہ منفعت پہنچائیں کم ہیں پس اگر کوئی بے اعتنائی کرے تو افسردہ خاطر نہ ہونا چاہیے خوشآمد اور ملنساری سے اپنا کام نکالنا ہوگا تمہارے پاس گرامر ہے اس کو یاد کر چلو غرض وقت سے جہانتک ممکن ہے۔ فائدہ اٹھاؤ اپنے حالات جزو کل سے ہمیشہ مطلع رکھو والدعا ۵ جنوری ۱۸۷۷ء مقام تحصیل نگرا۔

لے ضلع غازی پور میں ریل کا مشہور اسٹیشن ہے گھوڑوں کی خرید فروخت کا بڑا بھاری میلہ لگتا ہے ؎ مولوی بشیر الدین احمد کے پاس اپنے والد کے بہت خطوط ہیں جن میں علمی مباحث ہیں یہ تمام خطوط بڑی قدر کی چیز ہیں مگر چونکہ ہر شخص ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا میں نے ایسے خطوط سب نکال ڈالے صرف نمونہ کے طور پر آسان آسان خط رہنے دیئے ؎ قواعد زبان یعنی صرف ونحو۔

خط ۲

جس وقت سے میں آیا تھا تمہارا اسباب جمع کرنے کی فکر میں تھا چنانچہ اس وقت اسباب صندوق میں بند کر کے اوپر سے ٹاٹ مڑھکر بکسر روانہ کرتا ہوں وہاں سے ریل پر روانہ ہو جائیگا۔ اس ایک صندوق میں اتنی کتابیں ہیں کہ اگر آدمی نظر تحقیق سے ان پر عبور حاصل کرلے تو عالم ہو جائے مگر رکھ چھوڑے کو تو کتاب اور پتھر برابر ہے۔ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا
ع چارپائے بروکتابے چند۔

مقدم جماعۃ کی پڑھائی ہے اُس کے یاد کرنے سے جو وقت بچے اُس میں دوسرا کام کرنا چاہیئے اسقدر بوجھ اپنے اوپر مت بڑھاؤ کہ جماعۃ میں پرے رہو کیوں کہ ہم سبقوں میں پیچھے رہنا بڑی بے غیرتی کی بات ہے بڑا انتظام اس کا ہے کہ کسیطرح انگریزی بول چال اور عبارۃ انگریزی کے لکھنے میں یعنی انگریزی کمپوزیشن میں ترقی ہو سوا امید ہے کہ اس کے لیئے تم نے تدبیر مناسب کرلی ہوگی اگر وقت کو انتظام سے صرف کرو اور معمول باندھکر ہر کام وقت پر کرتے رہو تو بافراغۃ جماعۃ کی پڑھائی بھی بخوبی یاد کرلوگے اور پھر بھی اتنا وقت بچے گا کہ اُس میں انگریزی کو بڑھاؤ۔ عربی پڑھو اور اونچی کلاس میں جانے کا حوصلہ کرو تبریزی کی شرح یعنی کلّی میرے نزدیک فائدہ مند چیز ہے۔ خرید کر لینا بشرطے کہ ہر سبق کی شرح دیکھو اور سمجھو میں تمکو عام اجازت دیتا ہوں کہ تحصیل علم و استعداد کے لیئے صرف زر میں مطلق تامل مت کرو میں اُس خرچ کو خوشی سے ادا کروں گا صفائی سے رہو مگر زینۃ جو تمہید بدوضعی و آوارگی ہے جبردار مت اختیار کرو شاید تمکو جنے کی ضرورۃ پڑے اس واسطے کہ کالج کی

ا ہ لفظی معنی اتنا مراد یہ ہے کہ نظر تحقیق سے دیکھے ۲ ہ جیسے گدھے کا حال جس پر کتابیں لدی ہوں ۳ ہ تبریزی صاحب کا مجموعہ منتخبات ۴ ہ کی کے نحوی معنی ہیں کنجی۔ مجازاً شرح معلقات کو کہتے ہیں ۵ ہ مولوی نذیر احمد صاحب نے بیٹے کو بہ بڑی عمدہ نصیحۃ کی ہے اور جو لوگ تربیۃ اولاد کے ذمہ دار ہیں اُن کو اس پر خاص توجہ کرنی چاہیئے مولوی نذیر احمد صاحب زینۃ کو تمہید بدوضعی و آوارگی ٹھیراتے ہیں اور یہ بالکل صحیح ہے جس لڑکے کو بنانے سنوارنے کا شوق ہو اس کے حالات کے تفتیش کرنے کی ضرورۃ نہیں مطلق زینۃ اُسکی بدوضعی کا ثبوت کافی ہے۔ وضعدار شریف لڑکوں کو بال نہیں رکھنے دیتے اور اُن کے لباس میں بھی اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ خود بینی کا محرک نہ ہو۔

وردی کم، عمامہ چغہ پر تو جاڑے اور گرمی کے بنوا لینا مگر ڈھیلے عربی جبے میں پہنتا ہوں اس گئی
گزرے وقت میں بھی دہلی میں سب کچھ ہے۔ خدا شوق اور طلب صادق دے یہ ایک مشہور
بات ہے کہ آدمی جس شہر میں رہے وہاں کے طبیب اور کوتوال سے دوستی پیدا کرے۔ تم بھی
اس بات کا خیال رکھو ۹ جنوری ۱۸۶۷ء مطابق عید الضحی مقام تحصیل سکندر پور۔

خط ۳۴

نور چشما مد عمرہ[1] و رزقہ اللہ شوقاً کاملاً لتحصیل العلوم

خدا کا شکر ہے میں اچھا ہوں۔ وہی وحشت تنہائی وہی دل پر واشتگی۔ تمہاری چٹھی رنڈ صاحب
پاس پہنچی میں نے دیکھی نہیں مگر صاحب سے سنی صاحب نے پھر میری بدلی کی رپورٹ کی ہے۔
مجھ سے پوچھا تھا کہ تجھ کو کیا منظور ہے میں نے جواب دیا بندوبست سے ملول[2] اضلاع
شرقی سے متنفر۔ خزانے سے ہار[3] صاحب نے دو برس کی رخصت لی اُن کی بہن
مارچ میں جائینگی اور وہ خود جولائی یا اگست میں۔ غالب ہے کہ اس سے پہلے میری بدلی
ہو جائیگی جہاں کہیں فی علم اللہ[4] میرے حق میں اصلح[5] ہو خداوند تعالیٰ اُس کے اسباب مہیا
کرے میں نے علیگڈھ کا تذکرہ کیا ہے۔ زاں بعد آگرہ کا بدلی کی وجہ سے صاحب نے
مجھ سے کہا کہ رخصت کا لینا ملتوی رکھو اگر علیگڈھ مثلاً جانا ہو تو رخصت کی خواہش عبث ہے۔
تم نے صرف نحو فارسی میں پڑھا کہ زبان فارسی میں فرق نہیں تو گذارش نہیں گذارش چاہیئے نئی
مناجات تو ادھر کوئی کہی نہیں وہی ایک پرانی مناجات ہے جس کی نقل تمہارے پاس بھی
ہے اُسی کو پورا کر دیا ہے اور وہ اب یوں ہے۔

اشعار مناجات

یہ تمنا ہے رب اکرم سے
غسل میت ہو میرا زمزم سے

---

[1] اس کی عمر دراز ہو اور خدا اس کو تحصیل علم کے لئے پورا شوق روزی کرے ضمیر غائب مراد مخاطب
[2] اکتایا ہوا [3] گریزاں [4] بہ دانست خدا [5] زیادہ مصلحت مفید تر [6] مکہ معظمہ کا مشہور کنواں جس کا
پانی حاجی لوگ بطور تبرک زنزمیوں میں بھر کر لاتے ہیں۔

بھی ٹھنڈک ہو میرے سینے میں
خاک ہو جاؤں میں مدینے میں

جا کے ہم سایۂ رسول خدائے
زندگی ہو میری جو موت آجائے

اور کچھ چارہ گناہ نہیں
آپ کے در سوا پناہ نہیں

آپ سے گر نہ التجا لاؤں
پھر کدھر جاؤں اور کہاں جاؤں

یہی ماوی ہے اور یہی مامن
میرے دو ہاتھ آپ کا دامن

کون پرساں ہے مجھ سے ناکس کا
کس کو طوفاں میں پاس ہے خس کا

اور جس بھی خسیس ناقابل
بے ہنر ہیچ کارہ لا طائل

عار آبائے اویس ہوں میں
داغ پیشانی زمیں ہوں میں

کیا کروں ایسے قلب فاسد کو
کون لیگا متاع کاسد کو

دل ہی یا معصیتہ کا پشتارہ
ایک پونجی ہے وہ بھی ناکارہ

گر تری مہر کی نظر ہو جائے
یہ خزف روکش گہر ہو جائے

تم اگر چشم لطف وا کر دو
مس کو چاہو تو کیمیا کر دو

حق نے بخشی ہے تم کو وہ تاثیر
خاک چھو جائے تم سے ہو اکسیر

آہن تیرہ وہ جلا پا جائے
آفتاب اُس کے سامنے شرمائے

تم بچا لو عذاب آتش سے
سخت عاجز ہوں نفس سرکش سے

بد بلا ہے یہ نفس امارہ
اس نے مجھکو ہلاک کر مارا

یا رسولَ الالٰہ خُذ بیدی
مالِعجزی سواک مستندی

یا مَن اُشکلت مصیبتہٗ
وَاَحاطت بہٖ خطیئتہٗ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا
اور چپ بھی رہا نہیں جاتا

کب تلک حُبّ جاہ و مال و منال
کب تلک پلئے بست اہل و عیال

ے ذلیل و حقیر ۔ ے بے سود ے کھوٹی پونجی ۔ ے پونچھ ۔ ے مقابل ۔ ے جس دل سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور بدی کا محرک ہوتا ہے ۔ ے اے خدا کے نبی میری دستگیری کر کہ میری ناتوانی ۔ بے بدری کے سبب کوئی تیرے سوا میرا تکیہ گاہ نہیں ہائے وہ جس کی مصیبتہ کٹھن ہو اور جس کو گناہوں نے گھیر لیا ہو۔

میں سدا فکر میں ہوں ان سب کے[1] — اور یہ سب اپنے اپنے مطلب کے

دیں پہ رکھتا انھیں مقدم ہوں — میں ہوں یا ہیزم جہنم ہوں

ہو اسی طرح گر حیات تمام — اے بدا آخرا اے بدا انجام

از برائے خدا رسول جلیل — مجھ پہ طاری ہو حالت تبتیل[2]

رخ دل ہر طرف سے موڑوں میں — رشتہ الفت کا سب سے توڑوں میں

اپنی ہستی سے میں گزر جاؤں — یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤں[3]

تری خدمت میں شافع امت — عرض حاجت کی کچھ نہیں حاجت ق

قرب میں چاہتا ہوں حضرت کا — میں نہیں خواستگار جنت کا

حور و غلماں مجھے نہیں درکار — آرزو مند اُن کے ہوں ابرار

میں کہاں اور کہاں ہوائے[4] بہشت — ناز کے زیبدم بہ طلعت زشت

میں نے بھر پائے سارے حور و قصور — اتنا کہ دیجئے معاف قصور

تم کو سب اختیار حاصل ہے — آپ کو سہل مجھ کو مشکل ہے

میں ہوں مسموم[5] آپ ہیں تریاق[6] — قابلیت نہ کوئی استحقاق ق

ہاں مگر مجھ غریب پر یا شاہ — رحم فرمائیے حسبۃً للہ[7]

رحم کیجیے کہ آپ رحمت[8] ہیں — آپ پشت و پناہ امت ہیں

گو برا ہوں بُرے سے بدتر ہوں — آپ کا اُمتی مقرر ہوں

نیک بندے بھی کُل نہیں ہوتے — خار ہم دوش گل نہیں ہوتے

مجھ کو کامل وثوق ہے تم پر — تم سے حق نے کہا ہے لا تنہر[9]

---

۱ یعنی اہل و عیال کے ۲ انابت الی اللہ یعنی ہر طرف سے دل کا ملول ہو کر ایک خدا کی لو لگی رہنا ۳ اشارہ ہے مقام موتوا قبل ان تموتوا کیطرف ۴ آرزو ۵ زہر خوردہ ۶ زہر کا توڑ ۷ برائے خدا ۸ اشارہ ہے یہ قرآن کی طرف وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی ہم نے تمکو صرف اس غرض سے بھیجا کہ اہل جہان پر رحمت ہو ۹ آیتہ کا ٹکڑا ہے پوری آیتہ یوں ہے واما السائل فلا تنہر یعنے سوال کرنے والے کو جھڑک مت۔ یعنی سائل کی دل جوئی لازم ہے نہ زجر و توبیخ۔

رحمت[1] حیلہ جو کی ہیں گھاتیں ۔ ہم سمجھتے ہیں پھیر کی باتیں

یہ بھی تھی ایک طرح کی بے صبری[2] ق ورنہ میں ہوں عقیدۃً جبری[3]

دیجئے[4] کچھ اختیار تھوڑا سا ۔ کیا یہ اٹکا دیا ہے روڑا سا

جب[5] کہ دل ہی نہیں ہے قابو کا ۔ لگے اس اختیار کو لوکا

عقل سے کر کے میرا منہ کالا ۔ کس مصیبت میں مجھ کو لا ڈالا

جانتے تھے کہ ہوں ظلوم و جہول[6] ۔ پھر امانت[7] کا سونپنا معقول

پاس[8] کھجلی نے ناخن حکاک ۔ کر لیا سر کھجا کھجا کاواک

ملال ہو نہ کچھ شکایت ہے ۔ اپنے حالات کی حکایت ہے

میں سے کہاں کو جا نکلا ۔ توبہ توبہ یہ منہ سے کیا نکلا

نفس کی یہ بھی ایک خدیعۃ[9] ہے ق خارج از شیوۂ شریعت ہے

ڈھونڈھنا اپنے واسطے حیلے ۔ دوڑنا کوئی میرے منہ کیلیے

وہ عمل ہے کہ ایک تو چوری ۔ اور پھر اس کے ساتھ سرزوری

گرچہ بندہ ہے سخت بے چارہ ۔ نہیں بے اعتراف[10] کے چارہ

اس کے الطاف بے نہایت ہیں ۔ ہم ہی سرکش بہ حد غایت ہیں

آپ کی شرع میں نے توڑی ہے ۔ جو سزا دیجیے سو تھوڑی ہے

میری عادت ہے ناسزا کردن ۔ شوق سے مجھ کو ماریے گردن

---

[1] یعنی خدا کی رحمت جو بندوں کی بخشایش کے لیے بہانہ ڈھونڈھتی رہتی ہے اسکی گھاتیں ہیں کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا اور پھر آپ ہی سے فرمایا کہ سائل کو جھڑکیے مت اس کے یہ معنی کہ خدا نے سب بندوں کو مغفرۃ کا امیدوار کیا [2] یعنی میں جو اس قدر اپنی بے قراری ظاہر کی یہ ایک بے صبری کی بات تھی کیونکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور ہے اور ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور ہے [3] جبری ایک فرقہ ہے جو قائل ہے کہ انسان مجبور محض ہے۔ مذہب سنتہ وجماعۃ بین الجبر والقدر ہے [4] یعنی آدمی کو پورا نہیں بلکہ تھوڑا سا اختیار دیکر یہ کیا چلتی گاڑی میں روڑا سا اٹکا دیا ہے۔ [5] یعنی جب دل پر اختیار نہو تو ایسے اختیار کو لیکر کیا آگ لگانی ہے [6] اشارہ ہے آیۃ انا عرضنا الامانۃ کی طرف جس میں حمل امانۃ پر انسان کو ظلوم وجہول کا خطاب عطا ہوا ہے [7] امانۃ سے مراد عقل ہے جو نیک و بد میں امتیاز کرتی ہے اور اس وجہ سے انسان مکلف ہوا [8] یعنے کھجلی کو ناخن دیئے اس نے کھجا کھجا کر سر میں گڑھے ڈال دیئے تو اس کا کیا قصور کیونکہ اس کو کھجلی نے کھجانے پر مجبور کیا [9] فریب [10] اقرار

کیا کہوں بار بار کیا کہنا
مجھ کو اعمال سے نہیں لہنا[1]

جملہ سامان یاس و غم کا ہے
صرف اک آسرا کرم کا ہے

یہ ضلالۃ ہی یا ہدایۃ ہے[2]
بے سبب تکیہ بر عنایۃ ہے[3]

ہو نہ ہو اس طرح کی ستاری[4]
ہے تباشیر صبح[5] غفاری

صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں
زیادہ ابرام[6] سے بھی ڈرتا ہوں

مخلصی بخشئے خرابی سے
کہیں کہ دیجئے شتابی سے

ہم نے کی سب معاف بے ادبی
سبقت[8] رحمتی علی غضبی۔

خط ۴

اسی وقت تمہارا خط مقام سکندرپور[9] خاص میں پہنچا۔ اس میں شک نہیں کہ ابھی تمہارا دل نہیں لگتا ہوگا اور فی الواقع مدرسے کے انتظام کو کوئی شائق[10] آدمی کبھی پسند نہیں کر سکتا لیکن میں نے تم سے بار بار کہا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ تم مدرسے میں صرف اسی واسطے داخل ہوئے کہ انگریزی زبان میں ترقی کرو۔ اگر تم مدرسے کی پڑھائی پر بس کرو گے تو بالکل وقت ضائع جائے گا تم باہر اپنا انتظام کرلو۔ اپنے سے بہتر ماسٹر سے یا طالب العلم اس سے مدد لو برخوردار منتہ[11] اور خوش آمد سے دنیا کا کام چلتا ہے اب تم کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بہت تھوڑے آدمی ہیں جن کو تم اپنا دلی خیرخواہ کہہ سکو۔ جو بے انتظامی علی گڈھ کالج میں ہے وہی اور ویسی ہی دنیا کے سب کالجوں میں ہے اور میں جانتا ہوں کہ علیگڈہ کالج بھی اس سے صاف نہیں ہوگا۔ پڑھائی کم تعطیلیں زیادہ۔ استاد نامہربان ہم سبق[12] شیطان

---

[1] یعنی اعمال سے فائدہ اٹھانا میری قسمت میں نہیں [2] یعنی ضلالۃ یا ہدایۃ ہو چکا ہے سو ہو [3] بے سبب مجھکو عنایت پر بھروسہ ہے [4] مطلب یہ کہ اسطرح کی پردہ پوشی کہ بندے گناہ کرتے ہیں اور ان کا پردہ فاش نہیں ہوتا خواہی نخواہی صبح مغفرۃ کے طلوع کے آثار ہیں اور انجام کا مغفرۃ ہے [5] سپیدۂ صبح۔ اول سحر [6] لگ لپٹ نکالنا [7] اس کا مقولہ آخر کا شعر ہے۔ [8] میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی یہ ایک قول مشہور ہے خدا کی و سبقت الرحمتی [illegible] بیان ان میں اسی کی بنیاد ہے [9] ضلع اعظم گڈھ میں ایک مشہور قصبہ ہے [10] لغۃً شائق اس کو کہتے ہیں جس کا کسی کو شوق ہو [illegible] شوق والوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یہاں علم کا شائق مراد ہے [11] منت اور خوشامد [illegible] وقت [illegible] جلسے میں [13] [illegible]

تم نے مجکو ابھی تک اطلاع نہیں کہ تم نے کس سے جدید اور مفید تعارف پیدا کیا اور اپنے رات دن کے اوقات کا کیا انتظام قرار دیا۔ باہر کی تحصیل جاری کرو کہ تمہارا دل لگے ایک فن کا بیکار رہنا طالب علم کے حق میں زہر ہے پھر دل کچھ ایسا اُچاٹ ہو جاتا ہے کہ مہینوں طبیعت قابو میں نہیں آتی سیر بازار اور تماشائے عجائب خانہ وغیرہ کو اپنے اوپر حرام قطعی کرو ورنہ تمکو آخر کار بہت افسوس کرنا پڑیگا میں امید کرتا ہوں کہ اس خط کے پہنچنے تک تمہارا صندوق بھی پہنچ جائیگا اور جب تمہارا سب سامان درست ہو جائیگا اور باہر کے سبق مقرر کر لوگے اور وقت بٹ جائیگا تو کوئی وجہ گھبرانے کی نہ ہوگی

میں جائز نہیں رکھتا کہ تم پرنس آف ویلز[1] کے دیکھنے کو لوگوں کے ہجوم میں گھسو ہم غریب آدمیوں کو شاہزادوں سے کیا نسبت اور ہمیشہ دیکھا ہے کہ لوگ دور سے دیکھکر اکثر کسی صاحب کو شاہزادہ فرض کر کے خوش ہو لیتے ہیں اور بالفرض اگر واقعی شاہزادے کو بھی دیکھا تو اس سے فائدہ ؟

میرا حال یہ ہے ایک لحظہ طبیعت نہیں لگتی لکھنے پڑھنے کو جی نہیں چاہتا اکیلا اُداس بیٹھا رہتا ہوں اور حیرت میں ہوں کہ اس طرح کی زندگی کیونکر اور کب تک بسر ہوگی خدا کے لیئے میرے اس حال پر رحم کرو یعنی جس غرض سے میں نے اس مصیبت کو اپنے اوپر گوارا کیا ہے اس مطلب کو فوت مت کرو پڑھو اور محنت کرو اور دنیا میں نام ونمود پیدا کرو

۱۱ جنوری ۱۸۷۶ء سہ شنبہ

خط ۵

تھیکر سپنک[2] اینڈ کو کی چٹھی جو میں نے تمہارے پاس بھیج دی تھی اُسکو نکال کر دیکھو اور محاورات کو یاد رکھو۔ مجھ کو جیسی کچھ ٹوٹی پھوٹی انگریزی آتی ہے اسی تدبیر سے آئی ہے اخبار اور چٹھی اور کتاب میں جو مضمون دیکھتا اُس کے محاورات اور طرز ادا کو خیال کر لیتا اور یہی عمدہ تدبیر زبان دانی کی ہے۔ زبان کا جاننا اس پر موقوف ہے۔ کہ اہل زبان کی تحریر و تقریر کی۔

[1] شہزادہ ولی عہد بہادر انگلستان [2] کلکتے کی تھیکر کمپنی جس کی کتابوں کی ایک عالیشان کوٹھی ہے۔ انگریزی فارسی عربی ہندی۔ بنگالی تعلیمی غیر تعلیمی سب طرح کی کتابیں رہتی ہیں۔

تعلیم کیجائے یہی حال ہر زبان کا ہی کچھ انگریزی پر موقوف نہیں لیکن انگریزی کے واسطے یہ اس قدر سہولت ہی کہ اُس کے اہل زبان یعنی انگریز ہم کلامی کے لیئے مل سکتے ہیں بہ خلاف عرب وعجم کے۔

تم مجکو انگریزی میں خط لکھا کرو مگر بالالتزام اُس میں کسی سے اصلاح لے کر بھیجا کرو کوئی خاص بات راز کی ہو تو اسکو البتہ عبارۃ اصلاحی سے خارج رکھو میں نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ عربی عبارۃ کی شرح بھی کبھی کبھی لکھہ بھیجا کرو تاکہ مجھ کو معلوم ہو کہ تم کچھ کرتے ہو مجھ کو امید ہی کہ تم نے منطق کے لیئے انتظام مناسب کرلیا ہوگا۔ بشیر۔ یہ بات میں تمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ جس مشغلے میں تم ہو یعنی طلب علم وہ ایک بہت بڑا مشکل کام اور اور یوماً فیوماً مشکل ہوتا جاتا ہی اس مشغلے میں کامیابی حاصل کرنے کی یہی ایک تدبیر ہی کہ آدمی صبر و استقلال کے ساتھ متوکلاً علی اللہ محنت[2] کا سلسلہ جاری رکھے یادداشت ایک شرط ضروری ہی .... جس سے گرامر پڑھا کرتے تھے فیل[1] ہو گیا۔ تم کو معلوم ہی کہ وہ کیسی اچھی استعداد کا آدمی تھا اور کتنا محنتی اور جفاکش اور کس قدر شوق رکھتا تھا۔ جب ایسے آدمی کا یہ حال ہو تو وائے بر حال اُن کے جو بے پروائی سے پڑھیں اور جو پڑھیں اُسکو بھلا دیں میں نے سنا ہی کہ اُس پر ناکامی کا اسقدر سخت صدمہ ہوا کہ وہ بہت بیمار رہی۔ اُس سے ثابت ہی کہ وہ بڑا غیور ہی اور ایک مرتبہ پھر[5] اپیر ہوگا۔ بشیر۔ اگر تم کو مدرسے آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہو صاف کہدو۔ میں تمہارے واسطے سواری کا انتظام کردوں بشیر قسم ہی خدا کی مجھ کو تمہاری آسائش جائز میں روپیہ خرچ کرنا ہرگز بار نہیں۔ تم مجھ پہ جیسی سخت فرمائش چاہو کر دیکھو ان شاء اللہ میں اس کو فی الفور بجا لاؤں گا اس کے عوض تم میری صرف ایک فرمایش پوری کردو وہ یہ کہ پڑھو اور لیاقت پیدا کرو خدا تم پر دین دنیا کی برکاتیں متکاثرات نازل کرے میں تمکو بار بار لکھہ چکا ہوں کہ ہر زبان کی صرف نحو بڑی ہی در مفید چیز ہی اس پر زیادہ توجہ کرو حساب کی کتاب جو تم پڑھتے ہو اُسکی عبارت بھی سبقاً سبقاً

---

[1] روز بروز[2] خدا پر بھروسہ کرکے[3] امتحان میں گر گیا۔ ناکام رہا[4] غیرۃ مند[5] مجلس امتحان میں حاضر ہوگا[6] بہت زیادہ برکتیں۔

پڑھنی چاہیئے تم اعمال مشق کرتے ہو اور مطالب کتاب سے مطلق بے خبر ۱۷ فروری ۱۸۷۶ء

خط ۶

ہر انگریزی تلفظ کی تصحیح پر تمکو خود توجہ ہوگی اور اس میں شک نہیں کہ جس قدر تم نے مجھ سے پڑھا ہے وہ قابل اطمینان نہیں لیکن تم ہی نے مجھ سے یہ بھی کہا ہے۔ کہ تلفظ میں چنداں اختلافات نہیں نکلتے تاہم جب تک سبق ہو یا جب تک تمہارے ماسٹر گفت وگو کریں اُن کے الفاظ کو کامل غور کے ساتھ سنتے رہو اور خوب خیال رکھو کہ کس لفظ کو کیونکر ادا کیا۔

انگریزی میں ایکسنٹ[1] بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے جس کی طرف ابھی تک تم نے مطلق توجہ نہیں کی اس کے معنی ہیں زور دینا دباؤ ڈالنا مثلاً لبرلیٹی ایک لفظ ہے اس میں آر پر زور ہے اُسی کو پکار کر اور مخاطب کو سنا کر اور زور دیکر بولنا ہوتا ہے اسی طرح کُل الفاظ مرکب میں کسی حرف پر ایکسینٹ ضرور ہوتا ہے۔

مخارج حروف میں شاید چنداں دشواری نہیں۔ صرف۔ سی۔ ٹی۔ ایس۔ آر۔ چار۔ حروف قابل لحاظ ہیں۔ سی جب کاف کی آواز دیتی ہے تو اُس میں ہائے ہوز کا اشمام کرتے ہیں یعنی اس طرح بولتے ہیں کہ ۃ کی بو پائی جائے کنٹری کو کہتے ہیں۔ کھنٹری لیکن وہ ۃ محض خفیف ہوتی ہے اگر صاف ۃ لگائی جائے تو غلط یاد رکھو کہ اور سی میں فقط اسی اشمام کا فرق ہے۔ کے میں ۃ کا اشمام ناروا ہے ٹی کا حال اشمام ہائے ہوز میں سی کا سا ہے۔ ٹائم کو ٹھائم بولیں گے مگر وہی ہائے خفیفہ لگا کر۔ اس یا تو کبھی کھلی زکی طرح بولا جاتا ہے وہ جیسے بوائز اور کبھی سں لیکن انگریز سں کو اس طرح نکالتے ہیں کہ شں کی بو پائی جائے بلکہ وہ اِس جوز بولا جاتا ہے وہ بھی اس اشمام شں سے خالی نہیں ہوتا افسوس کہ اس بات کو تحریر میں ادا نہیں کر سکتا لیکن میں نے انگریزوں کو سنا ہے کہ سٹم کو صاف س سے نہیں بولتے۔

---

[1] شیخ عبدالرحیم ومری نے فرہنگ دبستان میں اسکو ضرب سے بتعبیر کیا ہے جو دو سخا سے ملک سے وقت ۵ ٹکے سے بعض۔

بلکہ تس ملا دیتے ہیں تم بہ طور خود اس پر لحاظ کرلو آر کا عجب حال ہی۔ وہ شروع میں ڈبلیو کے قریب ہی۔ ایک مرتبہ انگریزی اخبار میں پرنس آف ویلز کی نسبتہ لکھا تھا کہ لفظ ائل[1] کلی زبان سے دائل نکلتا ہی ——— جو آر بیچ میں یا اخیر میں ہو تو صرف ایک حرکتہ ظاہر کیجاتی اور بس مثلاً فرسٹ[2] کو انگریز فرسٹ نہیں کہتے بلکہ پورے منہ سے فسٹ۔ ہاں اشمام ہائے ہوز میں پی اور کیو کو بھی شامل کرنا چاہیے برعکس[3] کو انگریز پھر نس کہینگے اور کوآرل[4] کو کھولرل ڈی کو فصیح انگریز سختی کے ساتھ ادا نہیں کرتے بلکہ دَ کے قریب قریب رکھتے ہیں اور شاید اسمیں بھی ہائے ہوز کا اشمام کرتے ہوں اس وجہ سے دال کے قریب معلوم ہوتی ہی ٹی راج ایک عجیب حرف ہی۔ وہ دا در ز کے بین بین ہی۔ وی میں جو ضغطہ ہی اُس پر لحاظ رکھو اسکو ہونٹ اور دانت کی مدد سے ادا کرتے ہیں ہندوستانی ڈبلیو اور وی میں کچھ فرق نہیں کرتے یہ فاحش غلطی ہی۔ اس کو خوب توجہ سے پڑھکر سمجھنا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو مجھ سے بہ ذریعہ تحریر کسی قدر فائدہ حاصل کر سکتے ہو تمہارے خطوط جنمیں علمی مطالب ہوں ہیں بہت خوشی سے پڑھوں گا۔

آج مجھ سے پھر کوئی تذکرہ کرتا تھا مشن[5] اسکول اعظم گڑھ سے شاید کلہم دو لڑکے امتحان انٹرنس دینے گئے تھے لٹریچر میں سب اچھے تھے اس واسطے کہ پادری صاحب نے اُسی پر زور دیا تھا مگر سائنس یعنی علوم ریاضی ہندوستانی ماسٹروں کو سپرد تھے اُسی میں وغیرہ برے نکلے اور ناکام رہے اس میں شک نہیں کہ اگرچہ انسان کی طبیعتہ خاص فن سے زیادہ مناسبتہ رکھتی ہیں لیکن امتحان پاس کرنے کو ضروری ہی کہ جسقدر چیزیں مشروط ہیں سب میں جواب شائی[6] دیا جائے بشیر۔ تم ابھی سے ہر چیز پر توجہ رکھو اگرچہ کوئی خاص چیز خلاف طبیعتہ ہو لیکن امتحان کی ضرورتہ سے چارونا چار سب چیزوں کو دیکھنا چاہیے اس واسطے کہ جب نمبر ہر سبجکٹ میں ایک حد معین تک پہنچتا ہی تب آدمی پاس ہوتا ہی۔

والدعا۔ ۱۸ فروری ۱۸۷۶ء

---

[1] شاہانہ [2] اول [3] شہزادہ [4] جھگڑا [5] پادریوں کا مدرسہ [6] امتحان میں کامل عیار نکلنا مضمون۔

خط ۷

تلفظ کے اعتبار سے تو تمہاری انگریزی اُسی وقت صحیح و مستند ہوتی کہ تم کو چھ برس کی عمر سے مدرسہ میں انگریزی شروع کرائی گئی ہوتی مشہور بات ہے اور ٹھیک بھی ہے۔ کہ بڑے ہوکر زبان موٹی ہو جاتی ہے اور آسانی کے ساتھ مخارج حروف پر نہیں ٹوٹتی۔ غرض تصحیح تلفظ انگریزی متقاضی تھی کہ تم کو شروع سے مدرسے میں داخل کیا جاتا مگر وہ وقت تھا تمہارے کیرکٹر (چال چلن) کے فارمیشن بننے کا یعنی تمہارے دل میں آیندہ کے چال چلن کی بنیاد دوہری جا رہی تھی اور بچوں کی زندگی میں بھی وقت زیادہ نگرانی چاہتا ہے اور یہی ضروری نہایت ضروری چیز ہے جس سے مدارس میں بالکل غفلت کیجاتی ہے میں نے تم کو اپنے پاس رکھ کر تمہاری انگریزی کو بگڑنے دیا مگر فی زعمی[۱] تمہارے کیرکٹر کو سنبھالا۔ اگر مجھ کو اپنی انگریزی پر وثوق[۲] ہوتا ہی تو میں تم کو تمام عمر کسی مدرسے کی صورت تک بھی نہ دیکھنے دیتا پر کیا کروں میں انگریزی کا کلاونت[۳] نہیں ہوں عطائی ہوں اور بس کہ ہنوز نو عمری ہے۔ اور کیرکٹر راسخ[۵] نہیں ہے تمہارے چال چلن کی طرف سے ہمیشہ خائف ہوں۔ اگر تم نے اُسکو بگڑنے دیا جس کے محافل[۶] اور لٹکانے[۷] مدرسے میں بہ کثرت ہیں تو یاد رکھو انگریزی سیکھنا کیا اگر خدانخواستہ انگریز بھی ہو جاؤ تو دنیا میں کام یابی نہیں ہوگی نہیں ہوگی۔

خط ۸

تمہارے خط نے جو بعد الاصلاح ملفوف ہے مجھ کو سخت رنج پہونچایا۔ میں نے تم کو انگریزی کی طمع سے جدا کیا سو میں دیکھتا ہوں کہ انگریزی۔ عربی دونوں جانا چاہتی ہیں عربی تو یقیناً جا چکی۔ رہی انگریزی سو میں پاتا ہوں کہ ایسی مکروہ غلطیاں تمہاری چھٹی میں ہیں کہ تنزل استعداد اُس سے ظاہر ہے۔ تمہاری انگریزی اب ایسی ہونی چاہیے کہ میں اس میں کوئی غلطی گرفت نہ کرسکوں اس واسطے کہ میں انگریزی داں نہیں ہوں

---

۱ اپنے پندار میں ۲ اعتماد ۳ جو لوگ علم موسیقی کو اصول کے مطابق سیکھتے ہیں کلاونت کہلاتے ہیں یعنی پکا مستند با قاعدہ راگ گانیوالے اور عطائی نقال ہے جیسے سنائی کو کی ۔ اُڑائی اور اتا پتنے لگے ۵ ٹھیرا ہوا جا ہوا مستحکم ۶ محل اجتماع ۷ محل طعن۔

ہمکو انگریزی کا شوق نہ خدا کے فضل سے انگریزی کی ضرورۃ لیکن جب ایسی فاحش غلطیاں دیکھوں تو کیوں کر صبر کروں۔ تمہارا یہی حال رہا تو میری برسوں کی محنت دہلی میں ضائع کر دوگے میں نے تم سے بار بار کہا کہ خطوط کی اصلاح ضروری۔ کسی کو دکھالیا کرو اور جو اصلاح دے اُس کو خیال رکھو تم نے ایسی خود رائی اختیار کی ہے کہ تمکو میرے کہنے کی مطلق پروا نہیں ہوئی اگر یہی انگریزی ہے جو تم نے لکھی تو لعنۃ بر ایں ہیچ۔ میں نے صرف موٹی موٹی غلطیاں گرفت کیں۔ اگر عبارۃ کی عمدگی اور محاورات پر نظر کرتا تو ایک حرف باقی نہ رہتا۔ بے شک تمہارے ایسے خطوط سے مجھ کو اندازہ ملا کرے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔ تم کو دہلی میں منطقی نہیں ملتے تو کیا اب اتنے بڑے شہر میں کوئی اتنا نہیں کہ تم کو انگریزی میں اصلاح دے دیا کرے مگر تم سمجھتے ہو کہ دہلی اعظم گڑہ ہے اور تمہارا باپ وہاں کا بھی حاکم ہے۔ اگر تمہارا یہی حال ہے تو دہلی میں رہنا تمہارے حق میں زبوں ہے۔ میں اس کالج سے باز آیا۔ بلا سے انگریزی میرے یہاں عمدہ نہیں عربی تو ہے۔ خط اصلاحی کو حسب عادۃ عجلۃ سے مت پڑہو۔ بلکہ بغور۔ غالب ہے کہ سوالات عربی کا جواب تم خوب سمجھ کو گے

۲۰ - فروری سنہ ۱۸۷۶ء - تحصیل نگرا

سوالاتِ عربی کا جواب

قَالَتْ مَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ مَاذٌ موصولہٗ ای الْاَرْوَاحَ الَّتِیْ) تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ یہ حدیث کی عبارت ہے۔ یا دپڑتا ہے کہ شاید صحیح بخاری شریف میں نظر پڑی یعنی یہ ہیں۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں روحیں فوجیں ہیں جمع کی گئی یعنی عالم ارواح میں روحوں کے گروہ کے گروہ اکٹھے ہیں۔ اُن میں سے جو متعارف یک دگر ہیں یعنی جن روحوں میں اُس عالم ارواح کا تعارف تھا اور ایک دوسرے کی شناسا ہیں وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسری سے اُنس و الفۃ کرتی ہیں اور جو روحیں۔

لے ایسی بیہودہ انگریزی پر خدا کی پھٹکار رتے ایک خط تو یہ اور دوسرا خط ۸ء ہم دونوں میں مولوی نذیر احمد صاحب کی تعلیم کا نمونہ موجود ہے کہ کیسی تحقیقات سے بیٹے کو پڑہاتے تھے اور اُس کا پڑھنا چاہتے تھے حقیقۃ میں اگر اس کاوش کے ساتھ ایک کتاب بھی پوری نکل جائے کافی ہے۔

بیگانہ اور اجنبی اور ناشناسا ہیں وہ یہاں بھی باخود با اختلاف رکھتی ہیں اور واں میں برابر بگاڑ رہتا ہے حاصل مطلب یہ کہ دنیا میں جو ملاپ اور بگاڑ اور موافقہ و مخالفہ ہے وہ اثر و نتیجہ ہے روحی انس و نفرت کا

فَالْمَقصِیُّ تُرِیْدُ اَنْ تَاخُذَ مِنِّیْ مَرَّتَیْنِ۔ مَاتقصر صیغہ واحد مذکر حاضر مصدر تقصیر بمعنی کوتاہی کردن مصدر مجرد تصور۔ یعنی تو اُس میں کمی اور کوتاہی نہیں کرتا۔ تیرا ارادہ یہ ہے کہ مجھ سے دو مرتبہ یعنی دوبارہ لے۔

اینیاب جمع ناب بمعنی دندان نشتر یعنی کچلی عربی میں دانتوں کے چار نام ہیں اوپر اور تلے کے اگلے دو دانت ثنایا۔ اس کا مفرد ثَنِیَّۃٌ۔ ثنایا کے پہلو میں دونوں طرف اوپر تلے کے چار رباعیات۔ پھر ان کے پہلو میں اینیاب پھر اضراس جمع ضرس یعنی داڑھ

حَقَنَ وَمَا قَھَنْ دُرّا حقن مصدر مجرد کے معنی ہیں باز داشتن خون از ریختن اور ہدر کے معنی ہیں خون ریختن پس لفظی معنی حقن وماھدر اکے یہ ہیں کہ بچا یا خون کو جو بٹیا گیا تھا اور مراد ی معنی یہ ہیں کہ جاتی ہوئی جان بچائی یعنی اگر وہ نہ بچاتا تو وہ جان تلف ہو جاتی اور ضائع جاتی اور خون گرایا جا چکتا۔

خط ۹

یہ چٹھی تمہاری پہلی چٹھی سے بہتر ہے۔ اس میں بھی تم نے اصلاح نہیں لی اور لکھنے کے بعد نظر ثانی بھی نہیں کی۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ جملوں کے یاد کرنے پر متوجہ ہوئے پس زبان دانی کی یہی تدبیر ہے۔ تم صلوں اور روابط میں اکثر غلطی کرتے ہو۔ اردو میں کہتے ہیں میں نے اُس سے کہا عربی میں۔ قُلْتُ لَہٗ۔ انگریزی میں آئی ٹولڈ ہم۔ یا۔ آئی سیڈ ٹو ہم۔ دیکھو کتنے اختلافات ہیں۔ روابط پر بہت خیال رکھو کہ کس فعل کے ساتھ ٹو یا آوف یا فار یا فرام یا کیا صلہ لاتے ہیں یاد کرنے کو واقع میں نظم عمدہ چیز ہے لیکن یاد بھی ایسی کہ جب کسی لفظ پر ٹو کا جھٹ سن پڑھ دی۔ روابط تھوڑے ہیں مگر ورتنے بہت لیکن خیال سے لکھو گے تو رفتہ رفتہ ذہن پر چڑھ جائیں گے۔ گرامر تمہاری بہت خام ہے۔ چاہیے مدرسے میں تاکید ہو یا نہ ہو اُس کو درست کرو۔ ورنہ بے گرامر زبان کا آنا معلوم۔ اپنے تئیں میرے

لے تک۔ کا۔ سے۔ لیئے کے فعل۔

اور قیاس مت کرو برخوردار من - میں نے اتنا بھی بے اُستاد[1] کیا تو بہت کیا اور سو بات
کی ایک بات تو حاجت ہے - مجکو اب کیا ضرورت ہے کہ اپنا سر خالی کروں - لیکن اگر آج کوئی مجھ
کو یقین کرادے کہ بی - اے کا درجہ حاصل کرانے سے میری تنخواہ چھ سو ہو جاے گی تو
خیر اب بھی امتحان دینے کو موجود ہوں -

دہلی میں تمہارے لکھنے کا سامان درست نہیں - ہندوستانی روشنائی سے انگریزی
کوٹرخانے ہو خط بگڑتا ہے - خوش خطی بھی عجب ہنر ہے خواہ مخواہ اچھا خط دل کو بھلا لگتا ہے اگر کالج
میں خط کو درست نہ کرو تو خیر بگڑنے دینا بھی عقل کی بات نہیں - چندے بنا کر ہاتھ روک کر لکھو
پھر تو گھسیٹ بھی اچھی ہوگی -

بشیر - افسوس اگر تم نے عربی نہ پڑھی - عجیب چیز ہے - نرے انگریزی داں جہاں دیکھے
بے تمیز اور مبہوت نہ اپنی کہہ سکیں اور نہ دوسرے کی سمجھیں -

[1] یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ مولوی نذیر احمد نے کسی اُستاد سے انگریزی نہیں پڑھی اور ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی میں بی - اے تک کی ان کی نظر میں وقعت نہیں تو یہ واقعہ مولوی نذیر احمد کی کمال ذہانت کی دلیل ہے مولوی بشیر الدین احمد بیان کرتے تھے کہ دہلی کالج کے پرنسل نے بہتیرا چاہا کہ مولوی نذیر احمد انگریزی پڑھیں مگر مولوی نذیر احمد کے والد نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ غدر ۵۷ء کے بعد جب مولوی نذیر احمد الہ آباد میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر ہوے تو عبداللہ خاں مرحوم امین عدالت کے مکان پر ٹھہرے وہ بڑے جید انگریزی داں تھے انھوں نے مولوی نذیر سے عربی شروع کی اور اس کے معاوضے میں مولوی صاحب کو انگریزی کی ترغیب دی - مولوی صاحب اکثر دورے میں رہتے جب صدر مقام الہ آباد کو آتے تو خان صاحب سے تصحیح الفاظ کر لیتے اور رومن ڈکشنری کی مدد سے خود مطلب استنباط مطلب کرلیا کرتے دو برس میں انگریزی اخبار سمجھنے لگے ۲ مولوی نذیر احمد صاحب بیٹے کا نرا انگریزی داں ہونا پسند نہیں کرتے ان کی یہ رائے ہے کہ نرے انگریزی داں بے تمیز او مبہوت ہوتے ہیں اگر بنظر انصاف دیکھا جاے تو واقع ہندوستانی نرا انگریزی داں ہندوستانی سوسائٹی میں بے تمیز اور مبہوت دونوں ہوتا ہے کیونکہ اسنے نہ تو اپنی سوسائٹی کا ادب نہ قاعدہ سیکھا نہ اپنی سوسائٹی کے قاعدے کی اُس کے نزدیک کچھ قدر و وقعت ہے وہ اپنی سوسائٹی کی ہر چیز کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہے حتی کہ اپنی مادری زبان تکمیل و تہذیب کی طرف بھی اُس نے مطلق توجہ نہیں کی اس کو اپنی زبان میں استدلال و مناظرہ کی قدرت نہیں وہ ایک خیال کو بھی اپنی خالص بولی میں ادا نہیں کر سکتا وہ اپنی زبان کو اس طرح اٹک اٹک کر اور رُک رُک کر ادا کرتا ہے کہ بقیہ

بقیہ صفحہ ۳۴

میں تم کو انگریزی کی اصلاح کے لیئے اس لیئے تاکید کرتا ہوں کہ تمہاری استعداد کو جلد ترقی
ہوگی اور خط لکھنے کے بہانے ایک بڑا کام نکل جائیگا۔ تم مجھے خط لکھنے کا ایک معمول باندھو
یعنے میں دو خط ایک انگریزی مگر اصلاحی خوشخط نظر ثانی کیا ہوا اور دوسرا عربی تو
بشیر۔ تمہاری کیا رائے ہے تم کو کالج میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ یا یہاں میرے پاس
زیادہ تھا۔

خط ١٠

یہ چٹھی بھی اچھی ہے مگر میں نے پھر اصلاح دی مسٹر لو میرے ایک بڑے مہربان حال
تھے اور اوائل میں میری چٹھیوں میں اصلاح دیا کرتے تھے اب تک اُن کی بعض اصلاحی چٹھیاں
میرے پاس ہیں۔ لو صاحب بورڈ کے سکرٹری اور میور صاحب کے داماد تھے۔ اُن
کی نصیحت تھی کہ چھوٹے چھوٹے جملے لکھا کرو جن میں کوئی لفظ فضول نہ ہو اور جو
لفظ ہو مانوس اور کثیر الاستعمال۔ دیکھو تمہاری چٹھی میں جو لفظ میں نے قلم زد
کیئے ہیں فضول ہیں کہ بے اُن کے بھی کام چل سکتا ہے اصلاح کے لیئے ... کے
پاس چٹھی بھیجنا کیا معنی اصلاح رو در رو ہوتی چاہیئے کہ لفظ بنایا جائے اُس کی وجہ
زبانی پوچھ لو بوسہ بہ پیام۔ اصلاح چٹھی کے لیئے تم اپنا کوئی ماسٹر کیوں نہیں تجویز کرتے؟
مجھ کو ... کی انگریزی میں تامل ہے شاید میری رائے بر سر غلط ہو۔ خالہ زاد تو وہ کلاں برادر ہیں
بشیر۔ بہت کچھ اپنے واسطے پڑھو لیکن خدا کے لیئے عربی میری خاطر سے اگر تم کو زیادہ

؎ فصاحت کا کیا مذکور ہے اس کی گفتگو میں نہ روانی ہے نہ سلاست نہ برجستگی نہ شگفتگی اُس کے سر میں شاید معلومات مفید
کے جواہر بھرے ہیں مگر اُس کے منہ پر مہر لگی ہے کہ وہی ایک رستہ ان موتیوں کے باہر نکالنے کا ہے کیا مشکل ہے۔ کہ
انگریزی نہ پڑھیں تو ٹکڑوں کو محتاج پڑے پھریں اپنے علوم نہ سیکھیں تو بے تمیز مبہوت سمجھے جائیں۔ اور
دونوں کا حوصلہ کریں تو اتنا وقت نہیں ؎ ذکر خدا و عشق بتان یا درفتگاں۔ دو دن کی زندگی میں بھلا کوئی کیا کرے ؟
غرض انگریزی عملداری میں ہندوستانی بھلے آدمیوں کی مٹی ہی پلید ہے یہ اونٹ کہیں ایک کروٹ بیٹھ بھی چکے ؎ لہ فارسی
یہ ایک محاورہ ہے یعنی جس طرح بوسہ بہ پیام امکان وقوع نہیں رکھتا اسی طرح اصلاح بدون مواجہ و مشافہہ نہیں دی
جاسکتی غرض یہ ہو کہ اصلاح غائبانہ مبتدی کے حق میں مفید نہیں ؎ تلہ مٹی اٹھاؤ تو بڑے ڈھیر سے مراد یہ ہے کہ علم کا عمل [illegible]

فرصت نہ ہو تو اتنا تو کرو مناسبت عربی باقی رہی تھوڑا تھوڑا بھی کرتے رہو گے تو چند روز میں ایک ذخیرہ ہو جائے گا ورق اور صفحہ نہیں تو دو سطر ایک سطر۔ دن اور گھنٹا نہیں تو منٹ[۱] یا سکنڈ[۲] مفتاح الادب کو خوب سمجھ کر ابھی سے یاد کر چلو ورنہ وہ تمہارے بس میں آنے والی نہیں ہے۔

خط ۱۱

میاں سبحان[۳] بخش

وعلیکم السلام الحمد[۴] للہ علی العافیہ مجکو امید ہے کہ تم خوش دلی کے ساتھ رہو گے اور اگر تمہاری مدد سے میاں بشیر علم حاصل کریں تو یہ ایک ایسا احسان مجھ پر کرو گے جس کی تلافی سوائے شکر گزاری میرے پاس کچھ نہیں۔ علم[۵] شئے بہ از جہل شئے۔ اگر بہلا بہلا کر بشیر کو فارسی پڑھائی تو وہ بھی خالی از منفعت نہیں بشیر کے عادات[۶] اخلاق کی زیادہ نگرانی رکھو کیونکہ دنیا اور دین دونوں کی درستی عادات کی درستی پر موقوف ہے۔

خط ۱۲

بیوی[۷] صاحب کو سلام کے بعد معلوم ہو۔ اس خط میں ایک ایک پرچہ . . . صاحب

۱؎ گھنٹے کا ساٹھواں حصہ ۲؎ منٹ کا ساٹھواں حصہ سکنڈ ۳؎ عربی قواعد صرف نحو کی ایک کتاب مدارس کے مصرف کی ۴؎ مولوی نذیر احمد صاحب جب بلہور ضلع کانپور میں تحصیلدار تھے تو اس شخص کو بشیر الدین احمد کے کھلانے کے لیے نوکر رکھ لیا تھا جب کہ وہ شیر خوار تھے اور یہ شخص بھی سات آٹھ برس کا ہو گا پھر یہ شخص برابر بشیر الدین احمد کی رفاقت میں رہا سعدی نے کیا اچھا کہا ہے ؎ سگ اصحاب کہف روزے چند ÷ پئے نیکاں گرفت مردم شد یہ شخص پڑھ لکھ کر مولوی ہوا اور اب وعظ گوئی سے اپنی معاش پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک لڑکا جواد علی بھی ملازم تھا۔ رہ گیا وہ حیدر آباد کے علاقہ میں تیس چالیس کا منشی ہے اس سے ظاہر ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب کے یہاں نوکروں سے صرف خدمت ہی نہیں لی جاتی بلکہ ان کی تعلیم اور اصلاح حالت پر بھی نظر رہتی ہے اِلکا یہ نمونہ ۵؎ واجب التقلید ہے ۶؎ عافیت پر خدا کی ستائش ہے شئے چیز کے نہ جاننے سے اسکا نہ جاننا بہتر ہے مگر جہان فارسی کا نام ہے مولوی نذیر احمد اسکو حقارت ہی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور سچ ہے دنیا کے اعتبار سے انگریزی کے مقابلہ اور دین کے لحاظ سے عربی کے آگے فارسی ہے بھی قدر ۷؎ والدہ بشیر الدین احمد کو نوکر چاکر اندر باہر بیوی صاحب کہا کرتے تھے ہوتے ہوتے بیوی صاحب ان کا علم ہو گیا اب خاندان کے چھوٹے بڑے سب انکا یہی نام لیتے ہیں۔

کے خط کا ملفوف ہی جس قدر متعلق مطلب نہ تھا اُس کو میں نے سرخی سے قلم زد کر دیا ہی خط کی عبارت فارسی ایسی ہی کہ اُسکو بہ آسانی سمجھو گی ۔ ۔ ۔ صاحب اور بیگم صاحب دونوں کو ابتک منظور ہی تم نے بات کو کھٹائی میں ڈال رکھا ہی ۔ اگر تم کو دلی میں اچھی جگہ ملتی ہی تو دیر کیوں کر رہی ہو ورنہ باہر تو ۔ ۔ کی بات صاحب مجکو بہت پسند ہی اب تم سے کوئی امر مخفی نہیں ۔ صورۃ ۔ ہنر ۔ عادۃ وغیرہ جتنے امور قابل لحاظ ہیں سب تم کو معلوم ہیں پس صلاح مشورہ کر کے رائے کو یکسو کر چکو مگر یہ بھی سمجھ لو کہ یوں تو رہنا جانا باختیار خدا ہی لیکن بنظر ظاہر کوئی امید اس ضلع میں میرے رہنے کی نہیں معلوم ہوتی بہت رہا تو گرمیوں گرمیوں ۔

آخر صاحب زادہ بلند اقبال نے عربی کو بالائے طاق رکھ دیا میری دو برس کی محنت پر پانی پھرنا چاہتا ہی کیا اگر آدھ گھنٹا یا پاؤ گھنٹا ہر روز یا ہفتے میں دو بار یا تعطیل کے دن بشیر عربی پر صرف کرے تو کچھ مشکل ہی مگر نہ کرنا منظور ہو تو سو حیلے اور ہزار بہانے ہیں بھی کالج میں پڑھتا تھا اور یہ سب آفتیں تھیں مگر باہر کا سبق ناغہ ہونے دیا یہ ہر گز بیجا انتظام کرو کہ میاں بشیر پڑھنے میں کوتاہی نہ کرنے پائیں ۔ یکم مارچ سنہ ۱۸۷۶ع

خط ۱۳

بشیر میں تمہارا عربی خط دیکھ کر بہت خوش ہوا ۔ شاباس ۔ شاباش اس تحقیق سے اگر پچاس سبق ہو جائیں تو کیا کہنا ہی بس اکسیر سمجھو میں نے دو گھنٹے کی محنت میں تمہارے اس خط کو درست کیا ہی مہربانی کر کے اس کا کوئی لفظ چھوڑ مت دینا جس لفظ کی تم سند نہ پاؤ یا تسکین نہ ہو اس کو مولوی ۔ ۔ ۔ یا ۔ ۔ ۔ صاحب سے حل کر لو بات یہ ہی کہ معقول شرط طالب العلمی یہی ہی تحقیق ہر زبان اور ہر فن میں پیش نظر رہی تو بشیر اس طرح ایک یا دو سال کا پڑھنا کافی ہی ۔ بشیر صاف لکھو کہ تم اپنی جماعت میں اول نمبر کے لڑکے سمجھے جاتے ہو یا کسی مضمون میں کوئی لڑکا تم سے بھی اول ہی تو محنت کر کے اُس کے برابر ہو جاؤ کھیلتے کھیلتے سبحان بخش سے ذرا سی فارسی بھی کبھی کبھی دیکھ لیا کرو ۔ آخر کو ایک چیز ہی ۔

۳ مارچ سنہ ۱۸۷۶ع

سلہ مولوی بشیر الدین احمد کی منگنی کی بات چیت مراد ہی ۲ے فارسی کی طرف سے کیا بے رخی اور بے اعتنائی ہی ۔

خط ۱۴

آج ایک ہفتہ کے بعد تمہارا خط ملا ہی۔ جو شخص تمہاری طرح ایسے مکان میں رہتا ہو کہ وہاں ساری
ساری دن کان پڑی آواز نہ سن پڑے اُس کو اس بات کا یقین کرانا سخت مشکل ہی۔ کہ
دنیا میں لوگ خط کے منتظر بھی رہا کرتے ہیں ۔

بشیر گو تم اُس قدر تحصیل علم کا شوق نہ ہو جس قدر بہ اقتضائے حالات زمانہ ہو چاہیئے
یا جس قدر میں چاہتا ہوں کہ ہوتا ہم میں کیا جو تم کو جانتا ہی وہ یہ بھی جانتا ہی کہ تم سمجھ دار ہو
تمہاری سمجھ کے بھروسہ پر میں تمکو یہ خط لکھتا ہوں شرم و حیا شرط ادب و جوہر شرافت ہی لیکن
شرم تین قسم کی ہی۔ شرعی۔ عقلی۔ عرفی۔ شادی بیاہ کے بارے میں جو شرم لوگ کیا کرتے
ہیں وہ نہ شرعی ہی نہ عقلی بلکہ محض عرفی یعنی راہ و رسم دنیا کی پابندی ہی۔ تم کپڑا اور کتاب اور
لٹھا یہاں تک کہ ٹوپی اور جوتی یعنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں میں ہمیشہ اپنی ذاتی رائے کامل
آزادی اور بے باکی کے ساتھ ظاہر کیا کرتے ہو پس کوئی وجہ نہیں کہ ایسے امر اہم کی نسبتہ
جس پر تمہارے دین و دنیا کا بناؤ بگاڑ منحصر ہی تم سے رائے نہ طلب کی جائے تم شاید یہ حیلہ
کروگے کہ یہ معاملہ مشکل ہی اور مجھ میں ایسے امور عظیمہ کی نسبت رائے دینے کی قابلیت نہیں سو
رائے طلب کرنے سے یہ مطلب نہیں ہی کہ خواہ مخواہ تمہاری رائے پر عمل بھی کیا جائے بلکہ صرف
اتنی غرض ہی کہ تمہاری طبیعت کا رجحان اور میلان دریافت ہو میں تمہارے بیاہ کی
نسبتہ مستعجل ہوں ہ . . . کے یہاں جو تذکرہ ہوا تھا تم کو معلوم ہی اُن کو بھی انکار نہیں اور
جب اصل سخن میں اتفاق ہی تو چھوٹے اختلافات مہر وغیرہ کے رفع ہو جائیں گے دہلی میں
جہاں اس کی گفت و شنود ہو وہاں کے حالات تم کو بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں پس تم اپنی
رائے بھی ظاہر کرو کہ تم کو کیا منظور ہی اور کس جگہ تعلق پیدا کرنا پسند ہی۔ برخوردار۔ یہ
شرم کی بات نہیں ہی۔ انسان کی خلقت اسی طرح کی ہی مرد اور عورت میں مخالطہ ہو اور ان کی
نسل چلے تم خیال کرو کہ اگر شرم کی بات ہوتی تو میں کیوں پوچھتا۔ میرا یہ اصرار پوچھنا اس کی
دلیل ہی کہ تم کو اپنی رائے ظاہر کرنے میں مضائقہ نہیں کرنا چاہیئے اگر تم کو لوگوں کا خیال
ہی تو اپنی رائے کو اعلان کے ساتھ مت ظاہر کرو اپنی ماں کے کان میں کہہ دو

یا اپنی بہنوں سے بیان کر دیا مجھ کو لکھ بھیجو یا لکھوا بھیجو ۔ ۔ ۔ صاحب کے خطوط برابر چلے آتے ہیں ۔ ایک پرچہ جس میں اُن کا معمولی لفظ ماہتی ہے آپ ہی تمہارے ہنسنے کو بھیجتا ہوں اس پرچے سے بھی اُن کی گرویدگی ظاہر ہوگی ۔ بیٹی والا اس سے زیادہ کیا کرے گا تم لوگوں نے بیچارے کو دُبدھے میں ڈال رکھا ہے ۔ بات کو ٹیک سو کر چکو ۔ بھئی سنو ۔ دُوری پر جو کچھ اعتراض ہو ۔ تم کو دہلی میں ایسا گھر نہیں ملے گا اور اس متانت وزاری کے ساتھ اور اگر ملے تو چشم ما روشن ودل ما شاد[1]

۔ ۔ ۔ صاحب مجھ کو ہر خط میں ملامت لکھتے ہیں کہ تو نے میاں بشیر کو ناحق چھوڑا ۔ تجھ سے بہتر[2] اُن کو پڑھانے والا نہیں ملے گا ۔ میں ہمیشہ اُن کو سمجھاتا ہوں کہ انگریزی میں میاں بشیر بڑا فائدہ اُٹھا رہے ہیں ۔ سو بشیر مجھ کو شرمندہ ست کرنا ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ کے لیے ۔ ۔ ۔ صاحب نے بڑی سرگرمی کے ساتھ اہتمام کیا ہے ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ دونوں کو نوکر رکھ لیا ہے ۔ حق یہ ہے کہ بے چارہ بڑی ہمت کرتا ہے اور اس وقت تک تعلیم بھی عمدہ ہو رہی ہے ۔ سچ کہا ہے تدبیا کرتے کی یعنی علم اُس کا جو محنت کرے ۔ انگریزی بولنے کا کیا حال ہے ۔ تم کو خود بھی تو حال وسابق میں تفرقہ محسوس ہوتا ہوگا ۔ ۔ ۔ تھرڈ کلاس[3] میں ہے ۔ ۔ مشن اسکول میں پڑھتا ہے غرض ہر طرف اور ہر جگہ لوگ کچھ کر رہے ہیں ع فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست ۔ اس ضلع سے علی گڑھ میں بھی بہت سے لڑکے گئے ہیں اور چلے جاتے ہیں ۔ علی گڑھ کی کیا تخصیص ہے شوق ہو تو دیہاتی مکتب آکسفرڈ[4] اور کیمبرج کی یونیورسٹی[5] کا حکم رکھتے ہیں ۔

۸ مارچ ۱۸۸۶ء

خط ۱۵

خط فارسی تمہارا پہنچا ۔ میں تم کو خود چند بار فارسی کی طرف متوجہ کر چکا ہوں ۔ اس میں کیا شک ہے کہ اردو سے فارسی بہ مدارج بہتر ہے ۔ اتنی بات سمجھ لو کہ انگریزی ۔ عربی ۔ فارسی یہ سب دوسرے ملکوں کی زبانیں ہیں ہم کو من حیثیت المعاشرۃ[6] اپنی اُردو کے ۔

---

[1] آنکھ ہماری روشن دل ہمارا خوش یعنی از ین چہ بہتر [2] تیسری جماعت [3] اکسفرڈ اور کیمبرج انگلستان کے دو بڑے دار لعلوم ہیں ۔ [4] دار العلوم [5] بہ لحاظ معاشرت [6]

علاوہ کوئی دوسری زبان درکار نہیں لیکن اردو ابھی حالت طفلی میں ہی یعنی کلہاڈھائی "تین سو برس اسکو پیدا ہوئے گزرے ہوں گے۔ میر تقی اور سودا کے اشعار میں بھی بہت سے الفاظ عجیب پائے جاتے ہیں جو اب متروک[1] و مہجور ہیں جیسے جاگہ بجائے جگہ ستی بجائے سے آتیاں بجائے آئیں وغیرہ۔ شروع میں بھاکا کے الفاظ اردو میں اس قدر کثرۃ سے تھے کہ ابتدائی اردو کا ایک جملہ بھی سمجھ میں نہیں آتا سب سے پہلا اردو یعنی ریختہ گو ولی تھا اسکے اشعار سنو تو ہنستے ہنستے لوٹ جاؤ لیکن یوماً فیوماً اردو کی تہذیب ہوتی گئی یہاں تک کہ میر تقی نے ایسا ریختہ کہا کہ فارسی کو مات کیا سودا اُن کا ہمعصر تھا ازاں بعد ناسخ و آتش کا زمانہ ہوا تو ان کی بولی اور بھی صاف ہی اب آخر میں شیخ ابراہیم ذوق حکیم مومن۔ میرزا غالب اور دبیر و انیس لکھنوی نے نوارد کو خوب ہی رونق دی۔ انگریز کبھی کبھی کچھ توجہ کرتے ہیں کہ اردو کو رونق ہو مگر یہ سینکڑوں برس کے کام ہیں غرض اُردو میں افسوس ہی کہ علم نہیں اور بولی ٹھولی کا بھی وہ لطف نہیں جو عربی فارسی میں ہی شعر عربی کا جب تم کو مزہ ملے گا تو یقین ہی وجد کر دو آدمی پر وجد کی کیفیۃ طاری ہو ہو جاتی ہے۔ مفتی صدرالدین خاں مرحوم کو میں نے دیکھا کہ باین وقار مجمع امتحان میں انگریزوں کے روبرو گانے لگتے تھے علم اور لطف زبان کی جُست وجو میں ہم دوسری زبانوں کے حاجتمند ہیں اور یہی وجہ ہی کہ نری اردو سے کام نہیں چلتا اور چار و ناچار دوسری زبان سیکھنی پڑتی ہی اب دوسری زبان کون سی اختیار کی جائے جس کے ذریعہ سے علم حاصل ہو اور بولی کا مزہ ملے۔ سو بہ خور دارد وہ زبان انگریزی ہی کلام الملک ملک الکلام[2] انگریزوں کی جست وجو انگریزوں کی تلاش و محنۃ اس درجے کی ہی کہ کسی قوم نے اس صفۃ میں ان کی ہمسری نہیں کی اب انگریزی کا یہ حال ہی کہ گنجینۂ علوم ہی۔ یونانی اور عربی اور عبرانی اور سنسکرت اور لیٹن[3] وغیرہ میں جو ذخیرے تھے۔ انگریزوں نے سب اپنی زبان میں جمع کر لیے ہیں اب یہ عجیب بات دیکھی جاتی ہی کہ اصلی زبان میں ان علوم کا پتہ نہیں مثلاً جبر و مقابلہ فی الاصل عربی میں تھا اس کا نام الجبر[4]

[1] متروک و مہجور مترادف ہیں [2] بادشاہ کا کلام کلام کا بادشاہ ہی [3] زبان لاٹینی یعنی نام ہوں [4] پہلے الف لام کا داخل ہونا اسکی شناخت ہی کہ یہ لفظ عربی الاصل ہی۔

اس کا گواہ ہے۔ انگریزوں میں کوڑیوں جبر و مقابلے ہیں۔ عربی میں مجھکو آج تک کوئی رسالہ دیکھنے
کا اتفاق نہیں ہوا اور غالب ہے کہ مصر و روم میں بھی ہونگے تو اب انگریزی کتابوں کے ترجمے
ہوں اصلی کتابیں معدوم اور مفقود اس سے قطع نظر انگریزی زبان حکام وقت ہے اگر اس
میں علوم بھی نہ ہوتے تو اس کا زبان حکام وقت ہونا کافی تھا کیونکہ اس صورت میں وہ ذریعہ
رسائی رہی۔ غرض جس جس پہلو سے دیکھا جاتا ہے سب سے مقدم انگریزی اس کے
بعد عربی اس لیئے کہ وہ کلاسیکل ہے۔ فصاحت اور بلاغت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور سب سے
بڑی بات تو یہ ہے کہ عربی شعار اسلام ہے میرے نزدیک جو مسلمان[1] عربی نہیں جانتا وہ نام کا مسلمان

---

[1] جس طرح ملائی درجن اسی طرح ... کی کوڑی ... سچ تو یہ ہے قرآن عربی اور آخر کار ان شاء اللہ جنت میں بھی عربی ہی بولنی ہوگی جو عربی نہیں
جانتا وہ مسلمان کاہے کا۔ اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ بے عربی جانے آدمی قرآن سے پورا پورا فائدہ حاصل نہیں کرسکتا اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ نظم قرآن
معجز ہے کی تصدیق بدون عربی کے کیونکر ہو سکتی ہے عربی بے شبہہ دوسرے ملک کی زبان ہے اور اس کا سیکھنا بھی اشکال سے خالی نہیں مگر فی الواقع وہ اتنی مشکل
نہیں جسقدر لوگوں کی بے تدبیروں نے اسکو مشکل بنا رکھا ہے اوسط درجے کے ذہن کا آدمی وسط درجے کی محنت کرے تو دو برس میں اچھی خاصی طرح عربی عبارت کے
پڑھ لینے پر قادر ہو جا سکتا ہے بشرطیکہ صرف نحو کے سیدھے سیدھے مسئلے سیکھنا چاہے اور مولویوں کی منطقانہ کج بحثی سے قطع نظر کرے مولوی نذیر احمد صاحب
کے خطوط میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ انھوں نے بیٹے کو اردو زبان میں عربی کی صرف نحو پڑھائی اور دو برس میں مولوی بشیر الدین احمد عبارت عربی کے پڑھ
لینے پر قادر ہو گئے اور قرآن کے معنی سمجھنے لگے لیکن یہ ایک سخت مصیبت ہے کہ لوگ پرانی طرز تعلیم کو بدلنا نہیں چاہتے نتیجہ یہ ہے کہ صرف و نحو کی مشکلات
دیکھ کر لوگ عربی سیکھنے کا حوصلہ نہیں کرتے اور زبان عربی ہے کہ مسلمانوں میں سے مٹتی چلی جاتی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو عن قریب وہ وقت آجائیگا
کہ لوگ الحمد کی جگہ الجمد اور الحمد پڑھنے لگیں گے اور اس پر لڑیں گے عربی کو ہندو یا عیسائی یا پارسی تو سنبھالنے سے رہے ہندستان
کی ملکی زبان یہ نہیں دنیا کا کوئی کام اس پر بند نہیں پس ہندستان میں عربی سنبھلنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ مسلمان تقاضائے
مذہب اسکی حمایت و رعایت کریں اب مسلمان اتنی بات خود سوچ سکتے ہیں ان کی موجودہ بے توجہی پر عربی ٹھیر بھی سکتی ہے یا نہیں
ہمارے سمجھنے میں تو عربی گئی اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ مسلمانان ... برکتاب انا للہ وانا الیہ راجعون
اول تو ہمارے نزدیک عربی کچھ ایسی مشکل نہیں اور فرض کیا کہ مشکل ہے بھی تو اے بندگان خدا دنیا کے لیئے کیسی کیسی زحمتیں اٹھاتے ہو
انگریزی پڑھتے ہو قانون یاد کرتے ہو اور ہزاروں طرح کے ناچ ناچتے ہو یارو عربی کو دین کے لیئے خدا رسول کے لیئے اپنی عاقبت کے
سنبھالے ہو عربی گئی اور اب اس کے جانے میں کسر ہی کیا رہ گئی ہے تو سمجھو کہ دین گیا ایمان گیا اور دین و ایمان کے ساتھ دنیا کی فخر و امتیاز
غرض یہ کہ عربی کیا گئی گویا ہماری فصاحت ہماری بلاغت ہمارا علم ادب سب گیا۔ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۱۲

ہے۔ سب کے بعد فارسی وہ بھی اس وجہ سے کہ ہماری اردو میں فارسی کی ترکیبیں بہت ہیں اور
فارسی کے بدون تکمیل اردو ممکن نہیں تحصیل کلام فارسی کو اتنا دیکھو کہ اصل مطلب فوت نہ ہو یہ کون
کہے کہ فارسی کچھ نہیں علم فیہ بہ از جہل شے اگر کسی کو موقع ملے تو اس کو سنسکرت اور ترکی اور پشتو اور
چینی زبانوں کا سیکھنا تضیع اوقات سے بہتر ہے۔ تم تکمیل انگریزی پر اپنی تمام ہمت صرف کرو فارسی کو لہو و لعب
کے عوض سمجھو لیکن فارسی میں بہا ہزاروں الفاظ عربی کے ہیں اُن کو نظر انداز مت کرو تحقیق عجیب
چیز ہے جو کچھ تحقیق کے ساتھ کرو۔

اصلاح کے متعلق یہ بات ہے کہ بہت ہی مثل اُس لڑکے کے ہے جو چلنا سیکھتا ہے اور اصلاح دہندہ
اس کو چلنا سکھاتا ہے ہم لوگ بچوں کو انگلی پکڑا دیتے ہیں لیکن چلنے کا سارا بوجھ لڑکے پر ڈالتے ہیں مگر فرض
کرو کہ بجائے انگلی پکڑا دینے کے ہم لڑکے کو اٹھا دیں اور خود دوڑے دوڑے پھریں
تو اس سے لڑکے کو کیا فائدہ ہوگا۔ اصلاح دہندہ اگر خود ساری عبارت لکھ دے
مبتدی کو کچھ نفع نہیں۔ بڑی اصلاح شوق ہے۔ جی کو لگی ہوتی ہے تو آدمی وہ نکالتا ہے جو اُستاد
کو نہ سوجھے گی

.. کہاں ہیں آجکل چودھری الہ آباد میں ہوں یا پھول پور میں نے اس غرض سے پوچھا
کہ شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔ اگرچہ اصلی مدد خدا کی چاہیئے لیکن قرابت مندی ایسی ہی دن کے لیئے
ہوتی ہے۔ سالی اور بہن لفظ دو ہیں اور معنی واحد ... کے مجھ پر حقوق ہیں اور مجھ کو اُن کی
مصیبت سے رنج ہوتا ہے

یہ تو طے ہو گیا کہ بندوبست میں وہاں صاحب رہیں اور مجھ کو ضلع ملے علی گڑھ کا نام سن کر
بورڈ نے کہا کہ نذیر احمد بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ اُس کو بے نمبر ترقی ملی اب کیا ضرورت
کہ ضلع بھی اُس کو اُسی کی تعین سے ملے غرض جواب صاف ع یہ راحت ملی ایسی محنت کے
بعد میں علی گڑھ کو لے کر کیا کرتا نہیں تو انشاء بہ خدا صرف تمہارے لیئے کہ تم کسی طرح پڑھو
بشیر، تم چار پانچ برس لگ لپٹ کر محنت کر ڈالو تو کچھ بات نہیں۔ پھر ان شاء اللہ ساری عمر
اس محنت کا فائدہ اٹھایا کرو گے۔ میں نے جس بے سرو سامانی سے پڑھا تمہاری ماں اُس کی گواہ
ہیں اُنھیں سے پوچھو کہ مجھ کو اطمینان سے سونا حرام تھا یہ محنت ایک حیلہ ہو گئی۔ اور

خدا نے مجھ کو افلاس اور بے قدری کے عذاب سے نجات دی تم بھی کبھی اپنی حالت کو میری اُس حالت سے مقابلہ کیا کرو اب جو میں سست اور کاہل ہو گیا ہوں تو اس وجہ سے کہ کوئی اختیاری تدبیر باقی نہیں ورنہ اس پیری میں بھی میری کتاب بینی جوان ہی بار بار امتحان و کاوش کو جی للچاتا ہے۔ لیکن بیس برس کی خدمت اور تعزیر پر نظر کر کے ہمت قصور کرتی ہے اب جو مجھ سے رہ گیا ہے تم کر دو۔ ع۔ اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ انگریزی کا انتظام ابھی خاطر خواہ تم نے نہیں کیا گرامر کے قواعد مستحفظ ہوں اور جو پڑھو سو از بر اصلاح دینے والا کوئی آدمی با استعداد ہو اور ہر وقت ایک دُھن لگی رہے تب جانو کہ انگریزی آئی اور انگریزی کی کیا تخصیص ہر علم کا یہی حال ہے لفظ اُس اور اِس کی بابت میں تمکو لکھنے والا تھا۔ حرکات بالحروف اردو میں نہیں تو اوس بالواو کیوں ہو اور اوس ہو تو اس کی جگہ ایس کیوں نہ ہو اسی طرح اُٹھانا وغیرہ لیکن ایک غلط دستور واؤ لکھنے کا رواج پا گیا ہے۔ تم چاہو دستور غلط کی تقلید کرو یا پابند صحت ہو کر ترک واؤ کا التزام رکھو۔ ۱۲ مارچ ۱۸۶۷ء

خط ۱۶

تمہارے خط کو جس میں تم نے . . صاحب کے خاندان کی نسبتہ اپنی پسندیدگی ظاہر کی ہے میں نے بہت خوشی سے پڑھا۔ شاباش۔ آزادی اور معقول پسندی اسی کا

---

[1] مولوی نذیر احمد صاحب کا طریق عمل دانشمندانہ اور اس قابل ہے کہ ہمارے ملک کا ہر ایک باپ اس کو اختیار کرے مذہب اسلام میں تو بھی کچھ ہے ایجاب و قبول بھی پسند و انتخاب بھی ہے رضامندی بھی مگر وہی مثل ہے کہ ہاتی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور یہ ساری باتیں کتابوں میں لکھنے کے لیئے ہیں عمل درآمد میں کہیں ان کا شائبہ گمان نہیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے باصرار بیٹے کو اظہار رائے پر مجبور کیا (دیکھو خط ۱۴) نوجوان بیٹا بقول سعدی - در ایام جوانی چنانکہ افتد و دانی حسن صورۃ پر ریجھا تو مولوی نذیر احمد صاحب نے سمجھا کر بیٹے کو شورش کو فرو کیا کہ یہ تعلق مرنے بھرنے کا ہے حسن صورۃ کے علاوہ دین داری ہنرمندی نیک دلی اطاعۃ شعاری بہت سی باتیں جمع ہوں تو راحت کی توقع کیجائے آخر کار مولوی نذیر احمد صاحب نے بڑی چھان بین کے بعد بیٹے کو مولوی حاجی نواب قطب الدین خاں مرحوم کے یہاں بیاہا اور جس طرح بیٹے کی تعلیم میں اہتمام کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اسی طرح ان کے لیے بہتر سے بہتر بی بی کے بہم پہنچانے میں حق سعی ادا کیا۔

نام ہے۔ مجھ کو بھی تمہاری رائے سے اتفاق ہے اور بات ابھی لگا رکھی ہے اور چوں کہ یقینًا ۔۔ صاحب
کو تم سا آدمی مل نہیں سکتا۔ ہم کو عجلت کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ جب تک ہماری طرف سے جواب
صاف نہ ہو وہ لڑکی کہیں جا نہیں سکتی۔ لیکن ایسے معاملات میں جملہ اطراف وجوانب پر نظر کر لی
ہوتی ہے۔ ۔ صاحب کے گھر کا دستور کچھ عجب طرح کا ہے۔ نو برس ہوئے کہ زن و شوہر میں کچھ تعلق
نہیں۔ اس کا اثر اُن کی اولاد پر بہت ہی زبون ہو رہا ہے۔ اُن کو نہیں دکھایا جاتا کہ تعلق زن
و شوئی کیا ہے اور اس تعلق سے کیسے کیسے حقوق ایک کے دوسرے پر ثابت ہوتے ہیں اُن
کی طرز ماند و بود ہماری طرز ماند و بود سے اس قدر مختلف ہے کہ جو اُن کے یہاں ہنر ہے۔ اُس کو
ہم لوگ عیب سمجھتے ہیں ع انچہ فخر تست در گفتار آں ننگ من ست یہی بے تعلقی اگر خدا
نخواستہ ہمارے یہاں ہو تو گھر ایک دم نہ چلے۔ ضرور ہے کہ مفارقہ ہو جائے پھر صورتوں کا
سوچ بچار غضب ہے۔ اُن کو صرف اپنی صورتوں پر ناز ہے بلکہ دنیا کو بدصورت سمجھتے اور بد
صورتوں سے نفرتِ قلبی رکھتے ہیں۔ جب مزاج کی یہ کیفیت ہو تو واقع میں ایک دن کا نباہ نظر
نہیں آتا۔ پھر وہ ایک کوڑی نہیں گھٹائیں گے۔ سیمسن[1] صاحب بے چارے تو تخفیف مصارف
شادی کی فکر میں تھے وہ بھی پیش رفت نہ گئی۔ مہر سے اُن کو بحث نہ تھی اور سچ یہ ہے۔ کہ
ہمارے انتظام خانہ داری بے ہماری آمادگی کے درست ہو نہیں سکتے گورنمنٹ کو کیا دخل
تاج۔ آتش بازی۔ اور دنیا بھر کی تفضیح ممکن نہیں کہ نہ ہو۔ جس طرح مولوی[2] ۔۔ کا خاندان خفیفۃ
مرگ سے واقف نہیں ۔۔۔ صاحب کا خاندان نہیں جانتا کہ پردیس کیا چیز اور جہاں تک
مجھ کو بیگم صاحب کا حال معلوم ہے وہ بیٹی کو جدا نہیں کریں گی گو اس وقت منہ سے کہیں
لیکن جب پالکی ڈیوڑھی پر آن کھڑی ہو گی تب حقیقۃ کھلے گی۔ بے شک زن و شوہر میں اتحاد ہو
تو ماں باپ کا کچھ زور نہیں لیکن تخالف صورۃ تخالفِ مزاج۔ تخالفِ عادت کے ہونے

[1] اُن دنوں جب کا یہ خط ہے اعظم گڑھ میں کلکٹر تھے ؛ [2] اس سے ایک مولوی صاحب مراد ہیں جن کے خاندان میں بڑی بڑی
عمروں کے لوگ موجود تھے اور اتفاق سے ان کے یہاں موت بہت کم ہوتی تھی ان کی عورتیں کسی کے یہاں پرسے کو جاتیں تو
تکلف بھی رو نہ سکتیں مجھکو ان کا نام معلوم ہے مگر ظاہر کرنا کیا ضرور ہے اب سنا کہ اس خاندان میں بھی دوسرے خاندانوں
کی طرح لوگ مرنے لگے۔ [3] رسوائی۔

اس اتحاد کا ہونا موہوم۔ بچہ حُسن کی مثال ایسی ہی جیسے عمدہ کھانا جس نے نہیں کھایا اس کا جی للچاتا ہی اور جو زور کھائے وہ اُس کی مطلق قدر نہیں کرتے میں نے۔ ۔ ۔ کو نہیں دیکھا مگر سنا ہی کہ اب بھی وہ شہر میں اپنا جواب نہیں رکھتی لیکن۔ ۔ ۔ صاحب کا برتاؤ اُن کے ساتھ کیسا ہی۔ دہلی میں بیشک اکثر جگہ ویسا ہی لیکن خدا کی قسم ایک ہمارے گھر کی عورتیں ہیں کہ ہر طرح کی عمدگی اُن میں ہی پاکدامنی۔ دین داری۔ ہنر خانہ داری۔ شوہروں کی اطاعۃ و فرماں برداری۔ نیک دلی کفایتہ شعاری۔ اور ان باتوں کے ساتھ اسقدر پڑھنا لکھنا جو ہماری سوسائٹی کی حالت موجودہ کے لحاظ سے عورتوں کو ضرور ہی کیا ہی جو انمیں نہیں مطلب یہ ہی کہ دہلی میں بھی جستجو کی جائے شاید کوئی اچھی لڑکی مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ تم کو زیادہ آسائش پہنچائیگی بعض عورتوں کے حالات پر نظر کر کے مت ڈرو۔ دہلی میں ہزاروں خاندان ہیں۔ اگر زن و شوہر میں موافقۃ نہ ہو تو دنیا کا انتظام کیوں کر چلے مجھ کو صرف تمہارا منشائے خاطر معلوم کرنا تھا سو ہوا تم اس بات کو اپنے ذہن میں مت رکھو مجھ کو اور اپنی ماں کو اس کا فکر و انتظام کرنے دو۔

خط ۱۷

اجی حضرۃ! انگریزی میرے نزدیک گرتی جاتی ہی کچھ تم کو اس کی پرواہی یا نہیں فارسی ہو چکی عربی نری الف لیلہ سے کیا ہوتا ہی۔

۔ ۔ ۔ نے ایسی بالیاں کس لیے بنوائیں جن کو کان برداشت نہیں کرسکتے کیا یہ کہاوت اِن کے کان تک نہیں پونہچی بھٹ پڑے (بھاڑ میں جائے) وہ سونا جس سے ٹوٹے کان۔ عورتوں کے زیوروں میں ہاتھ پاؤں گلے کے زیور سب پسندیدہ ہیں۔ زینۃ بے زحمتہ۔ اور کان ناک میں سوراخ کرنا زمان جاہلیت کی ایک رسم ہی کہ چلی جاتی ہی۔

میاں بشیر۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ امسال گرمی زیادہ سخت پڑیگی کوئی ہلکی سی تبرید پیا کرو پانی میں تھوڑا کیوڑہ بڑی تفریح کا باعث ہی۔ بافراط محرک نزلہ ان اطراف میں آب و ہوا اچھی نہیں۔ چیچک۔ تپ۔ بلکہ ہیضہ بھی ہی غازی پور فیض آباد میں زیادہ شورش سنی جاتی ہی۔ اعتدال کے ساتھ آسائش جسمانی کا حاصل کرنا ضروریات سے ہی۔ خصوصًا گرمی اور برسات کے دو موسم ردی ہوتے ہیں احتیاط رکھنی چاہیئے ۔ ۱۳- اپریل ۱۸۷۶ء

خط ۱۸

خط جس میں اطلاع ولادۃ مندرج ہی لو پہنچا۔ مجھ کو لڑکیوں کے بارہ میں کیا سمجھاتے ہو مجھ کو تو مطلق اولاد سے افسردہ دلی ہی تم جیو اور خدا تم کو صالح و نام آور و با اقبال کرے پھولو پھلو مجھ کو دوسرا بیٹا درکار نہیں ... اور ... اپنے گھر دار میں آباد ہوں اُن کو خوشی ہو۔ مجھ کو بیٹیوں کی تمنا نہیں تمہارے آنکھوں دیکھے۔ ظہیر۔ نصیر۔ حسینہ۔ دو توام لڑکے اور ایک ڈھیلے کتنے ہوے اور مر مر گئے۔ ع کس کس کا رنج کھینچے کس کس کو روئیے۔ فرقۂ نسوان عموماً اور ہندوستانیوں کی عورتیں خصوصاً کیسی تباہ حالت میں ہیں کیا تم ... کی مصیبت پر نظر نہیں کرتے۔ پھر بھلا کوئی عاقل لڑکیوں کے ہونے پر خوش ہو سکتا ہی وہ جو وعید والی ہی اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ[1] یہ سب انسداد دخترکشی کے لیے تھا جس کا عرب میں بہت رواج تھا۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ[2]

جب مجھ کو اور تم سب کو اُس کی حیاۃ و ممات کی طرف سے اطمینان نہیں تو ایسے مہمان چند روزہ کی نسبت خوشی و ناخوشی کا کیا محل ہی لَهَا مَلَكٌ يُّنَادِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ[3]۔ خداوند کریم نے اپنے فضل سے مجھ پر بسط رزق بہت کچھ کیا ہی اور میں بہت بہت اُس کی نعمۃ کا شکرگزار ہوں اگر دس لڑکیاں ہوں تو مجھ پر دو بار نہیں مگر ہوں اور صاحب نصیب ہوں نہ یہ کہ جب قوۃ تکلم پیدا کیں اور دلوں کو فریفتہ کرنے لگیں تو کنار اور چھوڑ کر آغوش لحد میں جا کر سوئیں یا جئیں تو ... کی سی اسوء الحیوۃ جئیں۔ اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ۔ بڑی مبارک باد یہ ہی کہ تمہاری والدہ نے جان بری حاصل کی

---

[1] جب اُن میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوش خبری پہنچے تو منہ اُس کا رنج و غیظ کے مارے سیاہ پڑ جائے اپنے لوگوں سے بیٹی کی برائی کی شرم سے چھپتا پھرے آیا وہ اُس کو زندہ چھوڑے اور ذلت قبول کرے یا مٹی میں اُس کو دبا دے [2] اور جب زندہ گاڑی بیٹی پوچھی جائے کہ تو کس گناہ پر مار ڈالی گئی [3] دنیا کا ایک فرشتہ ہی جو روز منادی کرتا ہی کہ تو موت کے لیے پیدا ہوا اور ویرانی کے لیے تعمیر کر [4] اپنے غم و رنج آشکار و نہاں کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں۔ اقتباس از کلام مجید

اب اُن پر تاکید کرو کہ یہ کم بخت دولت کیا ہو کچھ تو لپنے تن بدن کو لگائیں۔ نام تجویز کرتے مجھ کو تامل ہوتا ہی یہ کم نصیب جلد جلد مرتے اور میرا نام بھی خراب کرتے مجھ کو ابو المحامد و محمودہ کا سخت قلق ہی کیسے پیارے نام تھے اس لڑکی کی کیا تخصیص تھی۔ خدا کے فضل سے میرے یہاں سب روحیں مبارک قدم تھیں۔ اس لڑکی کی آمد کے ساتھ مجھکو علم ہیئۃ کی کتاب پر پانسو روپیہ انعام ملا جس کی مطلق توقع نہ تھی۔ اول تو میں اس کتاب پر چارسو پا چکا تھا۔ پھر یہ مال بھاون صاحب کا کہ اُن کی وفات کی وجہ سے لاوارث ہوگیا اور بڑا خدشہ یہ تھا کہ ہمارے بالفعل کے لفٹننٹ گورنر بہادر انعام کے مخالف ہیں اور جب سے زمام حکومت ان کے ہاتھ میں ہی شاید ہی ایک انعام دیا ہی وہ بھی انعام کے نام سے نہیں بلکہ کاپی رائٹ اپنی حق تصنیف خرید کیا ہی لیکن مجھ کو روپئے سے مطلب ہی چاہے انعام ہو یا حق ترجمہ کے دام بھی چاہتا ہی کہ یہ انعام مُقارِنِ ولادۃ واقع ہوا ہی بھیج دوں مگر روپیہ اعظم گڑہ میں ملے گا لہذا اوائل مئی میں بھیجوں گا۔ اسی پانسو میں ہاتھ پاؤں کا زیور پورا کیا جائے اور غالب ہی کہ کافی بلکہ کافی سے زیادہ ہو۔

بشیر۔ میں تمہارے امتحان کے نتیجے کا منتظر ہوں نہ صرف نتیجے کا بلکہ اس کا بھی کہ تم سے جواب دینے میں کیسی کیسی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اکثر فہم سوال میں غلطی ہوتی ہی۔ بڑی بات تو یہ ہی کہ عبارت سوال کو بغور دیکھکر سمجھا جائے کہ مستفسر کیا پوچھتا ہی۔ پھر بسا اوقات لوگ اظہار علمیتہ کی نظر سے فضول باتیں لکھتے چلے جاتے ہیں[1] اینڈ دی مور یو ٹاک دی مور یو آر تمہارا یہ پہلا امتحان ہی۔ ابھی سے اپنے تئیں سنبھالو تم مجھکو بیٹوں اور بیٹیوں کی طرف متوجہ کرتے ہو اور مجھ کو ہر دم و ہر لحظہ تمہارے خیال سے فرصت نہیں۔ تم ماشاء اللہ نقد ہو اور یہ نسیہ یعنی قرض اور کیا تم نے نہیں سنا کہ نقد را بہ نسیہ[2] گزاشتن کار خردمنداں نیست۔ لڑکیاں آخر کی بھرتی ہیں جن سے سوائے تکلیف کے کچھ توقع نہیں۔ مجھ کو خوف ہی کہ یہ روح جدید العہد کچھ نہ کچھ تمہارا وقت ضرور صرف کرائے گی۔ تم اس کے ساتھ کھیلو مگر بہت تھوڑی دیر۔ کریم انگریزی عربی سے

---

[1] مولوی بشیر الدین احمد کے ماموں مولوی عبدالحامد ڈپٹی کلکٹر کے بیٹے اور بیٹی کے نام ہیں جو شیر خوارگی میں مرگئے تھے اور جس قدر زیادہ بکوگے زیادہ کھاکر وگے
[2] نقد کو ادھار پر چھوڑنا عقلمندوں کا کام نہیں۔

تم نے قطع نظر کر رکھا ہے اور میں ہمیشہ اُس کی ضرورت تم پر ثابت کرتا رہا ہوں کوئی استاد انگریزی
داں صاحب استعداد اصلاح انگریزی کے واسطے اب تک تجویز نہیں ہوا۔ یہ تمہاری ملن ساری کا
حال ہے۔ والد تمہارا۔ ۱۸- اپریل ۱۸۷۶ء روز سہ شنبہ

خط ۱۹

میں تمہارے اس خط کے پڑھنے سے مطلق خوش نہیں ہوا میں شروع سے کہتا تھا کہ شیر
محصّل کا یہ کام ہے کہ جو یوماً فیوماً پڑھے [۱] اسکو ضبط کرتا جائے اور ہر وقت امتحان کے لیئے آمادہ
رہے۔ نہ یہ کہ جو پڑھے مقابل کے . . کی طرح توپ دیا۔ اب یہ عذر کہ مجھکو امتحان کی خبر صرف دو دن
پہلے ہوئی۔ عذر بدتر از گناہ ہے [۲]۔ تم کو اس کا بھی استحقاق نہیں کہ دو منٹ پہلے
تم کو خبر ہو۔ [۳] یو مسٹ بی ریڈی ایٹ اے مومنٹس نوٹس۔ تم دو دن کو غنیمت نہیں سمجھتے
پھر جواب جو میں دیکھتا ہوں ہرگز پورے نمبر کے لائق نہیں۔ تمہاری یادداشت ایسی ہے
جیسے کوئی بھولا ہوا خواب بیان کرے مثلاً ممتحن پوچھتا ہے کہ لم کیا عمل کرتا ہے۔ تم جواب دیتے
ہو کہ آخر سے حرفِ علۃ ساقط کر دیتا ہے اور آخر میں ساکن کرتا ہے" یہ نرا مہمل جواب ہے لم کا اصلی
عمل ہے اسکان الآخر۔ اُس کا ظہور تین طور سے ہوتا ہے۔ اگر آخر میں نَ اعرابی ہے تو حذف نون بھی
اسکان الآخر ہے۔ اور اگر آخر میں حرف علۃ ہے تو حذف حرف علۃ ہی اسکان الآخر سمجھا جائے گا۔
ورنہ حذف حرکۃ حرف آخر سے اسکانُ الآخر ہوگا۔ کہاں یہ جواب اور کہاں تمہاری بکواس
تمہارا گھر کا ترجمہ دَارُکُمْ یا بَیْتُکُمْ یا دَارُکُنَّ یا بَیْتُکُنَّ ہونا چاہیئے۔ لفظ تمہارا سے کیوں کر جانا
کہ مخاطب مذکر ہے اور جب مفرد کو بہ تعظیم خطاب نہ کریں تو دارکَ یا دارکِ بھی ترجمہ ہو سکتا ہے تم ضمائر
اُردو سے مذکر و مونث کا امتیاز کر نہیں سکتے۔ اُن کے بیٹے کا ترجمہ اِبنُھُم غلط اَبناؤُھُم
صحیح۔ بیٹے اور بیٹا میں کچھ فرق ہے یا نہیں۔ قُلنَ تم لکھتے ہو دو جگہ اور وہ ہے تین جگہ۔ (۱) جمع
مونث غائب ماضی معروف (۲) جمع مونث غائب ماضی مجہول (۳) جمع مونث حاضر امر معروف
اصل اِن کا قَوَلْنَ۔ قُوِلْنَ۔ اُقْوُلْنَ ہے۔

---

[۱] بلی کا قاعدہ ہے کہ اپنی نجاست کو دبا دیا کرتی ہے [۲] یعنی گناہ تو خیر گناہ تھا ہی اُس پر عذر نامعقول کرنا گناہ سے
بھی بڑھکر ہے۔ [۳] تم کو دم کے دم میں مہیا رہو جانا چاہیئے یعنی ہر لحظہ آمادہ رہنا چاہیئے۔

اگرچہ امر کا قاعدہ تم نے نہیں لکھا مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا جواب
ضرور غلط اور ناتمام ہوگا۔ مستفسر نے امر میں حاضر کی تخصیص نہیں کی تو جواب میں امر حاضر و غائب
دونوں کا قاعدہ لکھنا ضرور ہوا کہ امر دو طرح کے ہیں حاضر و غائب۔ حاضر میں (۱) واحد مذکر حاضر
(۲) تثنیہ مذکر حاضر (۳) جمع مذکر حاضر (۴) واحد مونث حاضر (۵) تثنیہ مونث حاضر
(۶) جمع مونث حاضر چھ صیغے ہیں جن کے بنانے کا ایک قاعدہ ہے اور غائب میں چھ غائب
کے اور دو متکلم کے اور از بس کہ امر متکلم کے صیغے امر غائب کے صیغوں کی طرح بنتے ہیں امر متکلم
کے صیغوں کو تغلیباً امر غائب میں داخل کر دیا۔ کیا امر حاضر اور کیا امر غائب آخر صیغے
دونوں کا حال یکساں ہے کہ (۱) تثنیہ مذکر غائب (۲) تثنیہ مونث غائب (۳) تثنیہ مذکر
حاضر (۴) تثنیہ مونث حاضر (۵) جمع مذکر غائب (۶) جمع مذکر حاضر (۷) واحد مونث حاضر
سات صیغوں سے نونِ اعرابی ساقط اور نونِ اعرابی آخر میں نہیں تو حذف حرکۃ حرف آخر
یعنی اسکان بہ شرطیکہ آخر میں حرف علۃ نہ ہو ورنہ حذف حرف علۃ اول صیغہ میں جو تصرف
کرنا ہوتا ہے وہ امر حاضر و غائب میں مختلف ہے۔ امر غائب میں لام مکسورہ اول میں لگانا ہوتا ہے
اور امر حاضر میں پہلے حذفِ علامۃ مضارع یعنی ت پھر بعد حذف التاء اگر متحرک ہے تو آخر
میں عمل لم اور اگر بعد حذف التاء ساکن ہے تو ابتدا بالسکون زبان عرب پر دشوار ہے اُس
کے رفع کرنے کو ہمزۂ وصل کہ وہ ملانے کی حالۃ میں لفظاً گر جاتا ہے اور کتابۃ میں باقی رہتا ہے
شروع میں لاتے ہیں اور حرکۃ ہمزہ تابع حرکۃ عین کلمہ ہوتی ہے لیکن عین مفتوح و مکسور دونوں کے
لیئے ہمزہ وصل مکسور ہوتا ہے۔ یہ ہے پورا پورا قاعدہ امر کا۔ اب غور کرو کہ یہی تم نے لکھا ہرگز نہیں
تمہارے انگریزی کے جوابوں سے بھی بدحواسی اور عجلۃ ظاہر ہے یہ نہیں کہ مستفسر کی بات پر
خوب غور کر کے اور اطراف و جوانب پر اچھی طرح نظر ڈال کر ایک تُلا ہوا جواب دیا جائے مجھ کو
تم نے سمجھ لیا ہے کہ اس کی عادۃ بکنے کی ہے۔ خدا خود تمہارے دل میں ڈالے کہ اگر ایک
امتحان بگڑا تو خیر اگلے امتحانوں کے لیئے ایسی آمادگی کرو کہ ہر سال کا نمبر کامل حاصل ہو
تمہارے سوالات آخر کسی ممتحن نے دیکھ کر اُن پر نمبر لگائے ہوں گے۔ انھی سے پوچھو
کہ کیوں جناب میرے جواب میں کیا نقص تھا اور اپنے اس استفسار کی غرض اُن پر ظاہر کرو کہ

میں صرف اس مطلب سے پوچھتا ہوں کہ امتحان آیندہ میں غلطی نہ کروں۔

کیوں جی کانپور میں کہاں کالج ہی۔ البتہ وہ ملتقی[1] ہی دو ریلوں کا اور غدر میں جو انگریز مارے گئے اُن کا مموریل گارڈن[2] وہاں بنا ہی۔ بٹھور ایک قصبہ ضلع کانپور میں ہی وہ بڑا تیرتھ ہی راجہ رام چندر نے وہیں علم حاصل کیا اور وہاں ہر سال بڑا میلا ہوتا ہی۔ الہ آباد میں گنگا جمنا کا سنجوگ ہی۔ اکبر کا قلعہ وہاں اور آگرے میں مشہور ہی۔

خلاصہ یہ کہ میں نے تمہارے جواب پسند نہیں کیئے۔ اب جو نمبر تم کو وہاں کے ممتحن دیں اُن سے مجھ کو ضرور اطلاع دو اور لکھو کہ تم اپنی کلاس میں کیسے رہے۔ بڑا گر یہ ہی کہ جو پڑھو تحقیق سے پڑھو اور یاد رکھو خصوصاً اگر یہ کہ جس قدر ضروری ہی اُسی قدر تم اُس سے بے پروائی رکھتے ہو۔ ایک بڑا خوف یہ ہی کہ لکھکر نظر ثانی کرنے کی تمہاری عادت نہیں ہم لوگ تو اپنے جوابوں کے مسوّدے لے آتے تھے اور اُن کو کتابوں سے لا کر ملا لیتے تھے۔ بھلا خیر اگر ضیق وقت کی وجہ سے مسودہ نہ کر سکو تاہم جواب کو بہ غور دیکھنا ضروری ہی میں تمکو کسی قدر معذور بھی سمجھتا ہوں کیوں کہ یہ تمہارا پہلا امتحان تھا۔ یقین ہی کہ ان شاء اللہ تمہارے آیندہ امتحان عمدہ ہوں گے بہ شرطیکہ امتحان کا بُرا ہونا یا کسی ہم جماعت سے گھٹ کر رہنا تمہارے نزدیک موجب بے غیرتی ہو بھئی میرا تو یہ حال تھا کہ امتحان بگڑا تو مدتوں مجھ کو ملال رہتا تھا نَحْنُ رِجَالٌ وَّهُمْ رِجَالٌ[3] سب کہا کہ کوئی ہم سے اچھا ہو۔ ضرور ہمارا قصور رہتا ہی۔ اور اگر ایک دفعہ کوئی بازی لے گیا تو دوبارہ کیوں لے جائے لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ[4]۔ سچ کہا ہی عِنْدَ الْاِمْتِحَانِ یُکْرَمُ الرَّجُلُ اَوْ یُهَانُ[5] معزز وہ ہیں جن کو امتحان میں کامیابی نصیب ہی۔ دہلی میں تمہاری تضییع وقت کے بہت سامان ہیں مگر پڑھنے لکھنے میں تمہاری مدد کچھ نہیں اور جو ہی اُس سے مستفید ہونے کا تم کو سلیقہ نہیں متنبی کے چند شعر لکھتا ہوں سہل ہیں جب تم کو امتحان سے پوری فرصت ہو تو ان کا حل لکھو مگر بے مدد غیرے

---

[1] ملنے کی جگہ۔ سنجوگ۔ [2] یادگار باغ [3] ہم بھی مرد ہیں اور وہ بھی مرد مرد برابر ہیں [4] ایمان والا آدمی ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ ڈسا نہیں جاتا یعنی پہلی ہی خطا پر متنبہ ہو جانا دلیل عقلمندی ہی [5] امتحان کے وقت کھلتا ہی۔ کہ یہ آدمی قابل عزت ہی یا ذلت۔

صَحِبَ النَّاسُ قَبْلَنَا ذَا الزَّمَانَا[1] ‏ وَعَنَاهُمْ فِی شَانِهٖ مَا عَنَانَا

فَتَوَلَّوْا بِغُصَّةٍ کُلُّهُمْ مِنْهٗ ‏ وَاِنْ سَرَّ بَعْضُهُمْ اَحْیَانَا

رُبَّمَا تُحْسِنُ الصَّنِیْعَ لَیَالِیْہٖ ‏ وَلٰکِنْ تُکَدِّرُ الْاِحْسَانَا

وَقَرَا دَالنُّفُوْسِ اَصْغَرُ مِنْ اَنْ ‏ نَتَعَادٰی فِیْهِ وَاِنْ نَتَعَانَا

غَیْرَ اَنَّ الْفَتٰی یُلَاقِی الْمَنَایَا ‏ کَالِحَاتٍ وَلَا یُلَاقِی الْهَوَانَا

وَلَوْ اَنَّ الْحَیٰوةَ تَبْقٰی لِحَیٍّ ‏ لَعَدَدْنَا اَذَلَّنَا اَشْجَعَانَا

وَاِذَا لَمْ یَکُنْ مِّنَ الْمَوْتِ بُدٌّ ‏ فَمِنَ الْعَجْزِ اَنْ تَکُوْنَ جَبَانَا

کُلُّ مَا لَمْ یَکُنْ مِّنَ الصَّعْبِ فِی الْاَنْفُسِ ‏ سَهْلٌ فِیْهَا اِذَا هُوَ کَانَا

فقط ۲- مئی ۱۸۶۶ء

خط ۲۰

مجھ کو ابھی تک تمہارے اُسی خط کا جھگڑا لگا ہے جس میں تم نے حالِ امتحان لکھا تھا اور جھگڑے کیوں نہ لگے ہیں زمانے کے حال پر نظر کرتا ہوں پھر اپنی طرف دیکھتا ہوں کہ اربعین[2] سے متجاوز ہوا ضعفِ قویٰ مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ تمہاری بدشوقی اور بداستعدادی کا یہ حال کہ پہلی سطر میں مرجع واحد اور طلّکُمْ میں کم اور اَیَّاکَ میں کَ اور لیالیہ میں ہ تین طرح کی ضمیریں شاید میں نے تم سے کبھی خط لکھوایا ہے اور اس میں زَادَتْ مَعَالِیْهِ وَنُوْرُکَ فِیْ اَیَّامِهٖ وَکَیَالِیْهِ آیا تھا۔ تم نے ضمیروں میں وہ خلط مبحث کیا کہ خیال کرنے

---

[1] ہم سے قبل بھی لوگوں کے اس زمانے کی رفاقت کی ہے اور اس کی بابت اُن کو بھی وہی رنج پونچا ہے جو ہم کو پس سب کے سب اُس سے ناخوش ہی پھرے۔ اگرچہ لوگوں کو گاہ گاہ خوش بھی کیا۔ کبھی کبھی اُس کی راتیں حسن سلوک کرتی ہیں لیکن یہ احسان بھی تکدر سے خالی نہیں۔ دلوں کی مراد اتنی نہیں کہ ہم اس کے لیے آپس میں عداوۃ و رنج کریں۔ سوا اس کے کہ جوان مرد کالی کالی موتوں کا مقابلہ کر لیتا ہے اور ذلۃ و توہین برداشت نہیں کر سکتا اور اگر زندگی کسی صاحب حیاۃ کی قائم رہتی تو ہم میں سے جو بہت ذلیل ہوتا اُسی کو ہم شجاع گنتے[1] اور جب کہ موت سے کوئی چارہ ہی نہیں تو ڈرپوک اور بزدل ہونا داخل عاجزی و ناتوانی ہے۔ نفس کے لیے جتنی دشوار باتیں ہیں وہ جب تک نہیں ہوئیں جبھی تک دشوار ہیں اور جب ہو گئیں تو پھر محض آسان

[2] چالیس برس اُس کے رتبہ بلند ہوں اور روز و شب میں برکت آئے۔

سے ایذا ہوتی ہے۔ ہنوز دلی دور عربی دانی کا کیا مذکور ابجد تک درست نہیں۔ اب دوسری
سطر پر چلو تو اداے میں الف ممدودہ کیا معنی ادا ایک وزن مصدر مجرد ہے۔ جیسے بقا۔ نما۔
ادا الفریضۃ اداوالدین۔ ادا الیہ باحسان۔ فعال کا افاعال کیوں ہونے لگا۔ عربی آتی
ہو اور قواعد مستحضر ہوں تو معلوم ہو کہ لوگ کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہیں۔ ادا ادب کو اداے
ادب۔ آداب میں الف ممدودہ ہے۔ وہ جمع ہے ادب کی جیسے اقوال افعال ام۔ داب کا
آداب ہوا۔ گویا ادب کا فرض ادا کرنے کے بعد۔ خدمت بھی بہ قاعدہ رسم الخط غلط ہے
تا زائدہ ہیں سب گول ۃ یا چھوٹی لکھنی چاہئیں پس خدمۃ ہو۔ لوگوں کی سند مت پکڑو یہاں
قاعدہ کا مذکور ہے۔ پھر خدمۃ کے مونث ہونے میں کیا شک ہے۔ علامۃ تانیث ۃ موجود
اس کی صفۃ مقدسۃ یا مقدسہ ہونی چاہیے نہ مقدس کہ وہ صیغۂ مذکر ہے۔ سنو صاحب
تم ہو محصل۔ تمھاری نظر چھوٹے چھوٹے قاعدوں کا حفظ نہ کرے گی تو تم کو
قاعدہ یاد کیوں کر رہے گا۔

تم کو میری اس عیب گیری سے تکلیف ہوتی ہوگی مگر معاف کرو میرا فرض ہے کہ تم کو
تمھارے عیوب پر مطلع کروں۔ تم نے عربی کا امتحان تو کچھ بھی نہیں دیا اور یہی حال ضرور
انگریزی کا ہوا ہوگا کیوں کہ جس کی عادۃ احتیاط کی ہوتی ہے وہ سب چیزوں میں احتیاط
کرتا ہے انگریزی سے میں خود عاجز ہوں اس واسطے کہ مجھ کو نہیں آتی اور اگر میری تقدیر میں
کچھ آنا ہے تو خدا کرے وہ علم دین ہو۔ میں بڑھاپے میں انگریزی سیکھ کر کیا کروں گا۔ مگر
تم اس کے سخت حاجت مند ہو۔ تم مجھ پر نظر مت کرو کہ میں ایک سگ دنیا ہوں لیکن
مجھ کو چھوڑ کر علم تمھاری ددھیال اور ننھیال کے لیے تمغاے شرف رہا ہے کیا افسوس
کی بات نہیں کہ تم خاندان علما میں ہو کر عربی میں خام رہو۔ بہ خدا مجھ کو ۔۔۔ وغیرہ کی حالۃ پر
نظر کر کے افسوس ہوتا ہے۔ ہم لوگ ایسے نااہل پیدا ہوئے کہ علم سے مناسبۃ نہیں سو شیر
تم سنبھالو ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ اگر صرف قران کا ایک رکوع بہ نظر تحقیق دیکھتے رہو
یا حدیث کی کوئی کتاب شروع کر دو تو بھی خالی از منفعۃ نہیں مگر جو کچھ پڑھو تحقیق اور تدقیق کے
ساتھ خدا تم کو توفیق دے اور میں اپنے جیتے جی عالم اور فہیم[۵۰] دیکھوں۔

۵۰۔ تمام آمد آدمی۔

تم نے چھوٹی لڑکی کا نام بشریٰ خوب تجویز کیا۔ مجھ کو پسند ہے۔ میں نے اپنے خط میں فعلی
مونث فعل التفضیل لکھا تھا۔ وہ بھی ہے مگر ایک فعلی صفتی کہلاتا ہے۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ یہ
تو ایک نامنصفانہ بانٹ ہے ضیزیٰ اصل میں ضُیزیٰ تھا۔ ی کی رعایت سے ض کو کسرہ دیا
گیا ہے لغت میں ضیزیٰ کے معنی لکھے ہوں گے جائرۃ من الجور۔ یہ قرآن کی آیۃ[1] وردت علیٰ
مشرکی العرب کانوا یعتقدون ان اللہ تعالیٰ اتخذ من الملئکۃ بنات فلجابھم اللہ انھم
یختارون لانفسھم البنین و یجعلون للہ بنات فحینئذ قسمتھم قسمۃ جائرۃ لا یقتضیھا العدل
والانصاف فان اللہ ان کان متخذا ولدا لاستحق البنین۔ کبھی کبھی مرد خدا دو ایک سطر
عربی بھی لکھا کرو۔ ۴ مئی ۱۸۷۶ء

خط ۲۱

مجھ کو اس کی خوشی ہے کہ تم اتنے بُرے نہیں رہے کہ فیل ہو جاؤ لیکن تا وقتیکہ تم نصف
سے زیادہ نمبر حاصل نہ کرو پاسڈ وِدھ کریڈٹ[2] یا اکوئٹڈ ہِم سلف وِدھ سکسس[3] کے مستحق نہیں ہو سکتے
کیوں صاحب تم قاعدہ پڑھتے ہو تو تم کو کرٹیسائز[4] کا کیا خوف۔ کوئی کیسی ہی نکتہ چینی کرے
تم کو جواب اطراف و جوانب کو بچا کر دینا چاہیے۔ تم کو مدرسوں نے پاس کیا یعنی اُنھوں نے
تمہارا پاس خاطر کیا۔ بشیر۔ زبان دانی مقدم ہے۔ صرف۔ نحو۔ لغۃ۔ انشاء۔ محاورات۔
امثال و حکایات پر زیادہ زور و زبان دانی کے نمبروں پر بڑا لحاظ ہوتا ہے۔ اور
سائنس گو فی نفسہ افضل ہے لیکن عام پسند نہیں۔ غرض ایسا قصد کرو کہ امتحان آیندہ میں یہ
نقص باقی نہ رہیں بے شک کلاس میں ۴۰ طلبہ ہیں اور سب پر سبقت لے جانا مشکل ہے لیکن آخر کوئی

---

[1] عرب کے مشرکوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جن کا اعتقاد یہ تھا کہ خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو بیٹی بنایا ہے اُن کے
اس اعتقاد کے جواب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے
ہیں پس ایسی حالت میں اُن کی بانٹ نامنصفانہ بانٹ ہے جس کو عدل و انصاف قبول نہیں کرتا کیونکہ اللہ اگر کسی
کو اولاد ہی بناتا تو بیٹوں کا مستحق تھا۔

[2] تعریف کے ساتھ پاس کیا۔

[3] کامیابی کے ساتھ نکل آئے۔ [4] نکتہ چینی۔

اوّل ہوگا۔ کیا وجہ کہ وہ کوئی تم نہ ہو اور دوسرا ہو۔ ابھی چالیس دیکھ کر ڈرے ابھی حضرۃ
یونیورسٹی کے امتحان میں ہزاروں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نہ شود مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

کامیابی کی تدبیر یقینی یہ ہے کہ جو پڑھا بہ تحقیق اور جتنا نظر سے گزرا یاد ۔ اگر کوئی قاعدہ
یا محاورہ یا کوئی مضمون قابل یادداشت آگیا ایک نشان خاص حاشیہ
کتاب پر کر دیا یا بہ طور یادداشت ایک کتاب میں لکھ لیا اور اوقات فرصت
میں غور کرتے رہے ۔ محنت پائداری کے ساتھ جاری رکھو نہ یہ کہ سارا وقت غفلت میں ضائع
کرو امتحان قریب ہو تو گھبرا جاؤ۔ اور ہر مہینے خود اپنا امتحان لے لیا کرو خود سوال بنا لیے
یا دوسرے سے بنوا لیے اور بطور مشق اُن کے جواب لکھے ۔ عربی میں اگر کہو میں سوالات
بھیج دیا کروں۔ کمالِ فن عجیب قدرۃ اور قوۃ ہے۔ ایک زبان میں عمدہ معلومات ہو تو
دوسری زبانوں کے حاصل کرنے میں ضرور مدد ملتی ہے۔ جس قدر لوگ مجھ سے تعارف رکھتے
ہیں سب تمھارا حال اکثر پوچھا کرتے ہیں ع فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست ۔ کوئی کہتا ہے خوب
کیا۔ کوئی کہتا ہے بُرا ۔ یہ تمہاری کوشش اور محنت پر منحصر ہے کہ مجھ کو لوگوں کے نزدیک احمق
بناؤ یا دانش مند ۔ خدا کرے کہ تم کو امتحانوں میں کامیابی ہو اور زور استعداد تم کو
نصیب ہو۔ ریڈ صاحب بہادر تمہارے حالات کے مستفسر تھے اگر مناسب سمجھو تو کبھی کبھی
ان کو چٹھی لکھا کرو۔ گرمی کا دن پہاڑ ہوتا ہے۔ دن کا سونا خلاف انتظام الٰہی ہے ۔
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا[1] اور ایک نقصانِ عاجل یہ ہے کہ جو لوگ دن کو
سوتے ہیں رات اُن پر دوبھر ہو جاتی ہے۔ امید ہے کہ تم نے دن کے سونے کی عادۃ نہیں
کی تو دن بھر کیا کرتے ہو۔

تم نے ایک خط میں جنابمن لکھا۔ جناب اور من دو کلمے جداگانہ ہیں۔ اُن کا ملانا
خلاف قاعدہ ۔ عوام کو عائشہ میں بڑی غلطی ہے۔ عائشہ اور آسیہ دو نام ہیں۔ عائشہ

[1] رات کو ہم نے پردہ بنا دیا (کہ لوگ اپنے گھروں میں چھپ کر آرام اور چین سے بسر کریں) اور دن کو روزگار کا
(لوگ تلاش معاش میں سرگرم پھریں)۔

کے معنی جیونی یا جینے والی۔ عیش سے نکلا جس کے معنی زیستن۔ اور پیغمبر صاحب کی ازواج طاہرات میں اُن بیوی کا نام ہے۔ جو حضرت ابوبکر رض کی بیٹی تھیں۔ آسیہ علَم ہے فرعون کی عورت کا جس کے لغوی معنی غم خوار کے ہیں۔ اَسی غم و غم خوارگی۔ پس اسیہ یا عاشیہ یا عاسیہ سب غلط یاد رکھو۔

لوگوں کی ضرورتوں میں کام آنا اچھی بات ہے لیکن اول خویش بعدہٗ درویش اپنی ضرورت سب پر مقدم ہے۔ ایسا مت کرو کہ تمہارا کام کا وقت لوگوں کے خطوط لکھنے یا بچوں و مبتدیوں کی تعلیم میں صرف ہو۔ تمہارا خط لکھنا اگر بہ کار آمد ہے تو صرف اسی قدر کہ مجھ کو لکھو۔

نحو میں توضیح المرام نہایت عمدہ کتاب ہے بہ شرطیکہ جی لگا کر غور سے اُس کو بالاستیعاب دیکھو اور یاد رکھو۔ مالغنیک فی الصرف بھی صرف میں اچھی ہے۔ مشارق الانوار۔ جس کا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب نے کیا تمھارے لیئے نافع ہے۔ ہر روز دو حدیث کا سمجھ کر دیکھنا بڑا فائدہ دے گا لیکن اپنے مطالعے سے استفادہ کرنا تم سے امید نہیں اس نظر سے میں بھی یہی صلاح دوں گا کہ عربی میں کوئی نہ کوئی چیز باہر ضرور پڑھو۔ تم نے منطق کا نام سن کر ہمت ہار دی ورنہ اب تک دو تین چھوٹی چھوٹی رسالے ختم ہوئے ہوتے اور ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو گئی ہوتی۔

اکثر سرکاری مدارس میں یہ دستور ہے کہ مئی۔ جون کے مہینوں میں مہینے سوا مہینے کی تعطیل ہوتی ہے تم نے اپنے کالج کی نسبت کیا تحقیق اور اگر بالفرض تعطیل ہو گی تو کب اور کتنے دن کی اور تم نے دی بَبر توپس آف ات کیا تجویز کیا شاید تمہارا میرے پاس چلا آنا زیادہ مفید ہوگا اس سے کہ دہلی میں تمہارا وقت گراں بہا ضائع ہو۔

خط ۲۲

۱۲ مئی ۱۸۷۶ء

بشیر۔ اضافت یا حروف جارہ یا ظروف کی وجہ سے کے آتا ہے اور جب جملہ صفتہ یا صلہ آتا ہے تو کہ۔ برخواست غلط۔ برخاست صحیح۔ خواستن چاہنا۔ خاستن اُٹھنا۔

تمھارے آنے کی بابت بہت غور کیا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ تم کو بلا لوں مگر حرارت موسم سے جی بہت ڈرتا ہے۔ اگر دھوپ میں ریل پڑ گئی تو تکان سفر اور گرمی سے شاید تم علیل ہو جاؤ۔ ہمت نہیں پڑتی کہ بلاؤں۔

ف۱ اُس کا عمدہ استعمال۔۱۲

بشیر۔ انگریزی کی زبان دانی پر پوری توجہ کرو۔ لٹریچر بڑی ضروری چیز ہے اس کا علاج ہے یادداشت کہ صفحے کے صفحے اور ورق کے ورق یاد کوئی خیال نہ ہو جس کا طرز ادا تم کو سند آ گیا نہ ہو اور گرامر۔ مجھ کو نئی روح کے حالات لکھتے رہو۔ خدا کرتا کہ بچ جاتی۔ اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرے

خط ۲۳

بشیر۔ تمہارا خط پہنچا۔ اشعار مشکل تھے مگر اشکال صرف لغات عربیہ کا ہے۔ عبارۃ مغلق نہیں۔ میں نے محنت سے جواب لکھا ہے۔ مہربانی فرما کر غور سے پڑھو۔ بے مصرف سمجھ کر پھینک مت دینا۔

میں طیار اور طوطا کو روبراہ سمجھتا ہوں۔ ہندی لفظ ہیں جن کا ماخذ عربی میں نہیں فارسی میں طوطی دوسرا جانور ہے۔ لیکن اگر کوئی توتا اور تیار لکھ دے تو غلط نہیں کہا جا سکتا تم بشریٰ کے لیے دل چھوٹا مت کرو۔ یہ انتظام الٰہی ہے۔ اور ضرور اس میں کوئی مصلحت مضمر ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1] میں اب اچھا ہوں مگر تنہائی بہ جائے خود علالۃ جی خوش نہیں رہتا۔ خدا تم میں تلافی کرے اُن صدماتِ متواترہ کی جو سنیارِ اولاد سے مجھ کو اور تمہاری والدہ بے چاری کو پہنچے ہیں۔

بشیر۔ گرمی ہے اور موسم ردی۔ احتیاط اور حفظِ صحۃ کرو۔ واللہ تمہارا حافظ و نگہبان ہے والدعا

۱۸۔ مئی ۱۸۶۷ء

خط ۲۴

بیوی صاحب کو سلام کے بعد معلوم ہو۔ یہ بھی ایک دنیا کا دستور قرار پا گیا ہے کہ جب کسی کا کوئی عزیز قریب مرجاتا ہے لوگ اُس کی ماتم پرسی کیا کرتے ہیں۔ میں تم کو یہ خط اُس دستور کے مطابق نہیں لکھتا کیوں کہ مصیبۃ تنہا تم پر نہیں مجھ پر بھی ہے۔ میاں بی بی کا عجیب رشتہ ہے کہ مرد و عورۃ نکاح کے ہو جانے سے دنیا کی سب چیزوں میں شریک ہو جاتے ہیں

[1] ہم خدا کے ہیں اور اُسی کی طرف پھر جانے والے ہیں۔ یہ آیۃ ہے۔ نزولِ مصیبۃ کے وقت مفید صبر و تسکین۔

یہ بات کسی اور رشتہ میں نہیں پائی جاتی ہے۔ میرا تمھارا مال مشترک۔ گھر مشترک۔ کھانا پینا مشترک اولاد مشترک۔ آبرو مشترک۔ خوشی مشترک۔ رنج وغم مشترک۔ اگر یہ لڑکی جیتی تو کیا تمھاری اکیلی کی بیٹی ہوتی۔ نہیں میری تمھاری دونوں کی۔ پس اب اگر مرگئی تو کیا تمھاری اکیلی بیٹی مری۔ نہیں میری تمھاری دونوں کی۔ پھر بھی میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ تم کو اس سے بڑا قوی تعلق تھا۔ لیکن روحانی تعلق کی وجہ سے شاید جس دن وہ مری ہے میرا دل خود بخود بے قرار تھا اور میں نے اُسی گھبراہٹ میں میاں بشیر کو خط بھی لکھا۔ تاریخ ملاکر دیکھو۔ غالب ہے کہ خط کی تاریخ اور اس کے مرنے کی تاریخ ایک ہوگی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ظہیر۔ نصیر وغیرہ کے مرنے سے یہ تو بخوبی تجربہ کر چکے کہ موت پر انسان کا کچھ اختیار نہیں چلتا۔ رہا رنج وہ بھی رفتہ رفتہ کم ہوجاتا ہے۔ میں تم پر الزام نہیں لگاتا۔ اپنا حال بیان کرتا ہوں کہ نصیر کو کس قدر پیار کرتا تھا۔ اُس کی قبر میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں سوتا بھی ہوں۔ ہنستا بولتا بھی ہوں۔ دُنیا کا کوئی کام مجھ سے نہیں چھوٹا۔ تو جب ظہیر۔ نصیر کے رنج کو ہم نے چند سال میں بھلا دیا۔ تو یہ لڑکی بے چاری کی دن کی تھی۔ آخر پھر دنیا اور دنیا کے کام کتابوں میں بہت ٹھیک لکھا ہے کہ دانا اور احمق صبر دونوں کرتے ہیں مگر فرق اتنا ہوتا ہے کہ احمق رو دھو کر چپ کرتا ہے اور دانا شروع سے خدا پر نظر کرکے چپ ہو رہتا ہے غرض صبر تو آخر کرنا پڑے گا۔ پس کیا فائدہ کہ اپنا ثواب ضائع کریں دل کو مضبوط کرا آنسو پونچھ سنبھل بیٹھو۔ خدا ہمارا مالک ہے۔ اُس نے دیا۔ اُس نے لیا۔ خدا کو ہم سے عداوۃ نہیں بیر نہیں۔ جو کچھ کرتا ہے ہمارے نفع کے لیئے کرتا ہے۔ لیکن اپنی کم فہمی کی وجہ سے ہم اُن مصلحتوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ دنیا کے انتظام پر نظر کرو تو تن درستی مال۔ اولاد۔ حکومت۔ شرافت۔ دین داری۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں ہیں اور یہ نعمتیں خداوند کریم نے اپنی مرضی کے مطابق لوگوں میں تقسیم کی ہیں[1] فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ ہم کو بھی اس نے اپنی رحمتوں میں سے بہت بڑا حصہ عطا فرمایا ہے تو کیا ہم ٹھیکہ دار ہیں کہ خدا کی سب نعمتیں اپنے گھر میں گھسیٹ کر بھر لیں اور پھر اولاد سے بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ہم محروم نہیں۔

[1] ایک سے ایک بہتر بنایا ہے۔

اُن کی عمروں میں خدا برکت دے۔ ان کو دین و دنیا کی فلاح ہو کافی ہیں اب زیادہ اولاد ے کم کیا کرو گی اُنھی پر اپنی محبت صرف کرو۔ ان کے حق میں خدا سے دعائیں مانگو۔ اور مصیبت پر صبر کرو کہ خدا کی مرضی۔ شاید عاقبت میں انہی مصیبتوں کے طفیل سے ہم پر رحم ہو کسی اُستاد کا کیا اچھا قطعہ ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے　　جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے جلنا　　غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

اے خدا ہم کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔ آدمی کو چاہیئے کہ جب اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو دوسرے بندگانِ خدا کے حال پر نظر کرے اور وہ پائے گا کہ ہزاروں آدمی اُس سے بدتر حالت میں مبتلا ہیں۔ تم گھر کے گھر میں بے چاری . . . کو دیکھو۔ بڑی ناشکری کی بات ہے کہ ہم دُکروں احسان اور چھکڑوں سلوک بھول جائیں اور تنکے بھر رنج کی برداشت نہ کریں۔ بشیر بچہ ہے۔ تم کو روتے دیکھ کر سہما جاتا ہو گا۔ اُس کے حال پر رحم کرو۔ اپنے حال پر رحم کرو کہ کیا تمہاری حالت ہو گئی ہے آخر یہ کالبدِ خاکی سدِ سکندر تو نہیں ہے۔ اسی طرح رنجوں کے مارے اس کو تحلیل کر ڈالو گی تو کیا انجام ہو گا۔　　۴ جون ۱۸۶۷ء

خط ۲۵

بشیر۔ لاؤ اُس مختصر اور گول تہ کے قاعدے کو زیادہ صاف کر ڈالیں۔ واضح ہو کہ سوائے الفاظ عربی کے گول ۃ لکھنی روا نہیں کیوں کہ یہ رسم الخط عربی کی ہے اور بعض عجمی الفاظ میں ہمیشہ لمبی ت لکھنی ہو گی۔ جیسے بُت۔ دست۔ آتش پرست۔ مست۔ ہمالیہ پربت۔ سوت۔ مورت۔ عربی میں صرف چار قسم کی ت لمبی لکھی جاتی ہے۔ (۱) وہ تا جو ماضی کے صیغوں میں علامت فعل یا ضمیر فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ ہو جیسے ضربت ضربت ضربتِ۔ ضربتُ وغیرہ (۲) تا جمع مونث سالم جیسے مسلمات صاعات واہیات۔ نبات۔ (۳) تاء اصلی جیسے وقت۔ سبت۔ التفات۔ قوت۔ موت۔ (۴) جب لام کلمہ حذف ہو کر کلمہ ثنائی رہ گیا۔ تو اُس کے آخر میں جو تاء تانیث لاحق ہو گی طولانی لکھنی ہو گی جیسے۔ بنت۔ اخت۔ اصلی مادہ بنو۔ اخو ہے۔ ان چار قسموں کے

علاوہ جتنی تیتیں ہیں سب کو مختصر یا گول لکھنا ہوگا۔ ہذا فاحفظہ۔

تمھارے خط کے ایک لفظ لوالی میں بحث تھی لولو بروزن فعلل ایک وزن رباعی مجرد کا ہے۔ اُس کی جمع بروزن فعالل کہ ایک وزن منتہی الجموع کا ہے لآلی ہونی چاہیے لیکن عدول کسرے سے طرف ضمے کی درست نہیں تو لآلی رہ جائے گا۔

بشیر۔ تم بھائی بہن ملکر ماکو تسلی دو اور سمجھاؤ۔ غموں کے مارے اُن کا بدن بہت تحلیل ہو گیا ہے۔ تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ۔

بشیر۔ چند روز کے لیے ایسا التزام کرو کہ اکثر اپنی ماں کے پاس بیٹھا کرو تاکہ اُن کو ایذا دہ تصورات کا موقع نہ ملے۔

خط ۲۶

کیوں جی خیریۃ کیا لفظ ہے ؟ ضرور عربی ہے۔ خیر و شر ایک دوسرے کی ضد ہیں پس ی اور ۃ مصدری ہو گی جیسے۔ قابلیۃ۔ جاہلیۃ۔ ی اور ۃ لگا کر صرف صفۃ کے صیغوں کو مصدر بناتے ہیں یعنی اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ صفۃ مشبہہ چنانچہ لفظِ خیر اسم اور صفۃ دونوں ہے بھلائی اور بھلا تو خیریۃ ٹھیرا لیکن در حالیکہ لفظ خیر خود مصدر ہے تو اُس کو ی ۃ لگاکر مصدر بنانے کی کیا ضرورۃ ہے چنانچہ خیر و عافیۃ کہتے ہیں بس آیندہ سے صرف خیر یا خیر و عافیۃ لکھا کرو۔

تم نے غلط سنا کہ میں . . کو پڑھاتا ہوں۔ صرف ایک دن مولوی صاحب کی آنکھوں میں درد شدید تھا۔ میں نے پڑھا دیا۔ میں اُن کو پڑھاتا نہیں بلکہ اُن کے پڑھنے پر رشک (حسد نہیں) البتہ کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ ایسا کھرا اور ٹکسالی پڑھنا میں نے تو امیرزادوں میں نہیں دیکھا اور سبب اصلی اس کا یہ ہے کہ اوّل تو مولوی . . . کا طرز تعلیم ایسا ہی کہ بے یاد اور بے مطالعہ اُن سے کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اُن کو نئے مطالب کے بتانے میں تامل ہوتا ہی نہ کہ پڑھا ہوا۔ دوسرے یاکہ لڑکوں سے محنت بہت لی جاتی ہے یہ بلا کی گرمی ہے اور ہر روز

لہ اس کو لوادریا در کو ملہ یہ خدا کی تو یوسف کی یاد سے باز نہ آے گا یہاں تک کہ تیرے ہوش و حواس جاتے رہیں یا ہلاک ہو جائے یہ اخوان یوسف کا قول ہے یہاں اقتباساً نقل ہوا ہی۔ مرجع موت اور یوسف سے مجازاً

بلا ناغہ صبح سے نصف شب تک۔ اس میں کہاں تک فشار دبے دلی کرے گا۔ اب تم اپنی حالت سے مقابلہ کرو۔ یاد اور مطالعہ دو لفظ ہیں جو تمھاری ڈکشنری[1] میں داخل نہیں رہی محنت وہ اگر ہی بھی تو برائے نام۔ میاں بشیر۔ علم کسی کی میراث نہیں کرتے کی بدیا مشہور بات ہے۔ تم ان سب سے بہتر ہو بہ شرطیکہ جی لگاؤ اور کامل توجہ صرف کرو۔ تمھارا پڑھنا دنیا کی کل ضرورتوں پر مقدم ہے۔ خدا کے لئے تم اس سے غفلت مت کرو۔ تم فارسی کو زیادہ نہیں تو اس قدر درست کرلو کہ مراسلۃ کرسکو۔ اگر غور کرو تو ایک پہاڑ کاٹنے کو ہے۔ فارسی انگریزی عربی۔ علوم۔ ایک دفتر ہے لیکن ہمت قوی رکھو خدا تمھارا مددگار ہے محنت کیے جاؤ۔ ۱۲ رجون سنہ ۱۸۷۶ء

خط ۲

تمھارا دلی سے نفرت کرنا یہ تمھارے حق میں ایک فالِ نیک ورجس کو خدا نے عقل وغیرہ وحمیت دی ہوگی ضرور ہے کہ وہ اہلِ دہلی کے اوضاع وعادات ناپسند کرے۔ تم اپنے تئیں ایسا سمجھو کہ بہ ضرورتِ تحصیل علم پردیس میں ہو۔ تم ان جھگڑوں میں مت پڑو دع فئۃً اضلّہا اللّٰہ کیف ترشدہا[2] میں جانتا ہوں کہ ان کو دینا اکارت ہے لیکن کیا کروں دینا ہی پڑتا ہے تم اگر وہاں نہ ہوتے تو شاید برسوں بھی میں دہلی کی خبر نہ لیتا اور تم کو معلوم ہے کہ میں نے ان لوگوں کو ناقابل خطاب سمجھ کر مطلقاً ترکِ مراسلۃ کیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ مجھ سے ان لوگوں کو گزند کیا پونھچتا ہے۔ میں کسی طرح ان کا بارِ خاطر نہیں۔ خدا نے تمام عمر مجھ کو ان کا شرمندۂ احسان نہیں کیا اور جہاں تک ہو سکتا ہے سلوک کر دیتا ہوں۔ اگر شیوۂ انصاف سے دیکھو تو مرد اور عورت بڑے اور چھوٹے ہر ہر متنفس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ایصال نفع ضرور کیا ہے۔ احسان فراموشی کا علاج نہیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اپنے فضل وکرم سے مجھ کو ان کی مدح وذم دونوں سے مستغنی کیا ہے۔ اگر یہ لوگ میری مدح کریں تو مجھ کو کیا بخش دیں گے سوائے اس کے کہ مجھ کو خوش کرکے دو چار روپے مجھ سے لیں۔ مجھ کو کون سا نفع پونھچا سکتے ہیں۔ اور اگر ساری دلی میں مجھ کو بُرا کہتے پھریں تو میرا کیا نقصان۔

---

[1] لغات کی کتاب [2] چھوڑ اُس گروہ کو جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے۔ کیوں کر تو اُس کو راہ پہ لائے گا متنبی
شعر کا ٹکڑا ہے پورا شعر یوں ہے یا عاذل العاشقین دع فئۃً۔ اضلّہا اللّٰہ کیف ترشدہا۔

ہی قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ[1] اب ذرا بجنور والوں کی غیرۃ کو دیکھو کہ مولوی ..... صاحب کا مجھ پر کتنا بڑا
حق ہے اور اگر آ لکھڑے ہوں تو میں اُن کو ٹال نہیں سکتا۔ اُن کے ہاتھوں سے مجھے کبھی کسی قسم کی
ایذا نہیں پہونچی اور اُن کے مقابل حضرات دہلی ہیں کہ عمر بھر دیتا رہا اور پھر بھی اُن کے مزاج
درست نہ ہوئے۔ حقیقت میں یہ مادہ حسد ہے۔ ان کو جلن اس بات کی ہے کہ خدا نے ان میں
سے کسی کو یہ نعمۃ نہیں دی۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ[2] بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔
بشیر خدا کے لیے تم اپنے خیالات اونچے حوصلہ فراخ ہمۃ بلند نظر سیر رکھو ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست | رفتن بہ پائے مردی ہم سایہ در بہشت

تف ہے اُس آسائش پر جو دوسرے کے طفیل میں حاصل کی جائے خدا تم کو کسی کا دست نگر
نہ کرے اور ہمیشہ تمھارے ہاتھ سے لوگوں کو دلواتا رہے۔ برخوردار۔ تم ان سب باتوں سے
قطع نظر کرو اور پڑھنے میں جی لگاؤ جس کی بڑی ضرورۃ ہے۔ تم اپنی کوئی حاجۃ ..... سے
متعلق مت رکھو اور تم کو میرے برتاؤ سے خود معلوم ہو جائے گا کہ میں کہاں تک تمھارے مقابلے
میں روپئے کو عزیز رکھتا ہوں۔ اے دشمنانِ عقل۔ اگر روپیہ تمھارے خلاف خواہش کچھ
پس انداز ہو گیا ہے تو تم کو اس کا حسد کیوں ہے میں تو اس کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔
یہ لوگ کبھی خوش ہو نہیں سکتے تا وقتے کہ اپنے حسد کے مطابق مجھ کو تنگ حال نہ دیکھیں
وَیَاْبَی[3] اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ کَرِهَ ..... بشیر۔ کہاں تک تم سے دکھڑا روؤں
معاملے کی صفائی کا یہ حال کہ گھر کے گھر میں نصف روپیہ غائب تم ان جھگڑوں میں
اپنا وقت ضائع مت کرو ؎

عَجِبْتُ[4] مِنْ شَیْخِیْ وَمِنْ زُهْدِهٖ | وَذِکْرِهِ النَّارَ وَاَهْوَالَهَا
یَکْرَهُ اَنْ یَّشْرَبَ فِیْ فِضَّةٍ | وَیَسْرِقُ الْفِضَّةَ اِنْ نَالَهَا

اگر کہیں یہ خط نظر پڑ گیا تو نار فساد مشتعل ہو گی اور تم پر سب مل کر ورغہ کریں کے اس خط

---

[1] کہدے کہ اپنے غصے میں جل مرو۔ اقتباس ہے [2] خدا جس کو چاہتا ہے اپنی رحمۃ سے اختصاص بخشتا ہے اور خدا بڑا ہی
فضل والا ہے [3] خدا نہیں چاہتا مگر یہ کہ اپنی روشنی کو پورا کرے ... اگرچہ کو برا لگے۔ اقتباس ہے [4] مجھ کو شیخ اور اس کی پرہیزگاری
و شدائد دوزخ سے تعجب آیا۔ چاندی کے برتن میں کچھ پینے کو برا جانے اور پائے تو چرائے ۔

کو پرزہ کر چاک کر دینا۔ میں نے صرف تمھاری اطلاع کے لیئے یہ حال لکھا ہے ورنہ میں نے تو سمجھ لیا ہے ع شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن ۔ ..... کے باب میں یہاں بیٹھا ہوا کیا ہے؟ دونوں مصالحہ اچھا ہے۔ بشرطیکہ صمیم قلب سے اس کی خواہش ہو اور طرفین سے اُس کی تمنا کی جائے فاصلحا والصلح خیر[1] ۔

بشیر ذرا کھانے پینے میں احتیاط رکھا کرو وہ احتیاط یہ ہے کہ اوقات منضبط۔ خلاف وقت مت کھایا کرو اور اقسام اطعمہ بھی مضر ہیں۔ ایک غذا سے جو جی کو بھائے پیٹ بھر لینا ضامن تن درستی ہے۔

۱۵ - جون ۱۸۷۶ء

خط ۲۸

تمھارے کان بھی اس مصرع سے ضرور آشنا ہوں گے ع خدا پنج انگشت یک ساں نہ کرد۔ طول اور وضع اور تعداد انامل[2] کے اختلاف سے انگلیوں کو اعانت اور استعانت کا عمدہ موقع دیا گیا ہے یعنی انگلیوں کے اختلافِ حالت نے ہاتھ کو زیادہ قوی اور بہ کار آمد بنا رکھا ہے مگر اس اختلاف کی بھی ایک حد ہے معین جس میں افراط و تفریط کی گنجائش نہیں۔ یہی حال ہے ایک خاندان کے لوگوں کا اگر اُن کی حالتیں ایک اندازہ مناسب تک متفاوت ہیں تو یہ اختلاف منفرداً اُن کے اور مجتمعاً سارے خاندان کے حق میں مفید ہوگا لیکن فرض کرو کہ کسی کے ہاتھ کی ایک انگلی بے موقع بڑھ کر گز بھر کی ہو جائے تو وہ لمبوتری انگلی عذاب ہوگی اپنے حق اور دوسری انگلیوں کے حق میں اور سارے ہاتھ کے حق میں۔ تمول کے اعتبار سے اپنے خاندان کے ہاتھ میں وہ لمبوتری انگلی میں ہوں نہ آپ خوش رہ سکتا ہوں اور نہ اوروں کو خوش رکھ سکتا ہوں

خط ۲۹

آج میں ... صاحب کے یہاں بیٹھا تھا۔ کیا دیکھا کہ ... اور ... مولوی صاحب سے سبق پڑھتے اور ہر وقت اُن کو ... صاحب اپنے روبرو بٹھا کر یاد کراتے۔ دانا احمق[3] نما اگر نہ دیکھا ہو تو ... صاحب کو دیکھو کہ اس شخص کا قیافہ اور گفت و گو خالی

۱؎ پس دونوں مل جاؤ اور ملنا اچھی بات ہے۔ ۲؎ انامل جمع انملہ انگلیوں کے بند یعنی پوریں۔ ۳؎ یعنی ظاہر میں دیکھو تو معلوم ہو کہ احمق ہے مگر حقیقت میں بڑا سیانا۔

از[1] سفاہت و سادہ لوحی نہیں۔ لیکن اپنے معاملات کو یہ شخص بڑے انہماک[2] اور اہتمام سے
انجام دیتا ہے۔ رعایا سے تعلقہ کو حسنِ تدبیر سے ایسا سر کیا آج وہ علاقہ مثل زر ہو رہا ہے۔
اب ان بچوں کی تعلیم میں اس بلا کی آمادگی اور تن دہی ہے کہ اگر اُس کی کیفیت واقعی لکھی جائے تو مبالغہ
معلوم ہو۔ وہیں بیٹھے بیٹھے میرے ذہن میں خیال گزرا کہ یہ شخص تین بیٹے رکھتا ہے اور جائداد
وافر و مستمر[3] کا مالک ہے۔ اگر اس کے لڑکے نہ بھی پڑھیں تاہم کم سے کم ہر متنفس سو سو روپیہ ماہوار
آمدنی رکھے گا۔ میرا کیا حال ہے کہ ایک بیٹا اور پیشہ نوکری اور علم میراثِ خاندانی۔ تو جب...
صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم میں یہ سرگرمی ہے مجھ کو اُس سے ہزار چند ہونی چاہیئے لیکن میں
یہاں تم وہاں دور بیٹھے کیا کر سکتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ خطوط کے ذریعہ سے تاکید کیا
کروں۔ لیکن پھر یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آدمی کے دل کو خدا نے آزاد پیدا کیا ہے انسان کا بدن
قید کیا جا سکتا ہے۔ اُس کی آنکھ پر پٹی باندھ سکتے ہیں۔ کان میں روڑ ٹھونس سکتے منہ پر مہر
لگا سکتے پر دل کو قابو میں نہیں لا سکتے۔ پس نہیں تم پر جبر کرتا نہ تاکید بلکہ بہ عجز و الحاح تم سے
عرض کرتا ہوں۔ کہ بشیر خدا کے لیئے لیاقت پیدا کرو میں ایسا احمق نہیں ہوں کہ تم سے توقعات
پیدا کر لوں۔ جب تک تم کو لیاقت حاصل ہو اور اس لیاقت پر کوئی فائدہ مترتب ہو ضرور نہیں
کہ میں جیتا رہوں۔ میرے باپ نے میرے پڑھانے میں بڑی جاں فشانی کی تھی لیکن
افسوس کہ وہ مرحوم و مغفور۔ تغمّدہُ[4] اللہ باحسانہٖ واسکنہٗ بحبوحۃ جنانہٖ دنیا سے ناکام
گئے۔ میرے ڈپٹی کلکٹر ہونے سے اُن کو مطلق نفع نہیں پہنچا۔ پس اُن کی محنت کا نفع نہ اُن کو
بلکہ مجھ کو اور تمھاری ماں بہنوں کو اور تم کو اور دوسرے اعزہ و اقارب کو پہنچا۔ جو معاملہ میرے والد
اور میرے ساتھ ہوا کیا میرے اور تمھارے ساتھ ہونا ناممکن ہے اس سے قطع نظر خدا نے
مجھ کو ایسی حالت میں رکھا ہے اگر اس کو ثبات ہو تو شاید تا دمِ مرگ مجھ کو ضرورت نہ ہو گی کہ تم
کو تکلیف دوں۔ پس ایسی حالت میں میرا تم پر بار بار موکد ہونا بہ خدا صرف تمھارے ذاتی نفع
کے لیئے ہے جس کو میں بہ اقتضائے شفقتِ پدری اپنے ذاتی نفع پر مقدم رکھتا ہوں

[1] احمق نادانی [2] ہر وقت ایک کام کے پیچھے پڑے رہنا [3] جس کو ہمیشہ کے لیئے قیام ہو [4] خدا اُن کو اپنے
احسان سے ڈھانپے اور اپنی جنتوں کے بیچوں بیچ بسائے۔

یشنو گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند۔ جوانان سعادتمند پند پیر دانا را اے
نصیحت گفتمت بشنو و بہانہ مگیر۔ ہر آں چہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو
سود و زیان کا تفرقہ نیک و بد کا امتیاز نہیں۔ لیکن اتنا کہوں گا کہ تم کو بے قراری کا شوق
نہیں یہ اگر ہو تو پھر وہی تمھارا اُستاد ہی وہی تمہارا باز و مان۔ آدمی خود ایجاد کرتا ہی کہ کیا کروں
کیوں کر کروں و نسیسٹی از دی مدر آف انوِنشن۔ پس نسسٹی پیدا کرو اور وہ نہیں مگر طلب صادق
جیسے زور کی بھوک۔ تڑاقے کی پیاس۔ یہ تصور کہ شاید عربی میں تم کو بہتر پڑھاتا مجھ کو اکثر ایذا
دیا کرتا ہی لیکن وہی شوق ہو تو ہر اُستاد باپ سے بڑھ کر کام دے ع شوق در ہر دل
کہ باشد رہ برے در کار نیست۔ اس کہنے سے کیا فائدہ ہو گا کہ تم فلاں چیز
فلاں شخص سے پڑھو۔ خلاصہ یہ ہی کہ اپنے وقت سے پورا پورا فائدہ لو۔ تم بھی نہیں
کہہ سکتے کہ یہ فراغ جو تم کو ما شاء اللہ اب میسر ہی کب تک رہے گا پس اَنْ سَرْٹینٹی کی
صورۃ میں صرف اس قدر تعطل جائز ہی جو حفظ صحۃ کے لیئے ضرور ہی۔ میں کیا صرف تاکید کرنے
پر قانع ہوں میرا دل کم بخت کب صبر کرتا ہی۔ میں تمھارے فائدے کے لیئے پس انداز بھی
کرتا جاتا ہوں۔ لیکن سمجھتا ہوں کہ علم سے بڑھ کر دولۃ نہیں۔ اور اگر دولۃ علم پر میرا وہ اختیار ہوتا جو
روپئے پر ہی تو بشیر خدا کی قسم میں تم کو زبان تک نہ ہلانے دیتا۔ افسوس اسی کا ہی کہ دولۃ علم بے
اپنی محنۃ کے جمع ہو نہیں سکتی خدا اس کا گواہ ہی وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا کہ میں تم سے روپئے
کو دریغ نہیں کرتا۔ اگر تم فیس مدرسہ کے علاوہ روپیہ خرچ کرنے سے فائدہ علمی حاصل کر سکو تو میں
بہ طیب خاطر اُس خرچ کو گوارا کروں گا چاہے وہ کتاب کے دام ہوں یا معلم کی اُجرۃ۔
الغرض میں تمھاری تعلیم میں ہر طرح کی کوشش مالی و دماغی و جسمانی و روحانی کرنے کو موجود
تھا اور ہوں اور رہوں گا۔ گو تم نے اب تک کامل شوق نہیں کیا لیکن پھر بھی مجھ کو تم سے امید ہی
اور میں باور کرتا ہوں کہ تم کبھی نہ کبھی ضرور شوق کرو گے کیوں کہ خدا نے تم کو سمجھ اچھی
دی ہی وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ اگر میں تم کو نام اور کامیاب زندگانی میں چھوڑ کر دنیا سے

لہ حاجۃ ام الایجاد ہی یعنی حاجت سے سب باتیں پیدا ہوتی ہیں لہ حاجۃ۔ ضرورۃ سہ تذبذب۔ عدم تیقن سے بے کاری
شہ اور خدا کی گواہی بس ہی شہ اور یہ خدا کی دین ہی جس پر چاہے فضل کرے۔

اٹھ جاؤں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بڑے اطمینان سے جاؤں گا رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ ۱۹ رجون ۱۹۶۷ء

خط ۲۰

کل تمھارا خط مولوی ... صاحب کے نام کا نظر پڑا۔ تم اس کو دشمنی تجویز کرو یا دوستی مجھ کو ہر وقت تمھارے عیوب پر نظر رہتی ہے۔ تمھارے خط میں کئی غلطیاں تھیں۔ سلام و علیک تمھاری معمولی غلطی ہے۔ تم نہیں سمجھتے کہ سلام علیکم یا السلام علیک صرف وہی عربی میں سلام کے لیے موضوع ہیں۔ سر رح کوئی رگ نہیں۔ سر رو البتہ ایک رگ ہے جس کا خون نکالنے سے امراض وجع[2] کا ازالہ ہوتا ہے۔ لوگوں کی غلطیوں کو کہاں تک گرفت کرو گے۔ ہفت اندام کو ہفتم دام۔ باسلیق کو باسلیخ بولتے ہیں۔ جمادی بروزن فُعالیٰ مونث کا صیغہ ہے۔ الف مقصورہ علامت تانیث موجود ہے پس الثانیہ اس کی صفت ہو سکتی ہے نہ الثانی یعنی جمادی الاولیٰ وجمادی الثانیہ کہنا چاہیئے نہ کہ جمادی الاول اور جمادی الثانی جُمادیٰ کے معنی ہیں زمین شور کے۔ چون کہ یہ مہینا عرب میں خشکی اور گرمی کا ہے جُمادیٰ کہلایا۔

۲۱ رجون ۱۹۶۷ء

خط ۲۱

تمھارا بہت وقت مراسلت میں صرف ہوتا ہے مطلق کھیلنے سے تو خط لکھنا بہ مدارج بہتر ہے لیکن سٹڈی[3] میں خلل انداز ہو تو واجب الترک ہے اور جو شخص اس کثرت سے خط لکھے گا ممکن نہیں کہ وہ سٹڈی کے لیے زیادہ وقت بچا سکے۔ میں تم کو منع نہیں کرتا لکھو پڑھو مگر اپنا اصلی مطلب فوت مت ہونے دو۔ عتبی لگاوٹ تم ان کشامرہ[4] اور یورپ والوں سے کرتے ہو ان نابکاروں میں اُس کا عشر عشیر[5] بھی نہیں پاتا۔ ونادۃ[6] اس

---

[1] اے خدایا تو نے مجھ کو ملک دیا یعنی حکومت اور باتوں کی تاویل کا سلیقہ سکھایا۔ اے پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے تو آخرت میں میرا حامی مددگار رہیو۔ خدایا مجھ کو مسلمان اور ملا مجھ کو نکوکاروں سے[2] چہرے کی بیماریوں کا دفعیہ[3] مطالعہ کتاب۔ مراد ہے لکھنا پڑھنا تحصیل علم[4] کشمیرہ کی جمع[5] دسویں حصے کا دسواں یعنی سواں حصہ[6] ضحقہ۔

درجے کو پہنچی کہ ایک خط بیرنگ آ جائے تو منہ بنائیں۔ گالیاں دیں۔ اور بے چارے ہرکارے سے ناحق دست و گریباں ہو پڑیں۔ یہ اُلّو کے پٹھے[1] اشعار کیا سمجھیں مگر ان کو ہم[2] اخفش[3] بنا کر مشق بہم پہنچانا اچھا ہے اس کا لحاظ رہے کہ تمہارے الفاظ پر یہاں بڑی گرفت ہوتی ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ تم نے کہیں السّلامی علیکم لکھا تو یہ صریح غلط تھا۔ سلامی مضاف۔ مضاف الیہ یٔں اضافۂ معنوی ہے کیوں کہ جب صیغہ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو تو اسی کو اضافۂ معنوی کہتے ہیں اور اضافۂ معنوی تعریف پیدا کرتی ہے مضاف یں اگر مضاف الیہ معرفہ ہو ورنہ تخصیص۔ تو یہاں یائے متکلم اعرف المعارف مضاف الیہ ہے تو سلامی معرفہ ہوا اب اُس پر الف پر لام آ نہیں سکتا۔ اور بھی چند غلطیوں کا تذکرہ یہ لڑکے مجھ سے کرتے تھے۔ اس یں بُرا مت مانو یہ ایک فائدے کی بات ہے۔ تمھارے عبارۃ پر ان کو سرقے کا احتمال ہے یعنی یہ کہ کسی کی عبارۃ چراتے یا کسی دوسرے سے لکھواتے ہو۔ ان یں شق دوم سخت مذموم ہے۔ سرقہ ابتدا یں سب کرتے اور اُس کا کوٹ[4] نام رکھتے لیکن جب کوٹ کر و استاذ[5] کا کلام۔ صرف نامی لوگوں کے کلام پر نظر پڑتی رہے لیکن بشیر انگریزی کا درست کرنا مقدم ہے۔ اور یہ تو فراغِ خاطر کے مشغلے ہیں۔ اگر ابھی سے طبیعۃ کو اِدھر مصروف کرو گے تو انگریزی سے محروم رہ جاؤ گے۔ کجا اُردو فارسی۔ کجا انگریزی ستاں[6] ومیتہا بہرکیف جو کچھ کسی کو لکھو معترضانہ مخاصمانہ اُس کو مکرّر دیکھ لیا کرو۔ والسَّلَام۔ ۲۷- جون ۱۸۷۶ء

خط ۳۲

کل وہ الاطولائی خط میں نے بھیجتے تو بھیج دیا لیکن تب سے خدشہ لگا ہے دیکھئے انجام کیا ہو۔ عقلوں کی سلامتہ اور نفوس کی صلاح معلوم۔ کسی معقولات کا اثر پیدا کر دینا متعذر۔ تم کچھ عقل رکھتے ہو لیکن تمھاری وقعتہ کیا ہے اور پھر کوئی آدمی اپنے تئیں احمق کیوں سمجھنے لگا سعدی کا کیا اچھا قطعہ ہے اور سچ یہ ہے کہ اس کا سارا کلام نظم و نثر عمدہ اور یاد رکھنے کے

---

[1] ہاتھا پائی کرنے لگیں [2] اخفش بڑا عالم نحوی تھا اُس نے اپنا طریقہ یہ رکھا تھا کہ باریک مسائل نحو کو اپنے ایک بکرے کے آگے بیان کرتا تھا اور توضیح در توضیح کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اتفاق طور پر جب بکرے کا سر ہل جاتا تو الگ ہو جاتا اور سمجھتا کہ اتنی توضیح کافی ہے [3] ایراد اقوال اساتذہ [4] دونوں میں بُرا بَل ہے۔

لائق ہی ۔ ؎

یکے جہود و مسلماں مناظرہ کردند	چناں کہ خندہ گرفت از نزاع ایشانم
جہود گفت بہ توراۃ می خورم سوگند	وگر دروغ بود ہمچو تو مسلمانم
بہ طنز گفت مسلماں کہ گر قبالۂ من	صحیح نیست خدایا جہود میرانم
گر از بسیطِ زمین عقل منعدم گردد	بہ خود گماں نبرد ہیچ کس کہ نادانم

بشیر۔ اگر ہوسکے تو بہ نظرِ تحقیق اس شخص کا کلام پیش نظر رکھو۔ میں کہاں سے کہاں جا نکلا غرض جتنے احمق ہیں وہ اپنے پندار میں احمق نہیں تو ایسی صورۃ میں کیا توقع کی جاسکتی ہی خصوصًا جب کہ اقرباۓ عائلی رنجش درمیان میں ہو اگر تم دیکھو کہ زیادہ بے لطفی کا احتمال ہی تو اُس خط کو پھاڑ ڈالو اور . . . صاحب کو مت سناؤ اور مجھ کو میری حالۃ پر چھوڑ دو۔

بشیر۔ خدا کے لیے جی لگا کر پڑھو اور پڑھنے پر محنۃ کرو۔ چند روز کی تکلیف ہی اور ان شاء اللہ عمر بھر کی آسائش۔ تم کو دہلی والوں کے جھگڑوں میں دخل دینا ضرور نہیں۔ تم یہ سمجھو کہ تحصیل علوم کی ضرورۃ سے مسافرانہ دہلی میں ہو۔ کتاب سے سروکار رکھو اور تمھارا وطن یا گھر میرے دل میں ہی جس قدر تم ان لوگوں سے بے تعلق اور الگ تھلگ رہو گے آسائش میں رہو گے رہی یہ بات کہ فلاں شخص ہم سے کم محبۃ کرتا ہی اس کی کچھ شکایۃ نہیں۔ خدا کا شکر ہی کہ ہم کو اُس نے اپنے فضل و کرم سے لوگوں کی محبتوں کا محتاج نہیں کیا خدا کی محبۃ و مہربانی کافی ہی۔ تمھارا مزاج میری طرح اُس پر میرے ہی اور جب تم کو خلاف توقع لوگوں کی مداراۃ نظر آتی ہی تو بہ اقتضاۓ بشریۃ رنج ہوتا۔ استغنا کو اپنا اصول زندگی قرار دو غالب نے کیا خوب کہا ہی۔ ؎ جب توقع ہی اٹھ گئی غالب۔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی۔ لگ لپٹ کر ضروری امتحاں سے فراغۃ حاصل کرو۔ پھر کہاں تم اور کہاں دہلی۔ یہ بھی امور اتفاقیہ میں سے ہی ؎ با نیک خواہاں متفق باش۔ غنیمۃ داں امور اتفاقی۔

یاد آیا کہ تم نے کسی خط میں المسلم[1] مرآۃ المسلم کو مرایۃ المسلم لکھا۔ مرآۃ اصل میں مفعلۃ و اوزان آلہ میں سے ہی مفعل۔ مفعلہ۔ مفعال۔ مادہ رای۔ مصدر مجرد رؤیۃ مرایۃ کی ی

---

[1] مسلمان مسلمان کا آئینہ ہی۔

بہ وجہ تحریک فتح ماقبل الف ہوگئی - مرآۃ یعنی دیکھنے کا آلہ وہ کیا ہی آئینہ۔ فارسی کی انشاؤں
میں اکثر الفاظ عربی ملے جلے رہتے ہیں۔ جب کوئی ترکیب دیکھو اُس کی اصلیت تحقیق کرو مثلاً
خاطر نیاز آگیں اور تسلیمات کورنش سمات اور اسی طرح کے ہزاروں لفظ ہیں کہ بے توجہی میں
نظر سے گزر جاتے ہیں اور تحقیق کرنے بیٹھو تو ایک گھنٹے سے کم میں وہ الفاظ ٹھکانے نہیں لگتا۔

۲۸- جون ۶۷ء

خط ۳۳

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ آدمی اپنی رائے کے ظاہر کرنے میں مطلق پاک نہ کرے
جو لوگ ظاہر نہیں کرتے وہ رائے تو رکھتے ہیں۔ مگر بزدلی یا نفاق کی وجہ سے اُس کے اظہار
پر قادر نہیں۔ گو تم اپنے پندار میں اپنی رائے کو منصفانہ سمجھتے ہو اور عجب نہیں کہ
ایسی ہی ہو بھی لیکن میں اُس کے منصفانہ ہونے کا قائل نہیں ہوں تاہم میں تمھاری مدح
کروں گا کہ تم نے ویکرسکس[1] کی جانب داری کی۔ انسان جس سوسائٹی[2] میں ہوتا ہے وہ اپنے
تئیں سوسائٹی کے انفلوئنس[3] سے بچا نہیں سکتا پس پہلی دلیل تمھاری پارشیلٹی[4] کی تمھارا
اُس سوسائٹی میں ہونا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ ضَعِیْفًا[5] کے ضعف میں ضعفائے بھی داخل ہے
میں ایسا ہٹ دھرم نہیں (یا نہیں ہونا چاہتا) کہ تم مجھ کو میری فالٹس پر متنبہ کرو اور میں اعتراف
کرنے سے عار کروں۔ میں تمھاری نظر میں اپنے تئیں اُس سے زیادہ نیک بنانا چاہتا ہوں
اور اُس سے زیادہ معقول پسندی کی صفت ظاہر کرنے کی فکر میں ہوں جتنی کہ مجھ میں ہے اور آدمی
کے نیچر[6] کا اقتضا ہے۔

خط ۳۴

تمھاری انگریزی نہ میرے پاس ہے اس واسطے کہ میں نے دیکھنے کا قصد بھی نہیں کیا اور
دیکھتا تو کیا دیکھتا۔ اگر تم سوچ کر لکھو اور پڑھنے میں طرز ادا اور محاورات کا لحاظ کر لیا کرو تو
شاید میرے برابر لکھ سکو۔ اور نہ وہ انگریز . . کے پاس ہے کیوں کہ اُن کو اتنا دماغ کہاں البتہ

---

۱ صنفِ ضعیف یعنی نسواں ۲ صحبت، مجمع ۳ اثر ۴ جانب داری ۵ یہی کہ آدمی ضعیف پیدا کیا گیا ہے
۶ طبیعت۔ سرشت۔

... بعد دگر میر اُس میں اصلاح دے رہے ہیں۔ کیا تم اس لڑکے کی افتاد مزاج معلوم نہیں ایک دو برس کے بعد وہ متقدمین پر بھی ضرور جرح[۵۱] کرے گا۔ ع چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد۔ مولوی ... کو تو کتابیۂ میاں جی بد استعداد کہنے لگا۔ تم کو نہ وہ پہلے کچھ سمجھتا تھا۔ نہ اب سمجھتا ہے اور اس کا سبب خود اُسی کی جہالۃ اور نادانی ہے۔ پس تم ایسے احمقوں سے کیا معارضہ کرتے ہو فکلموا[۵۲] الناس علی قدر عقولہم تم کو خدا نے اُس پر اور ایسے ہزاروں پر برتری دی ہے۔ والحمد للہ علی[۵۳] ذالک ولا فخر۔ تم اپنی حالۃ کا موازانہ اپنے ابنائے جنس میں کرو... اپنے فخر خاندان ہیں مگر اُس خاندان کو علم وفضل سے کیا مناسبت۔ فارسی کو تو اُس نے مدۃ ہوئی طاقِ بلند پر رکھ دیا بدین عبارۃ توت کر چھوڑا عربی میں ہر روز مولوی صاحب سے تو تو میں میں ہوا کرتی ہے۔ انگریزی کا حال مجھ کو معلوم نہیں کسی سے کہتا تھا کہ گریمر ڈپٹی صاحب نہیں جانتے لنتہ میں نے کئی پوچھے اُن کو نہیں آئے پھر نہیں معلوم انگریزی کیا جانتے ہیں۔ یہ اُس کا کہنا حق تھا مگر وہ حق جس کو الحق مر[۵۴] کہا ہے۔ ... کے مزاج میں ابھی کچھ سلامتہ روی ہے مگر عارضی ع عصمۃ بی بی ست از بے چادری۔ تم کو کوئی ضرورۃ ان لوگوں سے بگاڑ کرنے کی نہیں ہے۔ میں بھی ان لوگوں سے تفریحاً ملتا ہوں تم بھی ایسا ہی تعلق رکھو۔ دل خوش کن دو چار باتیں کہیں سنیں الگ ہو گئے۔ غلطیاں جو تم نے گرفت کیں سب درست ہیں اور بہت غلطیاں تم نے نظر انداز کیں۔ ... خط لکھا ایسا کہ سر تا پا غلط۔ خود غلط املا غلط انشا غلط۔ ایک جگہ تم نے زبانِ مقطوع البیان کو زبان مقطوع اللسان سمجھ کر لتاڑ کی ہے۔ زبان مقطوع اللسان یا لسان مقطوع اللسان بے شک مہمل ہے مقطوع البیان بھی عبارۃ اچھی نہیں قاصر البیان چاہیئے۔ لیکن کیا... نے یہ لفظ اپنی طبیعۃ سے ایجاد کیا ضرور کسی انشا سے لیا ہوگا۔ عجمیوں نے عربی کی ایسی بہت سی مٹی پلید کی ہے۔ کاش اسی کاوش سے انگریزی پر نظر ہو اور اسی کاوش یہی کاوش چندے عربی میں چلی جائے ماشاء اللہ ولا

---

[۵۱] اعتراض [۵۲] لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق بات کیا کرو [۵۳] اور اس پر خدا کی ستائش نہ نازش [۵۵] سچی بات کڑوی ہوتی ہے۔

قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ ۔

ایک محقق کا مقولہ ہے کہ انگریزی دو قسم کی ہے کتابی اور روزمرہ جسے (کرنٹ انگلش) کہتے ہیں۔ روزمرے کے واسطے اور قوۃ تحریر زیادہ ہونے کے واسطے اور معلومات عامہ کے واسطے مطالعۂ اخبار انگریزی ضرور ہے۔ تم کسی سوسائٹی یا کلب میں جایا کرو یا خود کوئی عمدہ اخبار لیا کرو۔ تشیر۔ پڑھنے کے سامنے خرچ کو نہیں دیکھنا چاہیئے اگر خدا برکت دے تو یہ خرچ ایسا ہے کہ چند روز میں اضعافاً مضاعفہ اس سے حاصل ہوگا پس یہ خرچ تجارۃ رابحہ ہے۔

تم نے خط میں ذرا لکھ کر زرا بنایا اصل میں ذرہ عربی ہے۔ ذرات جمع۔ تصرفات عجم سے مخفف ہوگیا تو لکتا بہ ذرا درست فقط۔

خط ۳۵

مولوی ... صاحب تمھارا اسباب لے گئے ہیں۔ تم اپنی ضرورۃ کی چیزوں سے مطلع رکھو۔ کتاب وغیرہ جو کچھ درکار ہو لکھ بھیجو۔ میں روانہ کر دوں گا۔ تم جو چاہو فرمایش کرو میری طرف سے بھی ایک فرمائش ہے کہ تم پڑھو۔ ؎

ابروباد و مہ و خورشید و فلک در کار اند	تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار	شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

تم نے اپنا آخر فارسی خط تو درست کیا کہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے ہو تو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ذرا سا لحاظ قاعدوں کا کر لو کہ کس طرح حروف کو ترکیب دیں تو اور عمدگی پیدا ہو لیکن انگریزی خط کو تم نے پیٹ بھر کر بگاڑنے دیا۔ خوش خطی کوئی کمال نہیں مگر ہنر ہے اور شروع میں تھوڑا سا اہتمام کرنے سے آدمی خوش خط ہو جاتا ہے اور جب ہاتھ نے ایک روش اختیار کر لی تو گھسیٹ میں بھی وہی شان باقی رہتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ مجھ میں ہنر

لہ جو کچھ خدا نے چاہا اور قوۃ نہیں ہے مگر خدا کی مدد سے اور کافر قریب ہے کہ تجھ کو وعظ سنتے وقت اپنی نظروں سے ڈگا دیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو دیوانہ ہے۔ یہ آیۃ دفع نظر کے لیے پڑھتے ہیں۔ ملہ مجلس ۳ انجمن سے چند در چند ۵ پُرمنفعۃ تجارہ۔

خوش خطی نہیں ہے تو کیا ضرورۃ ہے کہ تم میرے جانب سنا قص کی تقلید کرو۔ خُذ ما صفا دع ما کدر[۵۱]
اگر کچھ ہیں کوئی صفۃ ہے خدا تم میں وہ صفۃ علی وجہ الکمال پیدا کرے میرے عیوب سے خدا تم کو بچائے آمین
ذرا انگریزی خط پر توجہ کرو۔ اگر قلم و دوات کاغذ علی وفق المراد نہیں چند پیسوں کی چیز ہے اور ہنر اگر ہاتھ میں
آگیا تو دولۃ لا زوال۔

گو تم کو اپنی والدہ سے عارضی ناخوشی ہو لیکن بشیر تم کو خدا نے عقل دی ہے۔ تم اُن کی پوری اطاعۃ کرو ماں میں نمونہ شفقۃ الٰہی کا ہے اور ماں باپ کے جو حقوق شارع نے قرار دیئے ہیں وہ حقیقۃ میں تلافی ہے اُن احسانوں کی جو ماں باپ اپنی اولاد پر کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تمہاری والدہ کبھی تم سے بے سبب ناخوش ہوں لیکن ؎ آں را کہ بجائے تست ہر دم کرمے۔ عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے۔ ۲ر جولائی سنہ ۱۸۷٦ء

خط ۳٦

مجھ کو تمہاری تین باتیں پسند آئیں۔ تم نے فارسی خط کچھ درست کیا قرآن مجید پر تمہاری نظر ہے کہ اس سے استشہاد کرتے ہو۔ یہ بڑی مفید چیز ہے۔ عبارۃ فارسی لکھنے پر قدرۃ پیدا کرتے جاتے ہو۔ اگر زبان انگریزی۔ گرامر۔ کمپوزیشن۔ اور علوم ریاضی میں بھی اسی نسبۃ کے ساتھ توجہ کرو تو بس کافی ہے۔ اس کو سمجھ لو کہ عربی فارسی لوگوں یعنی ابنائے جنس میں سرخ روئی پیدا کرنے کی چیز ہے اور انگریزی تو فی زمانا[۵۲] ذریعہ رزق کی ہو گئی ہے۔ اگر انگریزی کو شرط رزق کہا جائے تو بجا۔ پس انگریزی کی طرف مزید توجہ لازم۔ اور ظاہرا تم یہ نہیں کرتے اور برا کرتے ہو۔ اجی حضرت انگریزی ہو[۵۳] اور عربی فارسی رو کھن۔ جتنی عربی فارسی تم اب جانتے ہو دنیا کی کارروائی کو بہت ہے۔ لیکن انگریزی کیا ہے ہیچ بدتر از ہیچ۔ اس کو خدا کے لیے سمجھو مصیبۃ یہ ہے کہ مجھ کو انگریزی نہیں آتی ورنہ تم غفلۃ نہیں کرنے پاتے ۲۔ جولائی سنہ ۱۸۷٦ء

خط ۳۷

بشیر۔ اب میں بھی سینگ کٹا کر بچھڑوں میں ملا ہوں۔ میں نے پادری صاحب سے بائبل[۵۴] پڑھنی شروع کی ہے۔ افسوس کہ اُن کو ہفتے میں دو دن فرصۃ ہوتی ہے وہ صرف

۵۱ نکھرے ہوئے کو لے لو اور گدلے کو چھوڑ دو ۵۲ ان دنوں ۵۳ اصل زر راس المال ۵۴ توراۃ و انجیل کتاب مقدس

ایک گھنٹے لیکن اتنا بھی خالی از منفعت نہ ہوگا - پہلے ہی سبق میں مجھ کو اپنی چند غلطیوں کی تنبیہ ہوا ہوگی۔

خط ۳۸

شبیر الدین احمد بارک اللہ فیک[1] ۔

خدا کی شان ہی وہ شخص جو برسوں دہلی کو خط لکھتا نہ جانے اب دہلی کے خط کو ترسے میں تمھارے طرزِ مزاج سے خوب آگاہ ہوں اور مطمئن ہوں کہ تم نے خط کا لکھنا اپنے ارادے سے بند نہیں کیا عجب نہیں کہ تم کو وہاں کے عقلا نے مخبر یا نمّام[2] کہا ہی اور تم نے اُس تہمت کا انتقام یوں لیا ہی کہ مراسلت موقوف - لیکن ترکِ مراسلت میں تم اپنا بڑا نقصان کر رہے ہو - آخر میں تم کو یہاں دور بیٹھا ہوا تعلیم نہیں کر سکتا تاہم نیک صلاح تو دے سکتا ہوں - مجھ کو امید ہی کہ عربی کے اصلاحی خطوط فائدہ دیتے ہوں گے - انگریزی میں اصلاح نہیں نہ سہی صلاح کیا کم ہے - پس تم بہ قدرِ تعلق تعلیم ترکِ مراسلت مت کرو اگر علیٰ وفق العادۃ المعہودہ[3] تمھارے اصلاح طلب خطوط کا سلسلہ جاری رہے مجھ کو رضامند رکھنے کے لیئے کافی ہی میں انھی خطوط سے تمھاری ذاتی خیر و عافیت بھی مستنبط کر لیا کروں گا - تمھارے امتحانی سوالات کل میں نے واپس کر دیئے - سوالات کا واپس منگوانا ایک اچھا طریقہ ہی اس سے تم کو اپنی غلطیوں پر متنبہ ہو سکتا ہی - میں نے سید احمد خاں کے کالج کے کاغذات بھی تم کو بھیجے تھے اب سید احمد خاں نے پنشن لی اور بہ نفسِ نفیس مقیم علی گڑھ رہیں گے ضرور ہی کہ اب مدرسے کا انتظام یوماً فیوماً عمدہ ہوتا جائے - سید احمد خاں کو سکالرشپ[4] بہت مل گئی ہیں اور یہ تحلیبِ[5] رغبات کا اچھا ذریعہ ہی -

مائیغنیک فی الصرف - کے پروف عنقریب آنے والے ہیں - میں اُن کو تمھارے پاس بھیجتا رہوں گا - مائیغنیک اور توضیح المرام گو اُردو ہیں لیکن غور سے سمجھ کر پڑھو اور یاد رکھو تو صرف و نحو میں کافی ہیں -

پہلے امتحان میں جس مضمون میں بُرے رہے اُس پر زیادہ توجہ کرو - مجھ کو اپنے لکھنے پڑھنے سے بے خبر مت رکھو کیوں کہ اُس کا گزند تمھاری طرف عائد ہوتا ہے - ۳۰ - اگست ۱۸۹۶ع

۱؎ خدا تم میں برکت دے ۲؎ چغل خور یعنی چین ۳؎ معمولی عادۃ کے موافق ۴؎ وظیفہ ۵؎ رغبتوں کی کشش ۔

خط ۳۹

میں نے ... کا خط بجنسہ بھیج دیا تھا اور پوچھا تھا کہ جو کہو سو کر دوں؟ لیکن تم نے میرے استفسار کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اس واسطے کہ مطلقاً مجھ کو خط لکھنا ہی غیر ضروری رہا ہو اب ... نے اپنے والد کو لکھا ہے کہ ... سخت محتاج ہے اور ... بیمار اور لڑکی کا نکاح درپیش کچھ آپ دیجئے اور کچھ ڈپٹی صاحب سے دلوا دیجئے۔ میں نے تم کو لکھا تھا اور تم کو پہلے سے معلوم بھی ہوگا کہ ... سے میں نے ایک طرح کا وعدہ ضرور کیا تھا مگر وعدہ ایسے عام الفاظ میں تھا کہ میں نے کسی مقدار خاص کی تعیین نہیں کی اور اس میں فی الحقیقۃ یہ شرط[1] معہود فی الذہن مضمر تھی کہ وہ ایجاز[2] وعدہ تک تم لوگوں کو رضامند رکھے۔ سو اس دشمن عقل نے شاید ایسا نہیں کیا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ من حیث القرابۃ[3] ... کو کچھ استحقاق نہیں لیکن استحقاق تعارف ہے ع اِنَّ الْمَعَارِفَ فِیْ اَھْلِ النُّھٰی ذِمَمٌ۔ دہلی کے لوگوں سے اس اطاعت اور وفاداری کی توقع رکھنا جو یہاں کے نوکر کرتے ہیں ایک توقع بے جا ہے۔ خصوصاً ہرجائی اور ہر بابی جیسے ... اور ... کہ یہ لوگ اپنی چرب زبانی سے شکم پروری کرتے ہیں۔ کسی کے پابند نہیں چاپلوسی اور خوش آمد سے جہاں موقع ملا کام نکال لیا اگر ان کا یہ شیوہ پیش نظر رکھو تو پھر ان کی کوئی حرکت ناگوار طبع نہ گزرے۔ تم اپنی غلط فہمی سے توقعات بے جا پیدا کر لیتے ہو اور جب خلاف توقع کوئی امر پیش آتا ہے تم کو برا لگتا ہے اور بے شک برا لگنا چاہیئے۔ مولوی .... روپیہ بھیجتے ہیں۔ میں نے بھی ... روپیہ دینے کو کہہ دیا ہے سو بھائی اگر بہ طیب خاطر تمہارا اور تمہاری والدہ کا جی چاہے تو دو ورنہ خدا کے نام کا دینا ہے۔ جس کو زیادہ مستحق سمجھو بہ تفاریق یا یکمشت اس کو دو ... وغیرہ گو یہ لوگ برے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ اسی برائی کے ساتھ انھوں نے اپنی عمریں تمہارے گھر یا کنبے میں بسر کردیں اور بہ وقت ضرورۃ خوش دلی یا بے دلی سے تمہارے شریک حال بھی یہی لوگ ہوتے ہیں میں روپیہ تم کو دیتا ہوں کہ اس کو راہِ خدا میں صرف کرو اور مصرف اس کا متعین نہیں کرتا

---

[1] ذہن میں ٹھیری ہوئی [2] ایفائے وعدہ [3] قرابت کے لحاظ سے [4] جان پہچان کی بھی عقلمندوں کے درمیان ذمہ داریاں ہیں۔

لیکن مجھ کو امید ہی کہ اس خط کے پوہنچتے تک تم کو . . . خوشنود کرے گی والسلام۔

۵۔ اگست سنہ ۱۸۷۶ء

خط ۴۰

چھوٹی[۱] طلائی گھڑی آج روانہ کی جاتی ہی اگرچہ لوگ منع کرتے تھے کہ لڑکوں کو ایسی قیمتی چیز کا دینا مناسب نہیں لیکن میں نے مضائقہ نہیں کیا کیوں کہ تم لڑکے تو ہو مگر خدا کے فضل سے بے تمیز بچے نہیں ہو کہ گھڑی کی احتیاط یا حفاظت ضروری نہ کرسکو۔ دوسرے تمھاری جائز خواہشوں کا پورا نہ ہونا مجھ کو پسند نہیں۔ تم جانتے ہو کہ یہ گھڑی اگر بے قدر ہی تو صرف اس سبب سے کہ مجھے مفت ملی ہی اور میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ جب یہ گھڑی نئی نئی مجھ کو مفت ملی تو ہینڈرسن صاحب بہادر کلکٹر کانپور نے دیکھ کر کہا کہ ہملٹن[۲] اینڈ کلوی کی دکان سے لااقل[۳] چھ سو روپئے کو ملے گی اور زنجیر پورے رکی۔ تو مجموع کو فی الحال لااقل پانسو کا مال سمجھو چوں کہ مجھ کو شوق نہ تھا۔ میں نے نہ تو اس کے لیے کوئی عمدہ خانہ بنوایا نہ خوش نما غلاف سلوایا اور نہ نفیس آویزے لٹکائے بلکہ کنجیاں میلی ہوگئی تھیں اتنا بھی نہ ہو سکا کہ انھی کو اجلوا لیتا یا تجدید ملمع کراتا۔ مگر اتنی احتیاط میں نے ضرور کی کہ اس کو بگڑنے نہیں دیا۔ جدھر سے گھڑی کوکی جاتی ہی کھول کر دیکھو دو سوراخ ہیں ایک سطح دائرہ یا مرکز دائرہ میں۔ اُس کی راہ گھڑی کا وقت ملایا جاتا ہی لیکن ضرور ہی کہ سوئی الٹی نہ پھرائی جائے یعنی سوئیوں کی اصل رفتار نشان ۱۲ سے نشان ۱ و ۲ وغیرہ کی طرف ہی۔ تو گھڑی کے ملاتے وقت بھی سوئیاں اصلی رفتار کے خلاف چلائی نہ جائیں ورنہ گھڑی کے پرزوں میں فتور پیدا ہوتا ہی۔ دوسرا سوراخ کوکنے کا ہی اور کوکنے میں سیدھی کنجی دی جاتی ہی جس طرح ہم لوگ معمولی قفلوں کو بند کرتے ہیں لیکن یاد رکھو کہ گھڑی کے ملانے میں ہمیشہ الٹی کنجی دینی ہوتی ہی تاکہ سوئیوں کی رفتار اُلٹی نہ ہو۔ اس کو غور سے سمجھو۔ لوگوں کی گھڑیاں دیکھو ان سوراخوں پر کنجی کے صدموں سے ایسے نشان پاؤ گے جیسے بیلوں کے مُنھوں پر آر کے نشان ہوتے ہیں پر میری احتیاط پر آفریں کہو کہ ایسی جانچ سنبھال کے ساتھ

---

[۱] یہ وہ گھڑی ہی جو انڈین پینل کوڈ کے ترجمہ کے صلے میں مولوی نذیر احمد صاحب کو گورنمنٹ سے انعام ملی تھی بس وہ قیمتی ہونے کی علاوہ وہ فخر کی چیز ہی۔ [۲] کلکتے کی ایک بڑی بھاری کمپنی جس کے ہاں ہر قسم کی اعلیٰ اعلیٰ گھڑیاں بنتی ہیں [۳] کم سے

کنجی پھیرتا تھا کہ دونوں سوراخ خدشہ وخراش سے محفوظ رہیں اور یہ حالت کامل پندرہ برس کے استعمال کے بعد ہی۔

گھڑی کے متعلق چند باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔ اوّل گھڑی کو حتی المقدور ہمیشہ ایک وقت معین پر کنجی دینا چاہیئے یعنی جس وقت آج کوکی ہی دوسرے روز بھی اُسی وقت کوکی جائے۔ کنجی دینے کے لیئے صبح کا وقت سب سے بہتر ہی۔ کنجی دیتے وقت دیکھ لینا چاہیئے کہ کنجی گرد سے پاک ہی اور زنگ آلود نہیں ہی اور وہ مربع کیل جس میں کنجی دی جاتی ہی اُس میں کنجی برابر بھرپور بٹھانے کے بعد آہستہ آہستہ پھرائی جائے جب تک کہ از خود نہ رک جائے۔ دوم بے کار اور معطل رکھ دینے سے گھڑی کے خراب ہو جانے کا احتمال ہی۔ اگر استعمال نہ کرو تو یوں بھی دوسرے تیسرے کنجی دے کر رکھ دیا کرو۔ سوم۔ کنجی دیتے وقت گھڑی کو مضبوط ایک ہاتھ سے پکڑو اور صرف کنجی کو پھراؤ۔ گھڑی کو پھرانا یا چکر یا جھٹکے دینا ضرور نہیں۔ چہارم۔ گھڑی کی جیب کو ہمیشہ گرد سے پاک رکھو۔ پنجم جب گھڑی کسی کھونٹی سے لٹکائی جائے تو خیال رہے کہ وہ ہلتی نہ رہے بلکہ تھمی ہوئی رہے۔ جب نیچے رکھی جائے تو خانے میں رکھو یا کسی نرم چیز پر۔ کتاب یا میز یا کسی اور سخت چیز پر رکھنے سے وائبریشن[1] ہوتی ہی۔ ششم جب کبھی گھڑی کسی وجہ سے بند ہو جائے یا اُس کے صاف کرانے کی ضرورت ہو تو ضرور ہی کہ کسی معتبر واقف کار درست کرنے والے کو دی جائے ورنہ عموماً یہ چھوٹ بھیئے بہ سبب ناواقف ہونے کے تمام ورکنگ[2] کو خراب کر کے گھڑی کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔

خانہ اور کنجیاں دو چیزیں خراب ہیں۔ ان کو درست کرا لو۔ گھڑی کو بازیچۂ طفلاں مت بناؤ بلکہ عاقلانہ طور پر کام لو۔ سوائے تمھارے کوئی اُس کو نہ چھوئے کَائِنًا مَنْ کَانَ[3] لوگوں میں مادۂ حسد ایسا عام ہی کہ شاذ و نادر کوئی نفس قدسی اس سے بری ہو تو ہو پس دفع العین کے لیئے بے ضرورت حاسدین کو دکھانا لاحاصل ہی مجھ کو یہ خوف نہیں کہ تم گھڑی کو بگاڑ دو گے۔ خوف یہ ہی کہ بہ اقتضائے شباب کہیں رکھ کر اُٹھ کھڑے ہوا ایسا نہ ہو دل کا کوئی عیار رے کر چلتا ہو۔ مدرسے کے لڑکے شاید اب بھلے مانس ہوں میرے ملنے میں کَانَ اَکْثَرُھُمْ فَاسِقِیْنَ

---

[1] تھرتھراہٹ۔ لرزش [2] کیل پرزے [3] کے باشندہ کوئی ہو [4] القرآن میں فاسق چور اور ...

مَا دَقِيْنَ کَاذِبِيْنَ ۔ تمھارا امکان جیسا کچھ غیر محفوظ ہے مجھ کو معلوم ۔ ایک دن پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے سے تمھارے یہاں آدمی معصوم سمجھا جاتا ہے اور حال یہ ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روی ہست　　　پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

الغرض تاکہ کسی وقت آیندہ میں لوگ میری تحمیق نہ کریں اس متاع گراں مایہ کو ضائع مت کرو۔

خط ۴۱

بشیر۔ اگر تم نے عربی اور اقلیدس میں پاس کیا تو مدح نہیں۔ یہ چیزیں تم نے یہاں سمجھ کر پڑھی تھیں مگر تم تو جبر و مقابلہ اور حساب بھی یہاں سمجھنے لگے تھے۔ تم زور لگاؤ اُدھر جدھر خامی پاؤ۔

یہ تم نے کس سے سنا کہ میری تنخواہ میں اضافہ ہوا۔ اضافے کا نمبر نہیں۔ میور صاحب لفٹنٹ گورنر نہیں۔ تم کو فوراً تکذیب کرنی چاہیے تھی اَهْلُ الْبَيْتِ[۱] اَدْرٰی بِمَا فِي الْبَيْتِ حق یہ ہے کہ اب وہ ولولہ مجھ میں باقی نہیں ورنہ دنیا دار الاسباب ہے۔ چند در چند تدبیریں تھیں مگر مجھ سے اب کچھ ہو نہیں سکتا ع جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا۔ اب تمھارا وقت ہے ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔

آدمی کی ظاہری نمود کچھ بہ کار آمد نہیں۔ اصلی نمود ہنر اور لیاقت کی ہے مجھ کو پوری امید ہے کہ تم پر کسب ہنر کی ضرورۃ ثابت ہو چکی ہے۔ بس کسر اتنی ہے کہ اپنے وقت کو ضائع نہ ہونے دو اور اپنے اقران و امثال میں امتیاز پیدا کرو جب تم کو کسی مضمون میں فیل ہوتا سنتا ہوں میرا دل ٹوٹ جاتا ہے اور سوچتا ہوں کہ کیا تدبیر کروں کہ تم کو وہ مضمون آ جائے۔ ۲۱۔ اگست ۱۸۷۶ء

خط ۴۲

تمھارے معاملات میں یہ بڑی مشکل ہے کہ اپنی ضرورۃ کی پیش بینی نہیں کرتے تم اپنی حوائج ضروری کا اندازہ کر کے ایک اوسط مقرر کر دو کہ اُسی حساب سے ایک مقدار کافی جمع کر دی جائے کہ وہ "بشیر فنڈ"[۲] ہو اور تم وقتاً فوقتاً بہ اختیار خود اپنی تجویز سے اس کو صرف کیا کرو جو روپیہ تمھاری

---

[۱] گھر والے گھر کے حال سے زیادہ واقف ہوتے ہیں [۲] خزانۂ بشیر۔ تحویل بشیر۔

تعلیم و آسائش میں صرف ہو مجھ کو ہرگز دریغ نہیں ۔ میں صرف اسی قدر رکھتا ہوں کہ اپنی عادتوں
کو مت بگڑنے دو کوئی آدمی نہیں جان سکتا کہ اُس کو آیندہ کیسے اتفاقات پیش آئیں گے
اس سے قطع نظر ۔ بگڑی ہوئی عادتیں عسر[1] و یُسر دونوں حالتوں میں تکلیف دہ ہوتی ہیں ۔
میرے ساتھ وہی اگلے کورنمک[2] ہیں ۔ اب میری تکلیفیں انتہا کو پہونچیں ۔ تمتعاتِ دنیوی
میں بس ایک کھانا تھا اس کا یہ حال ہو کہ کوئی ہفتہ فاقے سے خالی نہیں جاتا ع بس جی چکے
بہت ہم اب کیا کریں گے جی کر ۔

گھڑی کے بارے میں مجھ کو چند باتیں اور لکھنی ہیں ۔ دو کنجیاں دو مصرفِ جداگانہ رکھتی ہیں
ہیں ایک مرتبہ خوب پہچان لو کہ کون سی کنجی کس سوراخ کے لیے موضوع ہو تاکہ وضع[3] الشیٔ فی غیر
محلّہ ۔ نہ کر سکو ۔ جس طرف آئینہ ہو اُسی طرف سے داخل گھڑی کھولا جاتا ہو ۔ آئینہ ایک حلقے میں
جڑا ہوا ہو اور حلقے میں وہ جگہ باہر نکلی ہوئی جس میں ناخن اٹکا کر آئینے کو اٹھا دیتے ہیں ۔ اس کے
بعد دو فولادی نشان نیچے ہیں ۔ ایک میں ناخن لگا کر اندر کو دبا دینے سے گھڑی خود بہ خود کھل
جاتی ہو کوئی ضرورت داخل گھڑی کے کھولنے کی نہیں ۔ رگیولیٹر کو کبھی تیز یا سُست کرنا پڑتا ہو اور
اور وہ رگیولیٹر داخل گھڑی میں ہو ۔ رگیولیٹر اُس پرزے کو کہتے ہیں جس سے گھڑی کی رفتار
رگیولیٹ[4] کی جاتی ہو اور وہ ایک لوہے کی سوئی ہو جس کی دونوں طرف درجے بنے ہوئے ہیں
اور ایک طرف اس اور دوسری طرف ف لکھا ہوا ہو یعنی سلو[5] اور فاسٹ[6] ۔ جب گھڑی
سُست چلنے لگتی ہو یا تیز ہو جاتی ہو تو اس سے کام لیا جاتا ہو مگر عموماً عمدہ گھڑیاں
رگیولیٹ کی ہوئی ہوتی ہیں ۔ تم داخل گھڑی کو بلا ضرورت شدید مت کھولو ورنہ احتمال
ہو کہ گرد اور ذرّات اس کے پرزوں میں گھس جائیں اور عمل اور اٹماسفیر[7] کے اثر سے گھڑی خراب
ہو جائے ۔ سب سے زیادہ خطرناک بات گھڑی کی مرمت ہو ۔ چوں کہ گھڑی کے پرزے
بہت نازک ہیں ضرور ہو کہ ہر سال اُس میں واچ آئل[8] دیا جائے یعنی صاف کرائی جائے تاکہ
گرد وغیرہ سے پاک ہو جائے ۔ مگر جہاں عمدہ صاف کرنے والے نہ ملیں وہاں ایسے صاف

[1] تونگری و تنگی [2] نمک حرام نوکر [3] چیز کو بے محل رکھنا [4] ملائی اور درست کی جاتی ہو [5] سست [6] تیز [7] ہوائے جوی اثر موسم [8] گھڑی میں ڈالنے کا تیل ۔

کرانے سے گھڑی کا نا صاف ہی رہنا بہتر ہے۔ لوگ ایسے بدمعاملہ ہوتے ہیں کہ گھڑی کے عمدہ
ولایتی پرزے بدل لیتے ہیں۔ اسی واسطے محتاط لوگ گھڑی کا مرمتہ کرانا پسند نہیں کرتے بعض وقت
گھڑی ساز اپنی کم فہمی اور ناواقفیت سے بھی پرزے بے ترکیب جما دیتے اور گھڑی کو تباہ بلکہ از کار رفتہ
کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ تم ان سب باتوں کو پہلے سے جانتے ہو لیکن بہ نظر مزید احتیاط مجھ کو لکھنا
لازم تھا۔

... کو تم نے خطِ منظوم لکھا۔ اُس میں کثرت سے زحافات اور سکتات تھے اور بہت سے
شعر ساقط الوزن۔ افسوس ہے کہ تمھاری طبیعت ناموزوں واقع ہوئی ہے۔ اس کی تدبیر کرو
یہ عیب شاید متوارث ہے۔ ننھیال میں تمھارے ... صاحب کو وزن کا مطلق امتیاز نہیں
اور ... کا بھی یہی حال ہے۔ اساتذہ نے اوزانِ اشعار کو منضبط کر دیا ہے۔ ہر خاص وزن
بحر کہلاتا ہے۔ اُس میں ف ع ل۔ میں کلمات مقرر ہیں مثلاً۔ فعولن۔ مفعول مستفعلن
فاعلن۔ متفاعلن۔ فع۔ فعلاتن۔ فاعلاتن۔ نسیم کا یہ مصرعہ ع ہر شاخ میں ہے
شگوفہ کاری۔ اس کی بحر ہے مفعولُ مفاعِلُن فعولُن۔ جس کی تقطیع یا توزین یوں ہے: ہر
شاخ مفعول۔ م ہے شگو = مفاعلن۔ فہ کاری = فعولن۔ اس طرح ہر ہر مصرع کو تقطیع کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ کہاں وزن بگڑا اور جن کو خدا نے طبیعت کی مناسبت عطا فرمائی ہے وہ ایک
مرتبہ پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہاں سکتہ یا زحاف ہے۔ ع شعر می گویم بہ از آبِ حیات۔ من نہ
دانم فاعلاتن فاعلات۔ شعر ایک شعبہ موسیقی ہے جس میں تال اور سم سب موجود ہیں۔ تم نے
وزن پر خیال نہیں کیا۔ اب سے اس کا خیال رکھو تو چند روز میں بحروں کی ٹو ذہن نشین
ہو جائے گی اور یاد رکھو کہ ناموزونی ایک بڑا سخت عیب ہے۔

فارسی میں شاید یہ عمدہ تدبیر ہے کہ مولوی امام بخش صہبائی نے مینا بازار۔ پنج رقعہ۔ نثر
ظہوری کی شرحیں لکھی ہیں۔ میں نے زمان طالب العلمی میں یہ کتابیں دیکھی تھیں۔ فی الواقع
بڑی عمدہ ہیں۔ اگر ان کتابوں پر ایک نظر محققانہ ہو جائے تو فارسی میں استعداد
متعارف حاصل کرنے کو کافی ہے اگر تم کچھ فارسی دیکھنے کی فرصت پاتے ہو تو انھی کتابوں کو دیکھو
اور جب مناسبت پیدا ہو گئی تو بے تخصیصِ کتاب آدمی اخذ مفہوم کر لیا کرتا ہے۔

مشاغل متعدد اور وقت محدود ہیں وقت کے انتظام میں اَلْاَقْدَمُ فَالْاَقْدَمُ کا قاعدہ برتنا چاہیئے یعنی مشاغل میں تقدم و تاخر ٹھیرالو مثلاً اول انگریزی اُس میں بھی مقدم زبان پھر سائنس اور انگریزی کے بعد عربی اور سب سے آخر میں فارسی۔

شاید تمھاری کلاس میں بھی سکالرشپ ہوں گی۔ ہر چند مِنْ حَیْثُ الْمَالِیَۃ[1] اس کی طمع نہیں کرنی چاہیئے لیکن اس اعتبار سے کہ سکالرشپ ایک علامتِ امتیاز ہی وہ ایک قدر کی چیز ہی اور اُس کے حاصل کرنے میں جہاں تک ہو سکے سعی کرو۔

اب کے بڑے دن کے واسطے بڑی طیاریاں ہو رہی ہیں۔ ملکہ معظمہ نے خطاب قیصرۂ ہند لیا جس کی یادگار کے لیئے دہلی میں عمائد ہند کا اجتماع ہو گا۔ مَا لَا عَیْنٌ[2] رَاَءَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ۔

بابو شیو پرشاد صاحب کی انگریزی ایسا پس فیبلز[3] شاید تمھارے ساتھ چلی گئی ہی تلاش کی نہیں ملی یہ وہ کتاب حکایاتِ لقمان ہی جس میں سے چند حکایتوں کا ترجمہ حسب خواہش بابو شیو پرشاد صاحب میں نے کیا بابو صاحب اپنی انگریزی کتاب مانگتے ہیں اطلاع دو کہ تمھارے پاس ہی یا نہیں۔ ۲۷۔ اگست ۱۸۷۶ء۔

خط ۴۳

گھڑی کی رسید میں جو خط تم نے لکھا اُس میں یہ بھی پوچھا تھا کہ زنجیر طلائی ہی یا ملمع سو میرے علم و یقین میں وہ ضرور طلائی ہی اس واسطے کہ ایک معتبر آدمی نے ایک معتبر دوکان سے مول لی ہی اور پورے دام دیئے ہیں۔ یہ ایک مشہور بات ہی کہ انگریز طلاے خالص کا استعمال نہیں کرتے۔ لوگ جن کو انگریزوں کی نسبت بدگمانی ہی اس کو مکر و خدیعہ پر محمول کرتے ہیں لیکن بات یہ ہی کہ خالص سونا اس قدر نرم ہوتا ہی کہ وہ رحمتِ نقش و نگار کا متحمل نہیں ہو سکتا اس مصلحت سے اور ٹکنے کی غرض سے اُس میں آمیزش کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہی پس تمھاری زنجیر کا سونا بھی اس اعتبار سے کھوٹا ہی۔ ۱۷۔ ستمبر ۱۸۷۶ء

---

[1] پہلے وہ جو سب پر مقدم ہی پھر جو اُس سے کم ہی و علیٰ ہذا۔ [2] مالیۃ کے لحاظ سے [3] جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اقتباس ہی حدیث سے [4] حکایات لقمانیہ۔

خط ۴۴

اب تم کو ایک برس دہلی میں ہونے آیا۔ تم جانتے ہو کہ ایک برس میں کس قدر وسعت ہوتی ہے مجھے خیال ہے کہ شاید تم نے شرح ملا بالاستیعاب ایک برس میں پڑھ لی تھی۔ گو تم نے جیسا چاہیئے نہیں پڑھا لیکن ورقا ورقا نظر کرنے کو بھی وقت درکار ہے اب تم سوچو کہ تم نے اس برس میں کیا کیا۔ عربی میں تم نے ایک پچ ترقی نہیں کی اور یوں کہ تم کو خود بے قرارانہ شوق نہ تھا چندے یہ حیلہ رہا کہ استاد نہیں آخر کار مولوی ملے تو اب تم کو ضیق وقت اور بُعد کا حیلہ ہے لیکن اگر صرف تعطیل ہی کے دنوں میں اکتساب کا شغل کیا ہوتا تو بھی ایک مناسبت ہو جاتی۔ دوری کے واسطے سواری کا انتظام کر دو۔ تم کو تامل ہوتا ہے کہ میں اس خرچ کو پسند نہیں کروں گا حالانکہ میں ایسے مصارف کو اکل و شرب کے مصارف پر بھی مقدم رکھتا ہوں اس واسطے کہ تحصیل علم میں جو کچھ خرچ کیا جائے گا آگے چل کر تم کو اضعافاً مضاعفہ ملنے والا ہے۔ اگر تم اس برس یہاں ہوتے تو میں یقین کرتا ہوں کہ قطبی نکل جاتی۔ اقلیدس۔ حساب۔ جبر و مقابلہ۔ سب کا حال مثل عربی کے ہے۔ رہی انگریزی۔ میں نہیں جانتا کہ تم نے کتنا فائدہ جمع کیا ہے اس کا فیصلہ تم مجھ سے بہتر کر سکتے ہو۔

بشیر۔ جہاں تک میں غور کرتا ہوں دنیا میں اپنے رہنے کی ضرورت نہیں دیکھتا اور نہ دنیا میں کوئی کام مجھے کرنے کو ہے۔ نہ اب کوئی نیا علم میں حاصل کر سکتا اور نہ اب وہ اگلے ولولے میری طبیعت میں باقی ہیں۔ رہی خدا پرستی اس سے تو میں کوسوں دور رہا ہوں۔ پس دنیا کا کام اگر ہے تو یہ کہ تم میرے جیتے جی پڑھ لکھ کر فراغ حاصل کرو کہ میں تمھاری طرف سے حسرت لے کر نہ مروں اور مرتے وقت مجھ کو اس کی تسلی رہے کہ میرے بعد تم کو مطمئن زندگی کرنے کا سامان مہیا ہے۔ میرے معدے میں ایسے فسادات ہو گئے ہیں کہ یوماً فیوماً زیادتی ہوتی جاتی ہے اور یہی حال ہے زندگی کا کہ خود بخود اس کل میں کچھ بگاڑ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ ایک دن بند ہو جاتی ہے۔ تم اگر اور کسی غرض و مطلب سے پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تو یہ مطلب کیا کم ہے کہ مجھ کو اپنے اخیر وقت میں اس تصور سے کہ تم نے پڑھا اور خوب پڑھا بڑی مسرت پہنچے گی

لے زندگی۔ ۲ے دوری ۳ے کھانے پینے۔ ۱۲

تمھاری والدہ اگر نہیں آئیں تو اس میں کوئی مصلحت مضمر ہوگی عجب حالت ہے دنیا اور اہل دنیا کی کہ چند روزہ اجتماع میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے سے ملول ہو جاتے ہیں حال آں کہ افتراق ایک دن ضرور ہونا ہے۔ متنبی نے کیا اچھا کہا ہے۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا اَنَّنَا سَتُطِیعُهُ لَمَّا عَلِمْنَا اَنَّنَا لَا نَخْلُدُ۔ یعنی یہ تو ہم پہلے ہی سے سمجھے بیٹھے تھے کہ ایک دن مفارقت ہونی ہے کیوں کہ ہم کو دنیا میں قیامِ[۱] خلود نہیں۔ بشیر۔ تم دلی والوں کے جھگڑوں میں اپنے تئیں مبتلا مت کرو۔ ایک ہوئی بات تمھارے سمجھنے کو بس ہے کہ تم سے علم و عقل و تجربہ و عمر سب باتیں مجھ میں زیادہ ہیں لیکن میں ان کے معاملات کے سلجھانے پر قادر نہیں ہو سکا اگر تسلی ہو تو اس میں ہے کہ بہت گزر گئی تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ خدا اس کو بھی آبرو کے ساتھ گزار دے اور خاتمہ بہ خیر کرے۔ اس تنہائی میں بھی راحت ہے۔ اتنا سمجھ لیا ہے کہ نوکروں پر بے اعتمادی نہیں کرنی چاہیئے اور نہ ان لوگوں سے خصوص و اختصاص کا متوقع ہونا مناسب ہے۔ روپیہ کچھ زیادہ خرچ ہو جاتا ہے لیکن یہ لوگ مجھ کو آرام دنیا چاہتے ہیں۔ رہا وقت اس کو عمدہ طور پر صرف کرنا مشکل ہے۔ غرض انسان کے دل کو خدا نے کچھ ایسا بنایا ہے کہ جس حالت سے وہ خوگر کیا جاتا ہے اُسی میں رضا مند ہو جاتا ہے۔ ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج ۔۔۔ مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

البتہ اس کی خبر رکھو کہ تم کو خرچ کی طرف سے تکلیف نہ ہو۔ جب خدا نے دیا ہے تو اس سے متمتع نہ ہونا بھی ایک طرح کی ناشکری ہے۔ اب خدا کے فضل سے ایک مقدار معتد بہ موجود ہے تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ بڑی دولت تو تم ہو۔ خدا تم کو زندہ و سلامت رکھے اور توفیق نیک دے۔

تمھارے ہم عمروں کا یہ حال ہے کہ ۔ ۔ ۔ نے آخر رو دھو کر باپ سے بنارس جانے کی اجازت لی۔ بلا مبالغہ ساری ساری رات اس لڑکے کو پڑھتے گزر جاتی ہے۔ یہ حاجی جی کی خوش قسمتی ہے۔ اور جانے کی کیفیت یہ کہ تنہا۔ اور جب پوچھا کہ میاں کیا کرو گے تو ہشاش بشاش جواب دیا کہ جب بھوک معلوم ہوگی بازار سے لے کر کچھ کھا لیا کروں گا۔

---

[۱] جب ہم کو یہ معلوم ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں تو پھر خدا کا شکر ماننا ہی ضرور ہے۔ [۲] ہمیشہ رہنا۔

شوق اس درجے کو پونہچا ہو کہ کھانے کی ضرورت سے بھی اُس کو قطع نظر ہو وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ پھر ۔۔۔ کا حال پڑھنے میں گو۔۔۔ کا سا نہیں مگر مناسب حالت اچھا ہے تعصبر[1] جز ہسٹری تک پونہچا اور اُس کو سمجھ بھی لیتا ہے۔ اس کو خودپسندی اور خویشتن ستائی اُچکاتی ہے۔ اب بے باکی یہاں تک پہنچی کہ کرائی۔ انگریز۔ بابو جسے دیکھا بھڑ گیا دوسرے کی سنتا نہیں اپنی ہانک چلتا ہے۔ بشیر۔ اب کے سالانہ امتحان کے لیئے ہر ایک سبجکٹ میں ایسی طیاری کرو کہ تمام کلاس میں سب سے بہتر رہو۔ جن چیزوں میں تم کم رہتے ہو انھیں پر زور لگاؤ۔ اگلے سال مع الخیر سکنڈ کلاس میں جانا چاہیئے۔

۳۰ ستمبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۵

سلامٌ کعودِ الھندِ او کعبیر علی الولدِ البرِّ الرّشیدِ بشیرِ

اَمّا بعدُ فقد ابطاءَ عَلیَّ کتابُکَ فما جوابُکَ۔ وَاَمّا الاعتذارُ بالصومِ فلا یعصمُ مِن اللومِ۔ لانّہٗ وان اختلّ بہ الاوقاتُ۔ لکنّہٗ یزیدُ فی الفراغ ویطیلُ الساعاتِ۔ سیّما النھار فانّ لہٗ طولًا لا یکاد یزولُ۔ ولو اتّفقہ الشتاءُ من بینِ الفصولِ۔ فلا اقلَّ مِن رقعۃٍ مرفوعۃٍ مرّۃً اومرّتینِ فی کلِّ اسبوعۃٍ وَاَمّا ارسالُ الحکایاتِ اللقمانیّۃِ الی داحبہٖ شیدبرشاد فلا بدّلی من الاطلاع علیہ قبل ان یاتینی عزیمۃ الطلب من لدیہ۔ ونحن ان شاءَ اللہ بعدَ شھرٍ بالھند اثر لحلون الی سکندرفورد للّٰہِ عاقبۃُ الامورِ۔ والسنۃُ لما تعلمون لم یبقَ منھما الا شھرانِ فاستعدّوا للامتحانِ۔ ولنعمَ ماقیلَ وقد جرٰی بہ التمثیلُ۔ عندَ الامتحانِ۔ یکرمُ الرجلُ او یھانُ فیا خیبۃَ مَن نسیَ مافی الکتابِ۔ ولم یحسنِ الجوابَ۔ فضلّ وذلّ۔ وصغرَ فی اعینِ الناسِ وقلّ وانا ارجو ازیارتکم فی زمانِ التعطیلِ۔ واللہُ حسبی ونعمَ الوکیلُ۔ ونحن بفضلِ اللہِ فی اطیبِ حالٍ وعیشٍ عن المکروہِ خالٍ ونظنّ بکم کذالک حفظکم اللہُ اقومَ المسالکِ والسلامُ۔ وعلیہ ختمُ الکلامِ۔

[1] تعصبرج صاحب کی تاریخ ترجمہ۔ صالح اور شائستہ لڑکے بشیر کو عود ہند اور عبیر کا سا سلام۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ تمھارے

خط کے آنے میں دیر ہو گئی۔ اس دیر کا کیا جواب رکھتے ہو۔ اگر دونوں کا عذر ہے تو یہ الزام سے بچانے کو کافی نہیں کیوں کہ اگرچہ رفذرے اوقات میں خلل ڈالتے ہیں لیکن فراغ خاطر بڑھاتے ہیں اور اوقات میں وسعت پیدا کر دیتے ہیں۔ خصوصاً دن کہ وہ تو ایسا پہاڑ ہو جاتا ہے۔ جیسے سر سے ٹلے ہی گا نہیں۔ اگرچہ موسم جاڑوں ہی کا کیوں نہ ہو پس مناسب ہے کہ کم از کم قلم برداشتہ ایک رقعہ ہفتے میں ایک بار یا دو بار لکھ کر بھیج دیا کرو۔ رہا حکایات لقمانیہ کا راجہ شیو پرشاد صاحب کی خدمت میں بھیجنا اس کے متعلق یہ ہے کہ قبل اس کے کہ ان کے پاس سے پیادہ طلب آئے مجھ کو اس کی روانگی کی اطلاع ضرور مل جائے ہم اس مہینے کے بعد سکندر پور جائیں گے اور انجام کار خدا کے ہاتھ میں ہے سال کے صرف دو مہینے رہ گئے ہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہے پس امتحان کے لیے ابھی سے طیاری کر چلو اور کیا خوب کسی نے کہا ہے جواب ضرب المثل کی طرح زبان زد ہے کہ تعظیم و توہین وقت امتحان کی معتبر ہے۔ پس اس وقت کیا خرابی ہے اس کی جو کتاب کی باتیں بھول گیا اور اچھا جواب نہ دے سکا پس بہکنے لگا اور رسوائی کھینچی اور لوگوں کی نظروں میں ہیٹا ہوا اور گھٹ گیا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگوں سے تعطیل میں ملوں گا اور خدا میرے لیے کافی ہے اور وہ بھروسہ کرنے کے لیے کیا اچھا ہے۔ یہ تو ہوا اور ہم لوگ خدا کے فضل سے بہت اچھے حال میں ہیں اور مکروہات سے پاک زندگی ہے اور گمان کرتے ہیں کہ تم لوگ بھی ایسے ہی ہو گے خدا تمھیں راہ راست دکھائے۔ آگے سلام اور اسی پر ختم کلام۔

عادت یوں پڑ گئی ہے کہ شب کو دو یا تین کے بیچ میں اکثر آنکھ کھل جاتی ہے اور کبھی نہیں بھی کھلتی تو طوعاً کرہاً جاگنا پڑتا ہے اور پھر قصد بھی کرتا ہوں تو نیند نہیں آتی۔ پس سحر کے بعد کچھ کتاب بینی کرتا ہوں۔ آج شاید گھڑی غلط چلی کہ دیر سے بیٹھا ہوں مگر اسفار صبح نہیں ہوا۔ جی میں آیا کہ تمھیں کو خط لکھوں۔ عربی کی سطریں میں نے غور سے نہیں لکھیں امید ہے کہ تم آسانی سمجھ گئے شاید ایک دو جگہ لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہو۔ بڑے دن کی تعطیل میں آنا ہوا تو ان شاء اللہ ایک امتحان تمھارا میں لوں گا اور اگر ثابت ہو گا کہ تم نے وقت سے استفادہ کیا تو تم کو انعام بھی ملے گا۔

۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۶ء

خط: ۴

اگر قدرتی گھڑی جس کے ذریعہ سے ساری دنیا کے گھڑی گھنٹے ٹھیک کیے جاتے ہیں

لے ترکا۔ پوپھٹنا۔

یعنی آفتاب و اس کا سایہ تمہارے حفظ اوقات کو کافی نہیں اور ابر وباد کے دنوں میں وہ قدرتی گھڑی معطل رہ سکتی ہے تو چوک کا بڑا گھنٹا خبردار کرنے کو کافی نہیں ہے۔ لیکن مشکل ہے کہ جہاں لڑکے اور کیوں کے غل میں کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی دور کا گھنٹا کیا سُن پڑے گا۔ تم کو معلوم کہ میرے پاس دو گھڑیاں ہیں اور دونوں بے کار نہ تمہاری طرح مجھ کو حفظ اوقات کی زیادہ ضرورت ہے اور نہ مردانہ زیور کی طرح مجھ کو ان چیزوں کے استعمال کا شوق میری بدسلیقگی نے ان چیزوں کو ویسا ہی خراب کر دیا ہوگا۔ جیسا ارگن باجا۔ ایک جیبی گھڑی تو تم کو روانہ کر دی گئی۔ فرماؤ تو کیرناکلاک۔ یعنی بڑی گھڑی بھی بھیج دی جائے ہر چند ڈاک میں بھیجنا خالی از خطر نہیں لیکن ہزار ہا لاکھوں گھڑی گھنٹے آتے ہی جاتے ہیں۔ حتی الوسع احتیاط کی جائے گی یا اگر یہ شق پسند خاطر نہیں اور اپنا ہی گھنٹا بالتخصیص منظور ہے تو بازار سے مول لینا نما تم کو کلاک درکار ہوگا۔ بازاری کلاک پہلے پندرہ میں کو بکتے تھے پچھلے دنوں ایسے سستے ہوئے کہ دس بارہ کو۔ اب بھی اتنے ہی کو ملتے ہوں گے ایک لے لو تحقیق کر کے لکھو اچھا گھنٹا جس کے کیل پرزے خوب مستحکم ہوں اور کسی نامی کاریگر کا بنا یا ہوا ہو کتنے کو ملے گا۔ سچ کہا ہے۔ گراں بہ حکمت ارزاں بہ علت ان کم بخت گھنٹوں میں بڑا عیب یہ ہے کہ گھڑی گھڑی گڑا کرتے ہیں۔ یہ مت سمجھو کہ میں تمہارے اس خیال پر معترض ہوں۔ ایسے خیالات ہوا ہی کرتے ہیں اور خدا نے مقدور دیا ہے تو ان کو پورا کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مجھ کو اس خصوص میں خرچ کی پروا نہیں میں بطیب خاطر تم کو روپیہ دوں گا بلکہ جی میں آیا کہ ابھی بھیج دوں۔ پھر سوچا کہ پہلے پوچھ لوں کہ میری گھڑی پر وانت ہے یا بازار سے اپنی چیز لینے کا شوق ہے یہ چھیڑ کے لفظ دل سے نہیں ہیں تحریر کی شوخی ہے۔

مولوی ... کا دہلی میں ہونا تم اپنے لیے بس غنیمت سمجھو۔ مولوی ... کی معلومات چاہے علم ادب میں کم ہو مگر ان کی استعداد اچھی ہے بے شک نفحۃ الیمن اگر تحقیق سے

لے اس سے وہ نام نہیں مراد ہے جو سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر نے مولوی نذیر احمد صاحب مرآۃ العروس کی تصنیف کے صلے میں اپنی جیب خاص سے دی تھی اور افسوس ہے کہ چند سال ہوئے کہ وہ ریل میں کھو گئی تھی۔۱۲

پڑھی جائے تو اچھی کتاب ہے اگرچہ میں اُس کو بہت اچھی کیا بلکہ اچھی بھی نہیں کہتا لیکن اچھا برا ہونا امر اضافی ہے وہ اچھی ہے مبتدی کے لیئے بُری ہے بلکہ بہت بُری منتہی کے لیئے لیکن کیونکہ میاں بشیر نفحۃ الیمن پڑھو گے یا منطق میرے نزدیک تو منطق کے چار پانچ رسالے نکال لیتے تو اچھا تھا۔ کم بخت ہندوستانیوں میں اس کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر مدد لینی چاہو تو مولوی . . . سے تم کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ تم اُن سے وہی فائدہ حاصل کر سکتے ہو جو مجھ سے کرتے۔

سنو صاحب انگریزی تو سب پر مقدم ہے اور انگریزی کے بعد عربی اس واسطے کہ نرے انگریزی داں بہوت غیر مہذب دیکھے جاتے ہیں۔ رہی فارسی وہ تو نری زبان ہے ممکن نہیں کہ آدمی کل علوم میں کمال حاصل کرے جتنے کامل فن ہوتے ہیں وہ ایک فنے بھی ہوتے ہیں پس آدمی پہلے اپنی طبیعت کا موازنہ کرے کہ کدھر راغب ہے جس طرف رغبت صادقہ ہے بس وہی چیز آدمی خوب کرے گا لیکن ابھی کمال کا کیا مذکور ہے۔ یہ امتحان کے مرحلے طے ہوں تو کمال سے بحث کی جائے۔ ای کاش تم پر کسی طرح یہ ظاہر ہو جاتا کہ تمھارا لیاقت پیدا کرنا کہاں تک میرے دل کو لگا ہے۔ میری تمنا ہے کہ تم یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرو۔ تم کو خدا کے فضل سے معاش کی طرف سے فراغ کامل حاصل ہے۔ پس اے بشیر اے پیارے بشیر پڑھو اور دنیا میں نام و نمود پیدا کرو۔ یہ علم جو تم پڑھ رہے ہو دنیا و دین دونوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ خدا تم کو علم نصیب کرے۔

تم خرچ اور روپیے کی پروا مت کرو قَوَالَّذِی نَفسِی بِیَدِہٖ[1] مجھ کو تم سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں۔ دنیا میں اب یہی ایک آرزو باقی ہے۔ کہ تم کو خدا لایق کرے اور شاید اسی خوشی کے لیئے میں زندہ رکھا گیا ہوں ورنہ جہاں تک غور کرتا ہوں دنیا میں اپنے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں پاتا۔

. . . سے تم ادب و عربیۃ کے سوال ناحق پوچھتے ہو۔ وہ صرف ہدایۃ النحو پڑھتا ہے۔ تم اس سے لاکھ درجے بہتر پڑھتے تھے۔ چندے مولوی . . . نے زبردستی جو

---

[1] قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کتب احادیث میں یہ قسم اکثر آتی ہے۔

کچھ بتا دیا تھا وہی اُس کا سرمایہ ہے اب مولوی صاحب معدوم البصر ہوے اُن سب کو پوری آزادی ملی۔ . صاحب اپنے بچوں کے زیادہ خبرگیر رہتے ہیں۔ اس سے اُن کا پڑھنا چلا جاتا ہے مگر کب تک۔ دوچار برس بعد یہ دونوں بھی بلاتے روزگار ہوں گے جتنا کر رہے ہیں یہ بھی غنیمت ہے ورنہ ان لوگوں کو علم سے کیا مناسبت ہے۔ لیکن بشیر تمھارا اور حال ہے۔ یہاں برخوردار علم نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں اور . . فخر خاندان آپ ہیں مگر تم کہو کہ تم بھی ایسا خیال کر سکتے ہو۔ ان لوگوں کے ساتھ اپنی حالت کا مقابلہ مت کیا کرو۔ ان سے بہتر ہونا بھی میرے نزدیک عیب ہے۔ یہ بے چارے کیا تھے اور کیا ہیں اور کیا ہوں گے جب یہاں کے لڑکوں کا تم سے تذکرہ کیا جائے تو تم اِن کی حالتوں پر بھی نظر کیا کرو کہ ان کی کیا حالت ہے کیسے خاندان کے ہیں۔ کس طرح کی بے سامانی ہے۔ کچھ تو خدا کو ان سے بڑا کام لینا ہے کہ ان کو ایسا شوق دیا ہے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند　　　میل آن اندر دلش انداختند

دیکھو امتحان سالانہ کے لیے کامل طیاری کرو کہ ہر طرف سے آفرین اور تحسین کا شور ہو اور ہر چیز میں پورے نمبر ملیں۔ تمھارے پڑھنے کی طرف میرا ایسا خیال لگا رہتا ہے کہ جب تم کو یاد کرتا ہوں ساتھ ہی یہ بھی تصور کرتا ہوں کہ کیوں کر بشیر کو نامی درگرامی دیکھوں گا۔

بڑے دن کی تعطیل میں دہلی آنے کا مصمم ارادہ ہے۔ صرف ایک خدشہ یہ گزرتا ہے کہ اس دفعہ بڑا ہجوم ہوگا کہ لا عَینٌ رَاَت وَلا اُذُنٌ سَمِعَت۔ اخبار سے معلوم ہوا کہ ٹاس صاحب کی کوٹھی جہاں نما۔ نظام حیدرآباد نے ساٹھ ہزار روپے پر کرایہ لی جب کہ اُس کا معمولی کرایہ زیادہ سے زیادہ چار ہزار سال تھا۔ اور لوگوں نے ابھی سے قطب صاحب تک مکان روک لیے ہیں۔ ایسے ازدحام میں سفر خالی از زحمت نہیں۔ مگر تم کو دیکھنا اور تمھاری استعداد کا امتحان لینا ضروری ہے جس طرح بن پڑے گا آؤں گا۔

عربی کا خط جس کو میں نے بعد الاصلاح واپس کیا مجھ کو خیال آتا ہے کہ ایک غلطی لکھنے سے رہ گئی ہے وہ یہ کہ تم نے اپنے خط کو یوں شروع کیا۔ الی الجناب لفلان من فلان

اور چاہیئے من فلاں الی فلاں۔ کیوں کہ من ابتدا و غایتہ کے لیے ہے اور الی انتہا و غایہ کے
واسطے اور ابتدا پہلے ہے انتہا سے اور قاعدہ ہے کہ چیزوں میں جو ترتیب قدرتی ہے تحریر میں
اس کا لحاظ ضرور ہے جیسے فرام ٹائپ ٹو ٹائم اس کو اگر الٹا لکھو۔ فرام ٹائم ٹو ٹائپ تو غلط ہوگا۔ تمھارے
خطوط میں بہت سی غلطیاں سہل انگاری سے رہ جاتی ہیں۔ اگر بتامل نظر ثانی کر لیا کرو تو فوراً
تم خود اُن کو درست کر لیا کرو۔ انگریزی میں جو کچھ فائدہ تم کو حاصل ہوتا ہیں اُس کا صحیح
اندازہ نہیں کر سکتا لیکن اتنا تو ہے کہ تمھاری عربی گرتی جاتی ہے۔ جو میرا فرض ہے میں نے ادا
کیا اور کرتا جاتا ہوں اس واسطے کہ بے ادا کیے مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ خدا کرے تم کو
بھی اس کا خیال ہو کہ تم کو اقران و امثال میں نمود و امتیاز پیدا کرنے کی کس قدر
ضرورت ہے ۲۴ راکتوبر ۱۸۷۶ء

خط ۔ ۴

مجھ کو ہر چند کوئی خاص ضرورت تم کو خط لکھنے کی اس وقت نہیں ہے مگر مولوی ... صاحب
نے پرچہ مانگا اس واسطے یہ چند سطریں لکھ دیں۔ امتحان سالانہ بہت قریب ہے۔ اپنی
جِل ہمّت [1] اور تمام توجہ حفظ کتب میں مقصور رکھو۔ اگر سال آیندہ میں تم نے سکنڈ کلاس میں
ترقی نہ کی تو مجھ کو سخت افسوس ہوگا۔ ہر چند تم مجھ سے زیادہ مواقع اس بات کے
تجویز کرنے کے رکھتے ہو کہ کامیابی کے لیے کون سی تدبیر عمدہ ہے لیکن زباں دانی بے
تسوید یعنی کمپوزیشن کے نہیں آتی اور اس خصوص میں تم نے میرے نزدیک غفلت کی اور
کرتے ہو۔ وقت کے انتظام کے ساتھ صرف کرنے میں عجیب اثر ہے کہ تھوڑا تھوڑا روز حاصل کرتے
کرتے ایک ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے مدارس کی تعلیم اگر پسندیدگی ہے تو یہی کہ مختلف علوم اور متعدد فنون ایک
ساتھ سکھاتے ہیں۔ اگر ایک ہی چیز کو آدمی دن بھر رٹا کرے تو طبیعت اکتا جاتی ہے۔ لیکن اگر
کئی چیزیں پیش نظر ہوں اور باری باری سے دیکھے تو سارا دن پڑھتا رہے اور مطلق جی
نہ گھبرائے۔ میں ایسا انتظام کر سکتا ہوں کہ اگر انگریزی کمپوزیشن بھیج دیا کرو تو پادری صاحب
سے اصلاح لے کر واپس کر دیا کروں۔ یہ اُس صورت میں مناسب ہوگا جب کہ

[1] از سرتا پا سارِی ہمّت۔

تم کو اصلاح دہندہ وہاں میسر نہ ہو۔ عربی میں مولوی ... صاحب تم کو بہت کچھ مدد دے سکتے ہیں بہ شرطیکہ اخذ و اعطا کی شرطیں طرفین سے ادا ہوں فقط ۲۷ اکتوبر ۱۸۷۶ء

خط ۴۸

شاباش میاں بشیر جس کام میں لگے لپٹے رہو اپنے مقدور بھر کوشش کیے جاؤ اِنَّ اللہَ لَا یُضِیعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ[2] ضرور اس میں برکۃ ہوگی۔ ان شاء اللہ دہلی آؤں گا۔ وَلَو بِسُمْعَۃٍ اَکَاقِلَ مِنْھَا سبحان اللہ تم اور ... کی شکایۃ ع کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے۔ شکایۃ اُن سے ہے جن کو عقل ہے[5]

کرنے کس منہ سے ہو غربۃ کی شکایۃ غالب تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں

ریڈ صاحب تم کو پوچھتے تھے۔ امتحان سے فارغ ہو کر اپنے حالات سے اُن کو ضرور اطلاع دینا میرے پاس اس مقام پر لغۃ کی کوئی کتاب نہیں اور تم نے عبارۃ سابقہ ولاحقہ لکھی نہیں کہ اُس کے سہارے سے جواب دوں پس جہاں تک اس وقت معلوم ہے تمھارے مستفسرات کا جواب لکھتا ہوں۔ جن کا جواب شافی اس وقت نہیں دے سکتا یا تو وہاں حل کر لو یا یہیں سے قبل امتحان حل کر کے بھیج دوں گا۔

(۱) وحَسَّنَ لَھَا القول قبل ان یحل بنا المکروہ حَسَّنَ کا مصدر تحسین۔ یا شاید امر ہو۔ مطالب کے لگاؤ سے دیکھ لو۔ حَسَّنَ لھا القول اچھا کیا واسطے اُس کے بات کو یعنی لطف و نرمی سے اُس کی ساتھ بات کی۔ یَحُلَّ مضاعف باب نصر ینصر جیسے مدّ یمدّ حلول مصدر رجحر دہم وزن و ہم معنی نزول۔ قبل ان یحل اسے قبل ان ینزل اس سے پہلے کہ ہم پر مصیبتہ نازل ہو۔

(۲) وَرَوَّقَ لِیَ المُدَامُ وَجَلَسْنَا لِلشَّرَابِ فَلَمَّا تَحَکَّمَ الشَّرَابُ مِنَّا روق ترویق چھانا

---

[1] لین دین۔ لینا دینا مراد پڑھنا پڑھانا [2] خدا تم میں سے کسی محنۃ کرنے والے کی کوشش اکارت نہیں کرتا [3] اگرچہ ایک ہفتہ یا اس سے کم کے لیے [4] مولوی بشیر الدین احمد کے پاس اپنے والد کے اس طرح کے خطوط کا ایک انبار ہے میں نے یہ ایک چھوٹا سا خط نمونے کے طور پر درج کر داخل کتاب کیا تا کہ معلوم ہو کہ اس طرح کا پڑھنا پڑھانا ٹکسالی کہلاتا ہے اس تحقیق کے ساتھ تعلیم ہو تو طوفان ترقی پیدا ہو آج دونی کل چوگنی۔

صاف کرنا۔ مُدام شراب کو کہتے ہیں۔ لانّ مَن تعوّد شُربَ الخمرِ یُدمِنُها فی غالب الاحوال تحکم حاکم بن گئی یعنی اُس نے میری شراب چھائی اور ہم شراب پینے کو بیٹھے تب شراب کا نشہ ہم پر غالب ہوا تو گویا ہماری عقلوں پر شراب حاکم ہوگئی اور ہماری عقلوں کو اُس نے مطیع و مسخر کر لیا۔

(۳) فَفَکَّ وَنقَلَ اَحجارَہٗ۔ فک چھڑا دیا جیسے کوئی کسی کی مشکیں کھول دے یا چڑیا جال میں پھنسی ہو اُس کو چھڑا دے۔ انفکاک۔ منفک اسی سے ہے۔ پس چھڑا دیا اُس کو اور ہٹا دیئے ٹال دیئے۔ سرکا دیئے اُتار دیئے۔ پتھر جو اس پر لدے تھے یا سدِ راہ تھے ٹال دیئے۔

(۴) لَا اَوحَشَ اللّٰہُ مِنکَ نہ وحشت دلا دیئے۔ خدا تجھ سے یعنی لوگ تجھ سے نفرت نہ کریں اور تو ہر دل عزیز ہو۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ تخفیفاً لو حش اللہ بھی کہتے ہیں۔

(۵) صید و قنص میں کیا فرق ہے شاید لغۃ کی طرف رجوع کرنے سے ٹھیک معلوم ہوگا۔ لیکن میرے خیال میں صید عام ہے اور قنص خاص وہ شکار جو تعاقب کرکے کیا جائے پس مچھلی کا شکار اور جال میں پھنسا نا صید ہے۔ مگر قنص نہیں قنص تبھی ہوگا جب جانور کو دوڑا کر شکار کریں جیسے ہرن وغیرہ۔

(۶) ثُمَّ کَتَّفَنِی وَحَطَّنِی فِی صُندُوقٍ وَقَالَ لِلسَّیَّافِ تَسَلَّم ھٰذَا وَاشھَر حُسَامَکَ کتفنی میری مشکیں کس لیں کتف باز و بستن۔ حَطَّنِی مجھ کو ڈال دیا گرا دیا۔ حط کے معنی ہیں نیچے کی طرف کو پھینک دینا۔ انحطاط اسی سے نکلا۔ سیّاف جلاد۔ تسلم ای خدا اس کو لے یعنی اپنی سپردگی میں لے۔ اشہر نیام سے باہر کھینچ لے یہ ایک خاص لغۃ ہے۔ جیسے فارسی میں آختن۔ حُسام سیف جس کا مادہ حسم۔ اس کے معنی ہیں قطع کا شنا مطلب یہ کہ میری ٹنڈ یاں کس کر صندوق میں بند کیا اور جلاد سے کہا کہ اس کو اپنے پہرے میں لے اور ننگی تلوار سے پہرہ دیتا رہ۔

(۷) عَجِبتُ لِمَن یَعِیشُ بِدَارِ ذُلٍّ۔ وَاَرضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ فَلَاھَا۔ واو حالیہ مجھ کو

ﻟﮯ کیوں کہ جس کو شراب کی عادۃ ہوجاتی ہے اکثر اُس سے چھوٹتی نہیں۔

تعجب آتا ہے اُس شخص کا حال دیکھ کر جو زندگی بسر کرتا ہے ذلت کے گھر میں یعنی ذلت کی برداشت کرتا ہے اور کم بخت سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ کہیں کو اپنا منہ کالا کرے اور گھر سے نکل جائے اور حال یہ ہے کہ خدا کی زمین کا میدان وسیع ہے۔ غیرۃ اور حمیتہ ہو تو ملکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست۔ مطلب یہ کہ آدمی اپنے وطن میں بے قدر ہو اُس کو چاہیے کہ دوسرے ملک میں چلا جائے۔

(٨) قُرِأتُ القُرآنَ عَلٰی سَبْعِ رِوَایَاتٍ۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِنَّ هٰذَا القُرآنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَؤُا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ۔ یعنی یہ قرآن سات بولیوں میں اُترا جو بولی تم کو آسان معلوم ہو اُسی میں پڑھ لیا کرو وہ سات بولیاں یہ ہیں۔ قریش۔ ہذیل۔ ہوازن۔ یمن طے۔ (اسی قوم سے حاتم تھا) ثقیف۔ بنی تمیم۔ یہ قبیلوں کے نام ہیں جن کے تلفظ میں ایسا فرق تھا۔ جیسے دلی۔ لکھنؤ۔ مارواڑ۔ پنجاب۔ پورب کی اردو میں اور سے امام قاریوں کے بھی ہیں۔ ہم لوگ حفص کے طور پر پڑھتے ہیں۔

(٩) وَبَانَ مِنْ تَحْتِهٖ خَمْسُوْنَ فَارِسًا لُیُوْثٌ عَوَابِسُ بِحَدِیْدٍ لَوَابِسُ۔ بان ظاہر ہوا اُس کے نیچے سے پچاس سوار پیدا یعنی ظاہر ہوئے۔ فارس فرس سے نکلا خاص گھوڑے کے سوار کو کہتے ہیں۔ اونٹ یا گدھے کے سوار کو نہیں۔ لیوث عابس جمع لیث یعنی شیر۔ عوابسُ جمع عابس ترش رو عبوس اُس کو کہتے ہیں جو ہر وقت تیوری چڑھائے رہے عَبَسَ وَتَوَلّٰی منہ سکیڑ کر پھیر لیا۔ لوابس جمع لابس لباس پہننے والے یعنی وہ سوار کیسے تھے جیسے شیر خشم گیں اور لوہا پہنے ہوئے تھے زرہ خود وغیرہ۔ لیوثٌ عوابسُ دونوں صفتیں ہیں خمسون فارسا کی۔ خمسون فاعل ہے بان کا اور فارسا تمیز ہے خمسون کی۔ بحدید متعلق ہے لوابس سے اے لوابسُ بالحدید۔ یہ بھی صفتِ ثالث ہے خمسون کی۔ عوابس لوابس چونکہ وزن منتہی الجموع رکھتے ہیں۔ سبب واحد کر غیر منصرف ہیں۔ تنوین نہیں آسکتی۔

(١٠) لَمْعُ ثَغْرِهَا عَلٰی صَفَحَاتِ التَّرَائِبِ۔ عرب کی عورتیں دلی لکھنؤ کی بیگموں کی طرح پان نہیں کھاتیں وہاں پان پیدا نہیں۔ پس وہ لوگ بریق و لمعانِ دندان یعنی دانتوں کی چمک اور براقی کو بہت پسند کرتی ہیں۔ ترائب جمع تریبہ سینے کی ہڈیوں کو

ترائب کہتے ہیں۔ امراؤ القیس بہت بڑا فصیح ہو گزرا ہی۔ قصائد سبعہ معلقہ میں اُسی کا قصیدہ پہلا ہی۔ اُس نے کہا ہی ع تَرَائِبُهَا مَصْقُولَةٌ کَالسَّجَنْجَلِ سجنجل کہتے ہیں آئینے کو یعنی اس کا سینہ آئینے کی طرح جلا رکھتا ہی ٹھاری کتاب میں دانت اور سینے دونوں کی برّاقی کی مدح ہی یعنی اُس کے دانتوں کا عکس سینے پر منعکس ہوتا ہی اور جب ہنستی ہی۔ تو دانتوں کی چمک سینے پر ظاہر ہوتی ہی۔ (۱۱) وَکَانَ الْحَاسِدُ الْمَارَّ فِی طُرُقَاتِهِ وَاذِنٌ بِالْمَحْسُودِ دَسْتُ مَمْلَکَتِهِ حاسد و محسود دو نام معلوم ہوتے ہیں یعنی حاسد اپنی راہ چلا جاتا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہی کہ محسود اُس کی مسند سلطنۃ پر متمکن ہی۔ دست مسند کو کہتے ہیں اُس پر بارِ جابزہ لگی ہی۔ ای المحسود قابض حکومتہ۔

(۱۲) هَتَفَ الصُّبْحُ بِالدُّجٰی فَاسْقِنِیهَا خَمْرَةً تَتْرُکُ الْحَلِیْمَ سَفِیْهَا۔ لَسْتُ اَدْرِیْ لِرِقَّةٍ وَصَفَاءٍ۔ هِیَ فِی کَاسِهَا اَمِ الْکَاسُ فِیْهَا۔ ہتف آواز دی۔ اسی سے ہی ہاتف۔ صبح نے اندھیرے میں آواز دی یعنی تڑکا ہوا۔ مرغ وغیرہ اندھیرے میں بولنے لگے اُن کے بولنے کو صبح کا آواز دینا قرار دیا۔ اسقنیہا میں ضمیر ہا راجع ہی طرف شراب کی جس کا ذکر پہلے اشعار میں ہو گا۔ اور نہیں ہی تو صبح کا وقت شراب صبوحی کے پینے کا وقت ہی شراب حاضر[1] فی الذہن تھی۔ خمرۃ موصوف اور تترک الحلیم سفیہا جملہ صفۃ اور موصوف صفۃ مل کر حال ہوا ضمیر ہا سے جو اسقنیہا میں ہی۔ یعنی صبح ہوئی تو اے معشوقہ مجھ کو شراب پلا دراں حالیکہ وہ ایسی شراب ہی کہ حلیم صاحب حلم (عقل) کو سفیہ (احمق) بنا کر چھوڑ دیا کرتی ہی یعنی کر دیتی ہی یعنی اُس کے پینے سے عقل زائل ہو جاتی ہی۔ دوسرا شعر میں نہیں جانتا بہ وجہ رقۃ و صفائی کے کہ شراب پیالے میں ہی یا پیالہ شراب میں ہی۔ شراب پینے کے پیالے سفید شیشے یا بلور کے ہوتے ہیں اور شراب کی صفۃ ہی رقۃ یعنی پتلا پن کیوں کہ غلظۃ اور گاڑھا پن تلچھٹ یعنی دُرد میں ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ اُس شراب میں اس درجے کی رقۃ اور صفائی ہی کہ شراب اور پیالہ بلور دونوں کے رنگ میں مطلق امتیاز نہیں کیا جا سکتا کہ شراب پیالے میں ہی یا پیالہ شراب میں جیسے کابی کی بصری کی لوگ مدح کرتے ہیں کہ بیٹھے چاولوں میں اور خشکے

---

[1] ذہن میں حاضر۔

میں امتیاز نہیں ہوتا اور شربۃ گلاس میں ہو تو شبہہ ہو کہ خالی گلاس ہے۔

(۲۰) سَاَصْبِرُ حَتّٰی یَعْلَمُ الصَّبْرُ اَنَّنِیْ۔ صَبَرْتُ عَلٰی شَیْئٍ اَمَرَّ مِنَ الصَّبْرِ۔ وَاَشْیَئُ مِثْلُ الْقَبِیْ مُرًّا وَاِنَّمَا۔ اَمُرُّ مِنَ الْاَمْرَیْنِ اَنْ خَانَنِیْ صَبْرِیْ۔ صبر ایلوا ایک پھل ہے بہت کڑوا۔ میں مصیبتہ پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ صبر کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں ایلوے سے زیادہ تلخ چیز کی برداشت کرسکتا ہوں اور شی امر من الصبر سے وہ مصیبتہ مراد ہے جس میں صبر کیا۔ پھر کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایلوا نو برائے نام کڑوا ہے صبر کے برابر کسی میں تلخی نہیں لیکن ایلوے اور صبر دونوں سے بڑھ کر یہ بات تلخ ہے کہ آدمی سے صبر نہ ہو سکے یعنی صبر اور صبر دونوں سے بے صبری بڑی تلخ ہے اور سچ ہے بے صبری صبر سے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ بے صبری کو اس عبارۃ سے تعبیر کیا اَنْ خَانَنِیْ صبری یہ کہ خیانہ اور دغا کرے میرے ساتھ میرا صبر یعنی صبر مجھ کو دغو کا دے اور میری رفاقتہ نہ کرے۔

وَلَوْاَنَّ مَابِیْ بِالْجِبَالِ لَهُدِّمَتْ۔ وَبِالنَّارِ اَطْفَاهَا وَبِالرِّیْحِ لَمْ تَسْرِیْ۔ اور اگر وہ مصیبتہ جو مجھ پر نازل ہے کہیں پہاڑوں پر نازل ہوتی تو ڈھا دیئے جاتے اور مسمار ہو گئے ہوتے اور اگر وہ چیز جو ساتھ میرے ہے یعنی وہ مصیبتہ جو مجھ پر نازل ہے لَوْاَنَّ مَابِیْ اَیْ مُصِیْبَۃٌ نَازِلَۃٌ بِیْ نَزَلَتْ بِالْجِبَالِ لَهُدِّمَتْ جزائے لو ہے دوسرا مصرع عطف ہے تقدیر العبارۃ۔ لَوْاَنَّ مَابِیْ بِالْجِبَالِ لَهُدِّمَتْ پر۔ پہاڑوں کا تو یہ حال ہوتا کہ پھٹ پڑتے لَوْاَنَّ مَابِالنَّارِ اَطْفَاهَا۔ آگ کا یہ حال ہوتا کہ بجھ جاتی تیزی سرکشی چھوڑ دیتی۔ لَوْاَنَّ مَابِیْ بِالرِّیْحِ لَمْ تَسْرِیْ ہوا کا یہ حال ہوتا کہ چلنے سے بند ہو جاتی اصل میں تسری تھا لم آیا لم تسر ہوا پھر رے کے کسرے کو اشباع سے پڑھا واسطے رعایتہ وزن شعر کے تو لم تسری ہو گیا۔ اب جوی ہے اشباع کسرہ کی ہے قرآن مجید میں ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَمَسَاجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ فقط۔ ۱۹ نومبر ۶ء

له اور اگر خدا لوگوں میں یہ انتظام نہ رکھتا کہ ایک کو دوسرے سے دفع کرے تو معابد اور کلیسے اور مساجد جن میں خدا نام لیا جاتا ہے منہدم ہو جاتے۔

خط ۴۹

گو تم نے نہیں لکھا مگر میں قرائن سے کہ سکتا ہوں کہ تم بنور نہیں گئے۔ استثنا کی شریعت میں اسی وجہ سے تاکید ہو کہ انسان مستقبلات پر قادر نہیں۔ استثنا ر مصطلح شارع نام ہو ان شاء اللہ کہنے کا قرآن پاک میں کسی مقام پر ولا یستثنون آیا ہو۔

... کا خط آیا ہو تم نے اُس سے کیوں کہدیا ہوگا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا صُدُورِ الاحرار قبورِ الاسرار۔ لیکن کیا ایک خط اور وہ بھی بعد حسن طلب رفع شکایت کر سکتا ہو۔ حاشا وکلا ۔ جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب ۔ کیوں کسی کا گلا کرے کوئی مگر تم اُس کو مجھ سے بد دل مت کرو۔ ؎

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

دہلی میں سواری کی ضرورت ہوگی۔ ای کاش تم کوئی گھوڑا رکھتے۔ اس کا الزام مجھ پر ہو یا تم پر۔ اب تم بڈھے باپ کو کندھے پر لادے لادے پھرنا۔

۱۳؍ دسمبر ۱۸۷۶ء

خط ۵۰

بشیر۔ عربی پڑھنے کا ڈھنگ تو اچھا ہو۔ ای کاش انگریزی اور ریاضی اور ہر چیز میں بھی کاوش ہو۔ اگر اسی طرح کی تحقیق سے ہر چیز دیکھی اور سمجھی جائے تو طوفان ترقی استعداد پیدا ہو۔ لیکن عربی میں اس ڈھرے پر تم کو میں نے لگایا۔ سو تم کو اس کا خیال ہو۔ باقی چیزوں کو سرسری طور پر پڑھاتے ہو اگر منطق نہیں ہوتی حدیث شروع کر دو میں کہتا ہوں عربی کا ایک سبق مدرسے کے باہر ہونا ضرور ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو مگر ہو ضرور تمھارے خط انگریزی میں حروف کی جوڑ ان نہیں ہوتی تمھارا خط مجھ سے عمدہ ہو مگر میں تم کو اپنا جیسا نہیں چاہتا بلکہ اپنے سے بہ مدارج بہتر۔ اور جو بات تمھارے فائدے کی سمجھ میں آئے گی جب تک جیتا بیٹھا ہوں لکھا کروں گا۔ ماننا نہ ماننا تمھارا کام ہو۔

ٮ اور وہ ان شاء اللہ نہیں کہتے ٮ آزادوں کے سینے بھیدوں کے گنجینے ہیں ٮ ہرگز نہیں۔

عربی ہو یا انگریزی ترجمہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک لفظی جیسے گئی وہ عورت اوپر ایک دروازے کے ایک بامحاورہ جیسے وہ عورت ایک دروازے پر۔ پونچھی مبتدی کو پابندی لفظی ترجمے کی ضرور ہے۔ لیکن اس کو اپنی زبان کے محاورے پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ عبارت کی عمدگی یہ ہے کہ نری بول چال ہو جیسے کوئی باتیں کر رہا ہے۔ اس وجہ سے اخبار اور ناول کی انگریزی عمدہ بھی جاتی ہے یہ لوگ روزمرہ لکھتے ہیں۔ پس تم دو ترجموں کی عادت کرو لفظی اور بامحاورہ بلکہ اب تم کو محاورے کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کیوں کہ بفضلہ تعالیٰ مبتدیوں سے درجے سے ترقی کی فقط۔

خط ۵۱

۸ جنوری کو رات کے نو بجتے بجتے میں اپنے ضلع میں پونہچ گیا۔ ٹرین نے ابتدائے روانگی میں کچھ دیر کی پھر راہ میں زاید از معمول وقفات ہوئے۔ غرض تین بجے کے بعد بکسر پونہچے ورنہ میں شاید سویرے سے پونہچ جاتا۔ راہ میں جو لوگ میری گاڑی میں تھے اتفاقاً اُن میں ایک ہندوستانی ڈاکٹر بھی تھا۔ میں نے تمھارے داد کا تذکرہ کیا۔ وہ تو کچھ چپ سا ہوا۔ مگر ایک یوروپین جنٹلمین نے کہا گو آیوڈر داد کے لئے نہایت نافع ہے اور اس وقت ڈاکٹروں کا اجماع ہے اس بات پر کہ داد کی دوا اس سے بہتر نہیں یہ ایک سفید سفوف ہے انگریزی دوا فروشوں میں شاید آٹھ آنے کو اس کی شیشی ملے گی۔ خوبی یہ ہے کہ داد و قاطع نہیں رتی بھر تھیلی پر رکھ کر دو تین قطرہ پانی میں لت کر کے داد پر مل لیا کرو صبح و شام استعمال کرو غالباً تین دن میں نفع ظاہر ہو جائے گا۔ ۹ جنوری ۱۸۸۸ء

خط ۵۲

دس دن دہلی میں رہ آنے سے مجھ کو مہینوں وحشت رہے گی۔ تمھارے دل کی جو کچھ کیفیت ہو مگر میرا یہ حال ہے کہ جس وقت ذرا خالی ہوتا ہوں تمھارا خیال آتا ہے اور تمھارے خیال کے ساتھ تمھارے امتحان کا۔ مجھ کو تمھارے خط کے دیر کرنے سے خدشہ یہ ہوتا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ایسا تو نہیں ہوا کہ تم امتحان میں ناکام رہے اور شرم کے مارے مجھ کو نہیں لکھتے۔ سو کب تک چھپاؤ گے۔ جلد لکھو کہ تمھارا انتظام کروں۔

ہرچند یہ مواقع سفارش کے نہیں ہیں لیکن اگر کچھ دخل سفارش کو ہو اور ضرورۃً بھی ہو تو میں یہاں دور بیٹھا ہوا کیا کر سکتا ہوں۔ البتہ مولوی ... صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حاجت کرو۔ میں بہت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ وہ تمھاری مدد کریں گے اور میری نسبت وہاں اُن کی وقعت بھی زیادہ ہے اگر کسی معلم یا ماسٹر کی توجہ درکار ہو تو بھی مولوی صاحب سے کہنا۔ اگرچہ دہلی کے لوگ سب بے مروتی سی کرتے ہیں لیکن ع چہ تواں کرد مرد ماں این ماند۔ والسلام ۱۹۔ جنوری ۱۸۸۲ء

خط ۵۳

۔۔۔۔۔۷ ار کا خط پونہچا۔ بندۂ خدا اتنی دیر مت کیا کرو۔ کیا کفایۃ شعاری اسی میں منحصر ہے کہ مجھ کو خط لکھنے میں کمی کی جائے میں نے تم کو پہلے بھی لکھا ہے اور اب پھر لکھتا ہوں کہ امتحان کے بھروسے پر مت رہو۔ کسی طرح جماعت میں ترقی کرو اور آگے کو نصیحت پکڑو مدرسے میں کامیابی اور نام وری کے ساتھ پڑھنا یوں تو نہیں ہوگا مدرسے کے علاوہ گھر پر کم سے کم تین چار گھنٹے روز دل لگا کر پڑھو گے تو خیر ورنہ کیوں خود حیران ہوتے ہو اور کیوں ہم سب کو حیران کرتے ہو۔ دنیا کی کارروائی کے لائق تم کو لکھنا پڑھنا آ ہی گیا ہے پس میرے پاس یہ کر قانون یاد کرو اور امتحان دو مدرسے میں پڑھنا منظور ہے تو یاد رکھو انٹرنس پہلی منزل ہے۔ بھلا کچھ نہ ہو تو بی۔ اے کے خطاب تک تو ہو۔ بشیر درجۂ فضیلت حاصل کرنے کے ہرگز یہ ڈھنگ نہیں جو تمھارے ہیں۔ ہر روز کے سبقوں کو بالالتزام مطالعہ اور پڑھنے کے بعد نظر تدقیق سے ان کو دیکھنا اور ذہن نشین کرنا اور ایک درجۂ اعتدال کے ساتھ محنت کا برابر جاری رکھنا شرط ضروری ہے۔ تمھارا یہ حال ہے کہ پہلے ہی امتحان میں یہ تردد کہ پاس ہوئے یا نہیں تو اگلے امتحان کہیں سخت ہیں کیوں کر اُن سے عہدہ برا ہو سکو گے۔ غرض پڑھنا ہے تو پڑھنے کے طور پر پڑھو۔ کہیں چاندنی چوک جا نکلے کہیں عجائب خانہ کی سیر کی۔ کچھ وقت قصے کہانیوں میں ضائع کیا۔ وہ گھڑی رات گئی اور سو رہے۔ یوں تو پڑھنا نہیں آتا۔ پڑھنا جب آسکتا ہے کہ تم ایک ایک منٹ کی قدر کرو اور جہاں تک تن درستی اجازت دے محنت کرتے رہو تم اب تک مجھ سے

صرف عربی میں پوچھتے تھے۔ آیندہ ریاضی بھی پوچھا کرو۔ زیادہ نہیں تو انٹرنس تک تم کو بتاؤں گا۔ حساب و جبر و مقابلہ کی خامی متوجہ ہو کر نکال ڈالو۔ تاریخ کے واقعات بہ طور سوال وجواب مرتب کرتے جاؤ تب امتحان دینے کا مزہ ہی۔ نری دعا سے کام نہیں چلتا۔ شوق نہیں ورنہ مولوی ... کے ہوتے تمکو عربی کا حاصل کرنا کیا دشوار تھا۔ مدرسے کی چیزوں کا حیف اور ان میں بھی نقصان۔

مولوی صاحب نے کئی مکان لیے لیکن سب جائدادیں دُکان مجھ کو پسند ہی باقی محل اور حویلیاں سب آخور کی بھرتی۔ غضب ہی ... والا مکان تیرہ سو کا ہی اور تین روپیہ کرایہ نوٹ کے حساب سے اس کا کرایہ للعہ ہونا چاہیے۔ مگر کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ ہم نے مکان مفت نہیں پایا۔ گٹھری بھر روپیہ دیا ہی۔ تو کیا وجہ کہ ہم کو پورا نفع نہ ملے۔ مولوی[1] صاحب کے مزاج میں رحم۔ بیوی صاحب کو خیال نہیں۔ تم کو لیاقت نہیں۔ مولوی[2] دعاگو کو قابلیت اور فرصت دونوں نہیں۔ مکان لاوارث سا پڑا ہی۔ اگر کرایہ داروں کو یہ حال معلوم ہو تو وہ تین روپیے بھی نہ دیں۔ بڑی حویلی ہمیشہ خسارہ دیتی ہی مگر اعمال بد کی طرح بار دوش ہی۔ خدا ہی ہی کہ اُس کا بوجھ سر سے ٹلے جب تجربہ کر لیا کہ دہلی مجوزہ دونوں میں کوئی انتظام کرنے والا نہیں تو عاجز آ کر نوٹ[3] کا پہلو اختیار کیا ورنہ کوئی کرنے والا ہوتا تو حلال طور پر ایک ڈپٹی کلکٹر کی تنخواہ کماتا اور اصل محفوظ۔ بس غنیمہ ہی کہ بے چارے مولوی صاحب باوجود معذوری اتنا بھی کرتے ہیں ورنہ ہم سب تو جیسے منتظم اور ہوشیار ہیں ظاہر فقط۔ ۲۱۔ جنوری ۱۸۷۷ء

خط ۵۴

آٹھویں جماعت جس میں تم کو رعایتہً ترقی کر دیا گیا وہ جماعت ہی جس میں تم کو میں سال گزشتہ داخل کرانے والا تھا۔ شاید تمکو معلوم نہ ہوا ہو مگر مجھ کو تمھارا ساتویں میں داخل ہونا خوش نہیں آیا تھا تعجب ہی کہ تم آٹھویں کا نام سن کر گھبراتے ہو۔ رعایتی ترقی محمود ترقی

---

[1] مولوی بشیرالدین احمد صاحب کے نانا مراد ہیں [2] ہونہ ہو یہ وہ شخص ہی جس کے نام کا خط گزر چکا ہی یعنی مولوی سبحان بخش۔ [3] یعنی اللہ دختے کو پرامیسری نوٹ کے پیرائے میں رکھا خط ۴۸ میں اس کی خوب تفصیل ہی۔

نہیں ہے

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست ۔۔۔ رفتن بہ پائے مردی ہم سایہ در بہشت

لیکن اگر تم آٹھویں میں نہ گئے ہوتے تو مجھ کو بہت صدمہ ہوتا اور میں تم کو دہلی میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

برخوردار۔ محنت سے جان چرانا تو طالب علم کا کام نہیں ہے اور پھر یہ بھی کوئی محنت ہے کہ خدا کے فضل سے ہر طرح کے آرام کے ساتھ گھر میں رہنا اور پڑھنا۔ وہ بھی بندگان خدا ہیں جو دن بھر کلہاڑی چلاتے۔ سڑک کوٹتے۔ دوڑتے راتوں کو جاگتے بوجھ ڈھوتے ہزاروں شکر ہے کہ خدا تم کو محنت میں مبتلا نہیں کیے گئے۔ محنت ایک امر اضافی ہے۔ اس کا مفہوم متعین نہیں۔ ایک کام زید کے واسطے محنت کا ہے مگر شاید خالد کے حق میں وہ کامل آسایش کا موجب ہے۔ پس جس کو تم نے محنت سمجھا کیا تم جیسے اور تم سے بہتر ہزاروں لاکھوں اس کو نہیں کرتے۔ افسوس ہے کہ تم اس کو محنت کہو۔ ارے بابا اگر یہ محنت بھی ہے تو ساری عمر کا آرام۔ ساری عمر کی خوش حالی ساری عمر کی آبرو اس محنت کے طفیل سے حاصل ہو گی ایک ظریف کا مقولہ ہے کہ۔ جینا تو جینا بے محنت مرنا بھی نہیں ہو سکتا

اگر تم کو عربی میں ۸۲ نمبر ملے تو نہ تمہاری محنت سے بلکہ اس فقیر کی محنت کا ثمرہ ہے کہ کسی حالت میں تمہارا سبق ناغہ نہیں ہونے دیا میں نے اپنے پندار میں تم کو اتنا پڑھا دیا تھا کہ اگر تم نے اُس کو محفوظ رکھا ہوتا تو آج کل کے سو دو سو نہیں تو چالیس پچاس مولویوں سے تو بہتر تھے مگر وہ گھر کی مرغی تھی۔ تم نے دال برابر سمجھی۔

مجھ کو تمہارے اس لکھنے پر بڑی ہنسی آئی کہ تاریخ جغرافیہ سب مضمونوں میں مشکل ہے میں تو ان دونوں کو قصہ کہانی سمجھتا ہوں۔ البتہ بل یہ پڑتا ہے کہ کتاب پڑھتے وقت عبارت پر لحاظ ہوتا ہے حاصل مطلب کی طرف توجہ نہیں ہوتی ورنہ اگر ہر آدھے یا پورے صفحے کے بعد آنکھ بند کر کے غور کر لیا جائے کہ اتنے کا خلاصہ مطلب کیا ہوا تو ممکن نہیں کہ واقعات مستحضر نہ رہیں۔ جغرافیہ کی جان ہے نقشہ۔ ایک مکمل نقشہ منگوا اور ایسے موقع پر جہاں دو کہ ٹھیک کر لیتے تو نقشہ سامنے ہو۔ بار بار دیکھتے دیکھتے یاد ہو جاتا ہے

کہ فلاں شہر کہاں ہے اور وہ ندی یا پہاڑ کدھر واقع ہے۔ اگر تمھاری تاریخ چند روز کے لیے مجھ کو ملے اور میں اُس کا اُردو میں خلاصہ کر دوں یا سوال جواب بنا دوں اور تم اُس کو یاد کر لو پھر فیل ہو جاؤ تو میں جواب دہ۔

حساب۔ جبر و مقابلہ۔ اقلیدس البتہ۔ سوچ بچار اور مشق و مہارۃ کے کام ہیں میں نے تم کو کسور عام اور کسور اعشاریۃ تک پڑھا دیا تھا اور جتنا تم نے حساب و جبر و مقابلہ مجھ سے سیکھا تھا وہ ساتویں جماعۃ میں کامیاب ہونے کو کافی تھا لیکن مصیبتہ یہ ہے کہ تم نے نہ تو یہاں جی لگایا نہ وہاں لگاتے ہو۔

میں نے تم کو متواتر لکھا کہ شیر پر کتاب کو سبق روز مرہ تک یاد کرتے جاؤ لیکن دنیا میں باپ ہونا بات کو بے وقعتہ کرتا ہے تم نے کہا نہیں تو دل میں خیال کیا کہ اسکی عادۃ ہے اسی طرح کے خط لکھا کرتا ہے۔ اس سے کہ تم ... یا کسی شناسا متعارف کو گو وہ مجبوری ہی کیوں نہ ہو یا گو وہ دہلی والا ہی کیوں نہ ہو بے فائدہ خط لکھو۔ اور اس سے کہ رات کو عزیز الدین اور غلام موے دین[1] سے باتیں کرو۔ اور اس سے کہ تم پہاڑ گنج جاؤ اور اس سے کہ تم ... کو لکھنا سکھاؤ۔ اور اس سے کہ تم بازار میں پھرو اور عجائب خانہ و باغ کی سیر کرو اور اس سے کہ تم سیماب وار کبھی گھر میں کبھی باہر آؤ جاؤ۔ اور اس سے کہ تم بھول کر بھی کبھی مطالعہ نہ کرو۔ اور اس سے کہ تم مدرسے کے سبقوں کو گھر میں آکر نہ پڑھو۔ غرض اس سے کہ تم محنتہ نہ کرو اور وقت کی قدر و قیمتہ نہ پہچانو نہ تم امتحان دے سکے ہو اور نہ آیندہ کبھی دے سکو گے۔ میں نہیں کہتا کہ تم اتنا پڑھو کہ تن درستی میں خلل پڑے لیکن جہاں تک تم سے ہو سکے ایک منٹ ایک سکنڈ کو رائگاں مت کرو پھر قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ تم انٹرنس کیسا خطاب حاصل کرو گے اور گو ہندوں کے لڑکے انگریزی اسکول میں پڑھ کر آئے ہوں کوئی تم کو نہ پا سکے گا۔ آٹھویں جماعۃ میں پڑھنا انھیں کا ہے جو ساتویں پاس کر کے چڑھے

[1] عزیز الدین اور غلام محی الدین مراد ہیں۔ یہ ایک غریب ہمسایہ کے لڑکے ہیں ان کی ماں بیچاری جاہل ان کو انھیں ناموں سے پکارتی ہے جو تم کتاب میں ہیں مولوی نذیر احمد صاحب نے تعریضاً انھیں غلط ناموں کو نقل کر دیا ہے تاکہ میاں بننے اور رذالوں کی صحبت سے محترز رہنے کا بھی اشارہ ہے۔ ۱۲

اور تمھارا پڑھنا تو بھی بھگوڑی پڑی کا پھر بیٹھنا ہے۔ خدا تمھاری غیرت کو تیز اور تمھاری ہمت کو بلند اور تمھاری محنت کو زیادہ کرے۔ آمین۔ میں نے تمھارے ساتھ وہ کیا اور کرتا ہوں جو میرے باپ نے (خدا انکو جنت نصیب کرے) میرے ساتھ کیا تھا۔ میں نے تم کو پہلے بھی لکھا تھا اور پھر بھی لکھتا ہوں کہ میں عربی اور ریاضی دونوں میں تمھاری مدد کو حاضر ہوں مگر بے تمھاری ہمت کے کام نہیں چلے گا۔ امتحانِ سالانہ کو تو ہر وقت پیش نظر رکھو اور ہر روز محنت کیے جاؤ ان شاء اللہ بیڑا پار ہے ؎

مرد باید کہ ہراساں نہ شود مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

پھر کیا ضرور ہے کہ امسال اگر رعایۃً تمھاری ترقی ہوگئی تو سال آیندہ بھی رعایت کی جائے اگلے سال اپنی قوت بازو سے ترقی کرو جو لڑکا ریاضی میں تیز ہو۔ اُس سے راہ و رسم ضرور پیدا کرو۔ انگریزی کے ۲۷ نمبر بھی محل خوف ہیں۔ ارے میاں ایک طالب علم ہم تھے کہ سارے ہم جماعت بلکہ بہ خدا اُستاد بربر بر کرتے تھے۔ مگر تھا کیا۔ کہ بھئی تمھاری طرح بدشوق اور کم محنت نہ تھا۔ بے سروسامان البتہ تھا۔ جنوری ۱۸۹۲ء گزری اور دسمبر ۱۸۹۲ء تعطیل میں گزرے گا۔ پس بہ استثنائے تعطیلات درمیانی مشکل سے پانچ چھ مہینے ہوں گے اگر کوئی مدرسے کی پڑھائی پر قانع رہے تو وہ پڑھ چکا۔ اصل پڑھنا تو گھر کا ہے اور تم گھر پر پڑھنے یا تعطیلوں میں دوسرے سے استفادہ کرنے کا اہتمام کرتے نہیں۔

تمھارے پڑھنے کا جھگڑا تو چلا ہی جاے گا اب کچھ گھر کا کام بھی کروں۔ میرے پاس ایک خط مولوی .. . صاحب کا آیا۔ یہ مضمون وہی ہے۔ جو مولوی صاحب نے دلی میں زبانی بھی کہا تھا اور میں نے بیوی صاحب سے نقل کیا تھا۔ نہیں معلوم مولوی صاحب کو یہ خیال خود پیدا ہوا یا وہاں والوں نے کہا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ انھیں کا خیال ہے۔ مگر کوئی دوست جو صلاح کی بات کہے اُس کو مخاصمت کے ساتھ نہیں سننا چاہیے لوگ مجھ کو کنجوس اور بخیل کہتے ہیں اور چوں کہ قاعدہ ہے کہ ؏

تا نہ باشد چیزکے مردم نہ گویند چیزہا۔ مجھ میں یہ عیب ہوگا۔ اگرچہ خود پسندی کی وجہ سے

آدمی کو اپنے عیوب پر اطلاع نہیں ہوتی لیکن بخل اولاد کے ساتھ تو میں بھی برتنا نہیں چاہتا تف ہے میری دولۃ پر اور لعنۃ میرے مال وار ہونے پر جب میری پیاری اولاد اس وجہ سے تکلیف پائے کہ میں اُن کی حاجۃ کی قدر باوجودِ مقدرۃ روپیہ نہیں دیتا۔ خدا کی قسم میں یہی سمجھتا ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے ان بچوں کی امانۃ ہے پس افسوس ہے کہ جن کا روپیہ انھی پر خرچ نہ کیا جائے خدا اس کا گواہ ہے کہ شبیر کے لیئے . . . کے لیئے . . . کے لیئے کس کم بخت کو روپیئے سے دریغ ہوا اور میں نے اپنے نزدیک اب تک ایسا ہی برتاؤ کیا ہے یا شاید میری سمجھ کی غلطی ہو غرض اس مضمون کو میں تمھاری والدہ کے حوالہ کرتا ہوں کہ وہ بلا رو رعایۃ خوب غور سے سوچیں اور مطلق میرا اور میرے روپیہ کا پاس نہ کریں مجھ کو اُن کے فیصلے کی تعمیل میں مطلق تامل نہ ہوگا۔ فروری ۱۸۷۷ء

خط ۵۵

اگرچہ امتحان تم دو گے۔ اور پاس تم کروگے اور محنۃ وکاہلی کا نتیجہ تم بھگتوگے مگر مجھ کو تمھاری امتحان سال آیندہ کا ابھی سے سوچ ہے اور تم ابھی سے فکر رکھوگے تو دعوے کے ساتھ امتحان دوگے پس عربی اور ریاضی کے سبق بھیجنے شروع کردو۔ تھوڑا تھوڑا ہو چلے۔ یہ خیال ہرگز اپنے دل میں مت آنے دینا کہ ابھی بہت وقت ہے فقط۔ ۴۔ فروری ۱۸۷۷ء

خط ۵۶

اس وقت ریڈ صاحب کی چٹھی آئی ہے۔ اُنھوں نے رپورٹ کردی ہے کہ یکم مارچ سے نذیر احمد دوسرے ضلع میں بھیجا جاسکے۔ یہاں اُس کی ضرورۃ باقی نہیں۔ عملہ یکم مارچ سے تخفیف کیا جائے گا۔ مجھ کو اس وقت تک معلوم نہیں کہ کہاں جاؤں گا اور کس کام پر میں نے ریڈ صاحب کو لکھا ہے کہ تین مہینے کی رخصۃ دلا دیجیئے کہ ذرا آرام کرلوں۔

لیکن من جانب[1] اللہ ایک دوسرا سامان ہوا ہے اگر تم لوگ رضامند ہو کر اجازۃ دو

[1] خدا کی طرف سے۔

خط ملفوف ہے مولوی سید مہدی علی خاں صاحب بہادر کا ہے یہ حواری[۱] ہیں سید احمد خاں صاحب بہادر کے۔ اٹاوے کے رہنے والے ہیں۔ وہیں سررشتہ دار فوج داری تھے وہیں تحصیل دار ہوئے وہاں سے مرزا پور بدل آئے۔ وہاں کچھ کوہستانی علاقہ زیر بندوبست تھا۔ ان کو ڈپٹی کلکٹر بندوبست کے اختیارات دیئے گئے اور کئی مدوں سے ملا کر چار سو روپیہ پاتے تھے۔ اسی اثنا میں شاید نواب سرسالار جنگ بہادر وزیر حیدرآباد نے سید احمد خاں صاحب سے پانچ یا چھ آدمی طلب کیئے۔ انھوں نے ان کو بھیج دیا۔ وہاں جاکر مولوی مہدی علی صاحب کی شاید ہزار روپیہ تنخواہ ہوئی اب سنا ہے کہ معتمد مدارالمہام مقرر ہوئے ہیں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو فی عمری[۲] صرف ایک بار آگرے میں دیکھا جن دنوں مجھ کو مراۃ العروس کا انعام اٹاوے میں ملنے والا تھا۔ مولوی مہدی علی صاحب ڈیوک آف اڈنبرا کو دیکھنے کلکتے گئے تھے وہیں سے مجھ کو بلا تعارف بڑے تپاک کا خط لکھا اور بہت اصرار کیا کہ اٹاوے میں میرے مکان پر ٹھیرنا۔ چنانچہ جوں ہی ریل سے اترا مولوی مہدی علی صاحب کے رشتہ مند مجھ کو کشاں کشاں اپنے گھر لے گئے اور بہت مدارات کی۔ مگر مولوی مہدی علی صاحب وہاں نہ تھے لیکن نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو اٹاوے سے واپس کیا اور آگرے کے دربار میں بلایا۔ وہاں منشی غلام غوث صاحب میر منشی لفٹنٹی کے یہاں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو دیکھا ایک جوان صبیح بے باکانہ مراۃ العروس کی ہنسی اڑا رہے ہیں جوں ہی میں خیمے میں پہنچا منشی غلام غوث صاحب نے کہا لیجیے حضرۃ مراۃ العروس کے مصنف صاحب بھی تشریف لائے۔ منشی غلام غوث صاحب کی تقریب سے ہم دونوں ملے تو مولوی مہدی علی صاحب منقبض سے رہے شاید ہنسی اڑانے سے کچھ جھینپے ہوں مجھ کو حیرۃ ہوئی الہ العالمینا یہ وہی مہدی علی ہیں جنھوں نے خود مجھ کو کس

---

[۱] اصل میں حضرۃ عیسی کے اصحاب حواری کہلاتے ہیں۔ حوار کہتے ہیں عربی میں سفیدی کو چونکہ اصحاب مسیح اکثر دھوبی تھے شاید وجہ تسمیہ ہو یا حواری کے معنی یار مخلص کے بھی ہیں مولوی مہدی علی کو سید احمد خاں کا حواری کہنا ظریفانہ شوخی ہے۔

[۲] اپنی عمر میں۔

تپاک سے اپنے گھر ٹھیرایا تھا کہ اب بالمشافہ میری کتاب کی تصحیح کر رہے ہیں۔ خیر رفت و گزشت
اب جو یہ خط آیا ہی سرکاری خط ہی کیوں کہ اُس میں لکھا ہی کہ حسب الحکم سرکار لکھتا ہوں اور مجھ
کو سکندر پور میں ایک دوست مولوی . . . صاحب کے خط سے بھی کہ وہ بھی ریاست حیدرآباد
میں ہیں اس سے پہلے معلوم ہوا کہ میرا تذکرہ مدار المہام حیدرآباد کے حضور میں ہوا۔ تیسری دلیل
اس خط کی صداقت اور واقعیت کی یہ ہی کہ سید احمد خاں صاحب کی معرفت آیا ہی
تم جانتے ہو کہ سید احمد خاں صاحب کس رتبے اور وقار کے آدمی ہیں۔ غرض حسن طلب
میں تو کچھ شک نہیں۔ حیرت یہ ہی کہ مولوی مہدی علی صاحب نے میری تقریب کیوں کی
عجب نہیں کہ کتاب[1] ہیأۃ نے یاد دہانی کی یا کوئی اور سبب ہوا ہو۔ بہر کیف بلانے

[1] اس کتاب کا خط ۱۸ میں بھی مذکور ہی اور اس کے متعلق ایک دلچسپ قصہ ہی وہ یہ کہ مولوی نذیر احمد صاحب گورکھپور میں ڈپٹی
کلکٹر تھے اور مسٹر لی۔ پور۔ وِن ایک حصہ ضلع کے مہتمم بند و بست تھے ان دونوں سے ملاقات ہوئی۔ وِن صاحب علم دوست
آدمی تھے اور اُن کو مشرقی زبانوں کے سیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ غالب ہی کہ مولوی نذیر احمد صاحب کی استعداد و لیاقت
کا حال وِن صاحب سے مخفی نہ رہا ہوگا وِن صاحب نے قانون شہادۃ پر ایک دقیق متن تصنیف کر کے
مولوی نذیر احمد صاحب سے اس کا ترجمہ کرایا اُن دنوں وِن صاحب سہارنپور کے کلکٹر تھے وِن صاحب
اس ترجمہ سے مولوی نذیر احمد صاحب کی لیاقت کے اور بھی معتقد ہوئے ایک مدت کے بعد وِن صاحب ترقی
کرتے کرتے کشمیر کے پولٹیکل ایجینٹ مقرر ہوئے ان ہی دنوں وِن صاحب نے علم ہیأۃ کی ایک مشہور کتاب گولینیر ہونز
کا ترجمہ کرانا چاہا ایک ہزار روپیے کا اشتہار دیا کہ جو شخص اس کتاب کا بہتر سے بہتر ترجمہ کرے گا اُس کو ایک ہزار روپیہ
انعام دوں گا۔ اشتہار کے علاوہ وِن صاحب نے مولوی نذیر احمد صاحب کو خاص چٹھی لکھی کہ میں نے اشتہار تو دیا ہی
مگر میرا خیال یہ ہی کہ یہ انعام تم ہی لوگے مولوی نذیر احمد صاحب نے عذر کیا کہ مجھ سے دوسرے کاموں سے فرصت
نہیں تو وِن صاحب نے سر ولیم میور صاحب سے ایما کرایا مجبور مولوی نذیر احمد صاحب نے ترجمہ کیا اور دس
ترجمے شاید اور بھی ہوئے۔ ان ترجموں سے انتخاب بہتر کے لیے وِن صاحب نے ایک کمیٹی منعقد کی سنا ہی خدا جانے
صحیح یا غلط کہ سید احمد خاں صاحب اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ تھے اور من جملہ اور چند صاحبوں کے شمس العلما خان بہادر
مولوی ذکاء اللہ صاحب ممبر کمیٹی نے یہ رائے دی کہ مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ سب میں بہتر ہی مگر ایک
ہزار میں سے چار سو روپیے کے قابل ہی کمیٹی نے وِن صاحب کو یہ صلاح دی کہ چھ سو روپیہ جو بچے اس سے مولوی نذیر احمد

ہیں اور تنخواہ بالفعل آٹھ سو اور بعد کو ایک ہزار ماہوار یہاں کے سکے سے دینے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ اتنی تنخواہ مجھ کو سرکار انگریزی میں تمام عمر پانے کی توقع نہیں۔ دربار حیدرآباد ان دنوں بہت ممدوح ہے۔ اختیارات وسیع۔ عہدہ معزز۔ مجھ کو وہاں کے زیادہ حالات معلوم نہیں اتنا جانتا ہوں کہ ادھر کے اور انگریزی عمل داری کے ہزارہا بندگان خدا وہاں ہیں سیکڑوں آدمی تو دلی کے وہاں ہیں۔ مولوی رشید الدین خاں مرحوم کا خاندان سب وہیں ہے۔ پس تم لوگ اگر صلاح دو تو بالفعل ایک سال کی رخصت لے کر جاؤں ذرا بمبئی۔ مدارس۔ حیدرآباد وغیرہ کی سیر کروں۔ سِیرُوا فِی الْاَرْضِ۔[۱]

خط ۵۷

تین مہینے کی رخصت کے لیے ریذیڈنٹ صاحب نے بھی سفارش کر دی ہے لیکن حیدرآباد

مولوی نذیر احمد کے ترجمہ کی درستی کراؤ۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے ون صاحب سے پوچھا بھی کہ اگر مجھ کو اپنے ترجمے کے نقصان معلوم ہوں تو شاید میں ان کی درستی کر سکوں مگر خدا جانے کس مصلحت سے مولوی نذیر احمد صاحب کو نہ تو کمیٹی کے ممبروں کے نام بتائے اور نہ ترجمے کے اسقام۔ برسوں ون صاحب تلاش میں رہے کہ کوئی شخص مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمے کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے کسی نے ہامی نہ بھری ون صاحب نے کہیں سن لیا تھا کہ حیدرآباد میں امیر کبیر شمس الامرا علم ہیئات کے بڑے عالم ہیں اور اُن کی کتاب شمسیہ بھی ون صاحب کی نظر سے گزر چکی تھی آخر ون صاحب نے سالار جنگ کے ریذیڈنٹ کی معرفت مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ اصلاح کے لیے حیدرآباد بھیجا اور وہ ترجمہ ریذیڈنٹ سے امیر کبیر اور امیر کبیر سے نواب سالار جنگ مرحوم اور ان سے مولوی سید حسین بلگرامی بی اے۔ کے پاس آیا مولوی سید حسین نے ترجمہ کو بہ نظر اصلاح دیکھا اور مولوی نذیر احمد صاحب کو لکھا کہ اس سے بہتر ترجمہ ہو نہیں سکتا اور اگر ہو سکتا ہے تو تم سے بہتر کوئی کر نہیں سکتا اور اس چٹھی کی نقل مولوی سید حسین نے ون صاحب کو بھیجی جب تک یہ چٹھی پہونچے پہونچے ون صاحب مفلوج ہو کر مر گئے ترجمہ لاوارث رہ گیا۔ مولوی نذیر احمد صاحب نے یہ تمام مراسلہ اور اصل ترجمہ گورنمنٹ میں پیش کیا۔ گورنمنٹ نے مولوی نذیر احمد صاحب کے ہزار روپے کر دیئے۔ اب وہ ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب کے پاس ہے چونکہ اس میں آسمانی نقشے ہیں اور ہندوستان میں اُن کے چھپنے کا سامان نہیں ترجمے کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔

[۱] پھرو ملکوں ملکوں اقتباس ہے کلام مجید سے۔

جانا ہوا تو برس دو برس کی فرلو لینی ہوگی۔ ریل ہے تو دوری کوئی چیز نہیں۔ رہی پنشن اس کے لیے میں نے دریافت کیا ہے۔ اگر میں حیدر آباد گیا تو مولوی ... کو ساتھ لیے جاؤں گا اُن کو ابھی سے سنا رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ وقت پر تقاعد[1] کریں طالب اگر سچا ہے تو وہ دور و نزدیک نظر نہیں کرتا۔ اس سے کہ دلی میں حاجتمندانہ رہیں۔ بہت بہتر ہوگا کہ پردیس میں آسودہ حالی سے بسر ہو۔ اُن کی سی حالت اگر مجھ پر ہوتی تو بھوپال ایسا تھا جیسے دلی والوں کو شاہدرہ[2] چنانچہ جن دنوں میں گجرات گیا وہ بھوپال سے بہت دور تھا تیئیس دن تک متواتر تمام تمام دن چلا تب خدا خدا کرکے گجرات کی شکل دیکھی۔ حیدر آباد سے خط آنے شروع ہوئے ہیں کہ علاوہ تنخواہ کے ماللعہ[3] ماہوار دوامی بھتہ بھی ہے۔ اب میں صرف دو باتوں کا منتظر ہوں۔ ایک تو رخصت کی منظوری۔ دوسرے میں نے جو خط مولوی مہدی صاحب کو لکھا ہے اُس کا جواب۔ اگر حیدر آباد میں پاؤں جم گئے اور نصیب میں ہے تو سرِ منزل حج و زیارت حرمین شریفین قریب ہے اَللّٰھُمَّ[4] اُرْزُقْنَا طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ بشیر تم آپ کب دنیا کو سنبھالو گے۔ بخدا میں تو ملول ہوں۔ وہ اگلی سی گُد گُدی مجھ میں باقی نہیں۔ بندہ خدا الگ لپٹ کر انٹرنس تو پاس کرلو۔ ۱۴ر فروری ۱۸۷۷ء

خط ۵۸

السَّلَامُ عَلَیْکَ وَالْقَلْبُ مُشْتَاقٌ اِلَیْکَ[5]

وہ ضرورۃ پڑھنے لکھنے کی جس کے لیے چار و ناچار خط لکھنا پڑتا تھا تم نے فاطبۃً[6] بند کر دی۔ اگرچہ دلی اور رخصت اور حیدر آباد کے مضامین جمع ہونے سے پریشانی ہے تو مجھ کو ہے مگر تم نے دیکھا تو ہوتا کہ اس حالت میں بھی تمھارے سبقوں میں بالالتزام اصلاح دیتا ہوں یا نہیں۔ دہلی کالج اگر ٹوٹا تو غضب ہوا۔ گو کالج ٹوٹے پھر بھی اتنا سامان دہلی

---

[1] ایک قسم کی رخصت ہے جس میں نصف تنخواہ ملتی ہے [2] بستی ہے دلی سے جمنا پار ۳ میل کے فاصلے پر [3] ایک گا ؤں [4] خدایا ہم کو اپنے حرمت والے گھر کا طواف روزی کر [5] تم پر سلامتی ہو اور دل تمھارا اشتاق ہے [6] یک قلم۔

میں ضرور رہے گا کہ آدمی تکمیل استعداد کر سکے۔ تم حیدرآباد جانے کے متقاضی ہو جب میں
تمھاری عمروں میں تھا تو مجھ کو عرش کی سوجھتی تھی ؎

نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب — لب تک آتا ہی جو ایسا ہی رسا ہوتا ہی

اب صرف اتنی گدگدی دل میں ہی کہ میں نے انکار نہیں کیا۔ اگر ابتدائے بارہ سو دیں گے
اور ارذل عمر[1] کے لیے سامان کر دینے کا وعدہ فرمائیں گے تو ان شاء اللہ جاؤں گا۔ لیکن
مجھ کو ایسا احمق مت سمجھو کہ بہت دنیا جمع کرنے کو زندگی کا ماحصل سمجھوں۔ بشیر۔ دنیا کو تو
خوب دیکھا۔ غریب محتاج تھا خدا نے مال وا غنی کیا۔ اولاد ہوئی۔ حکومت کے مزے اڑائے
نام وری اور شہرت سے بھی بے نصیب نہیں رہا۔ لیکن انجام ان سب بکھیڑوں کا
کیا ہی۔ ۹ آخر فنا آخر فنا۔ اب خداوند تعالی ایسی توفیق عطا کرے کہ کچھ وہاں کے
لیے بھی کروں ؎

کیا وہ دنیا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے — واسطے وان کے بھی کچھ یاں چاہییں کے واسطے

وان صاحب چارج لینے کو آگئے۔ میں حتی الوسع کل سامان فروخت کر دوں گا۔
ولو بحط[2] الثمن۔

... کی کیا شامت ہی کہ وہ جانوروں کے ساتھ گاؤ زوریاں کرتے ہیں ع مارا ازیں
وجود ضعیف ایں گماں نہ بود۔ گھوڑا رکھیں بھی تو سلیم الطبع اور کار آزمودہ۔ تم نے بھی
ماموں کی خو سیکھی ہی کہ جانوروں سے بے باکانہ کام لیتے ہو۔

اب نو... صاحب بھی ہٹی کا نیلام کرتے ہیں۔ اپنے منہ سے پچیس ہزار مہر کر دیا
اور ر برس بعد شاید دس ہزار کی نوبت پوچھیے۔ مولوی ... کا نام میں نے نہیں سنا
رقعہ بھیجا ہی تو جانچ تول کر بھیجا ہو گا۔ العجل العجل[3] فما یجدی الامل بدون العمل

---

[1] اخیر عمر۔ یہ لفظ قرآن مجید کی اس آیت میں واقع ہی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شیئا۔ یعنی تم میں سے بعض پھر ذلیل زندگانی کی طرف پھیر دیئے جاتے ہیں تاکہ جو کچھ معلوم ہی سب جاتا رہے یعنی انتہا کے بڈھے ہو جاتے ہیں اور کسی بات کا ہوش نہیں رہتا [2] اگرچہ قیمت گرا کر ہی کیوں نہ ہو [3] جلدی کرو جلدی کہ امید بے کوشش فائدہ نہیں دیتی۔

مکان کو چھتاؤ۔ مجھ کو بہت آخور کی بھرتی پسند نہیں۔ مکان لو تو بھلا۔۔۔ کا سا لو کہ دنیا میں بہشت یاد آئے۔ واہیات جھونپڑے جو تم نے رکھے ہیں نہ رہنے کے نہ سہنے کے۔ ایک عمدہ نفیس مکان مل جائے تو بس کافی ہے۔

۔۔۔ نے پارے[1] شروع کیا ہوگا۔ حروف اور حرکات خوب پہچنوائے جائیں۔ اس میں خامی رہ[illegible] تو مدتوں تک پڑھنا نہیں آتا۔ ۲۳ر فروری ۱۸۷۶ء

خط ۵۹

۱۶۔ فروری کو صبح ہوتے جو خواب تم نے دیکھا یعنی وہ رائے جو تم نے تاریخ و جغرافیہ و ریاضی بلکہ مدرسے کی تمام تر تعلیم کے بے سود ہونے کی نسبت بہم پہنچائی مجھ کو تمھارے خط کے ذریعے سے معلوم ہوئی۔ بہ جائے اس کے کہ مجھ کو ناخوشی ہو میں تو اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ تم اپنی بُری بھلی رائے کو ہمیشہ نہایۃ آزادی کے ساتھ بے تامل ظاہر کیا کروائے کی غلطی عیب نہیں ہے۔ افہام و تفہیم اور مباحثہ و مناظرہ سے ہر غلطی کی اصلاح ہو سکتی ہے مگر دودلی اور نفاق کا کچھ بھی دفعیہ نہیں۔ جب تمھارا بطون[2] منکشف نہ ہو تو کوئی کیا جان سکتا ہے کہ تم اپنے ذہن میں کیا سوچا کرتے ہو۔

میں سرکاری تعلیم کا ایسا طرف دار نہیں ہوں کہ متعصبانہ اُس کی حمایۃ کروں لیکن انگریزی کی بدترین تعلیم عربی کی بہترین تعلیم سے بہ استثناء مذہب یقیناً عمدہ اور نافع ہے عربی میں زبان اور منطق کے خیالی ڈھکوسلوں کے سوائے کچھ بھی نہیں۔ یورپ کو جو اس وقت معراج ترقی حاصل ہو جاننے ہو کیوں ہے۔ ان لوگوں میں صرف یہ ہنر ہے کہ واقعات نفس الامری میں تمام یورپ کی ہمتیں محصور ہیں۔ ہم لوگ خیالی مضمونوں کے پیچھے پڑے رہتے اور آخر تک سوائے چکنی چپڑی باتیں بنانے اور جھوٹے بے اصل منصوبے باندھنے کے کچھ نہیں سیکھتے۔ جھوٹے القاب۔ جھوٹے آداب جھوٹے اشتیاق۔ جھوٹی تشبیہات۔ جھوٹے استعارات ہمارا علم انشا ہے۔ شاعری جو کمال انشا ہے اس

---

[1] جزو قرآن مراد ہے عوام سیپارہ کہتے ہیں۔ شروع کرنے سے معلوم ہوتا کہ عمّ تیساءلون کا پارہ ہو کا ہے جس میں چھوٹی سورتیں ہیں اور مبتدیوں کو پہلے وہی پڑھایا جاتا ہے [2] یعنی جو تمھارے دل میں ہو۔

ہیں معشوق وہ فرض کیئے گئے جن کے کمر نہیں۔ سنہ نہیں جن کی زلفیں سلسلۂ نامتناہی سے زیادہ دراز۔ جن کے سُرین پہاڑ۔ اگر ایسے معشوق کہیں نظر پڑجائیں تو لوگ اُن کو بچا اور بھوت سمجھیں۔ انگریزی شاعری کو دیکھو بالکل نیچر کے مطابق ہے مبالغے اور جھوٹ کا نام نہیں جس چیز کے حالات سے کسی علم میں بحث کرتے ہیں اس کو اس علم کا موضوع لہ کہتے ہیں جیسے صرف ونحو کا موضوع لہٗ کلمہ وکلام طب کا بدن انسان حساب کا عدد۔ انگریزی علوم کیا ہیں کہ موجودات عالم میں سے ہر ہر چیز کسی علم کا موضوع لہ ہے۔ علم آب۔ علم ہوا علم مقناطیس علم حرارۃ۔ علم روشنی وغیرہ افسوس کہ ہمارے یہاں کہیں ان علوم کا پتا نہیں۔ انگریز لوگ کہیں سمندر کے کنارے مچھلی کے انڈے گنتے پھرتے کہیں پہاڑوں کے دروں میں بھٹکتے کہیں ریگستان کی خاک پھانکتے غرض موجودات عالم کے حالات کی تفتیش وتلاش میں سرگرم ہیں اور اسی سے اس درجے کو پہنچے۔ کوئی انگریزی چیز تو دیکھو کس خوبی اور صفائی اور عمدگی کے ساتھ ہے۔ یہ سب علم واقفات کے جلوے ہیں۔ ریل تار برقی نتیجے ہیں خواص حرارۃ بیں غور کرنے کے یہ مضمون تو اس قدر وسیع ہے کہ بجائے خود محتاج کتاب ہے ایک خط میں سما نہیں سکتا میں یہ نہیں کہتا کہ بی۔اے اور ام۔اے محتاج ومفلس نہیں لیکن کیا ضرور ہے کہ تم نام مثالوں پہ نظر کرو

ہمہ بلند وار کہ پیش خدا وخلق ۔۔۔ باشد بہ قدر ہمتہ تو اعتبار تو

ہر ہنر اور ہر پیشے اور ہر فن میں کامیاب اور ناکام ہوتے آئے ہیں لیکن اس سے لوگوں نے کسب ہنر نہیں چھوڑ دیا۔ مثلاً وکیل ایک وہ ہیں جو پانچ ہزار ماہوار کماتے ہیں اور دوسرے پالکی کے کہاروں کا کرایہ بھی گرہ سے بھرتے ہیں پھر بھی ہزارہا لوگ امتحان دکالۃ دیتے ہیں۔ جو طرز تم اختیار کرنا چاہتے ہو کہ عربی پڑھوں۔ قانون یا ڈاکٹروں انگریزی مطالعہ کتب واخبار سے بڑھالوں کیا تم کو وحی ہوئی ہے کہ اس طرز میں ضرور کامیابی ہوگی؟

سلہ بچوں کے ڈرانے کی ایک ہیبت ناک صورۃ۔ اللہ کا فضل۔ ہوا۔ ۲ھ حالات موجودہ نفس الامری ۳ھ الہام۔

بشیر۔ آیندہ کا حال معلوم نہیں کہ کس کی تقدیر میں کیا ہی۔ لیکن تدبیر بشرط۔ سو وہ ہے
میں پڑھنا بھی ایک تدبیر ہی اور یہ ایسی تدبیر ہی کہ تم اس میں منفرد نہیں۔ اگر یہ حمق ہی تو حمق
میں ہندوستان اور یورپ ملا کر لاکھوں بندگان خدا مبتلا ہیں۔ قانون کے صرف دو
مصرف ہیں ایک وکالۃ سو مشہور اور سچ ہی بار از دور کرد ڈوڈ (یعنی صیغہ وکالۃ میں مطلق گنجائش
نہیں) اور پھر گنجائش بھی ہو تو تمھاری لکنت نے تم کو نا قابل کر دیا ہی رہ گئی تحصیلداری مشروط
بہ وعدہ کلکٹر ہی یعنی کلکٹر ضلع وعدہ کر کے خود امتحان کی اجازت دے اور امتحان میں پاس
ہو تب تحصیلداری ملے۔ تو پڑھنے کی کیا ضرورت ہی۔ انگریزی عربی سب چھوڑ دو اس کو
اردو کافی ہی۔ کیوں کہ کل قوانین اُردو میں ہیں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ اس لفٹنٹی
میں بلکہ شاید ہر جگہ ایسے تحصیلدار اور ایسے ڈپٹی کلکٹر بھی موجود ہیں جن کے مقابلے
میں تم کو اس وقت من حیث اللیاقۃ[1] ترجیح ہی۔ میں اپنے معاصرین[2] میں بہتوں کو جانتا ہوں
جو ہر پہلو سے مجھ پر فائق ہیں۔ قانون کا امتحان دے کر . . تحصیلدار کیوں نہیں ہو گئے عربی
پڑھ کر مولوی . . . ڈپٹی کلکٹر کس لیے مقرر نہیں ہوئے۔ اگر تم نے علم کا یہی نتیجہ سمجھا کہ وہ روپیہ
کمانے کا ذریعہ ہی تو تم نے ہرگز علم کی قدر نہیں جانی۔ تجارت۔ زمینداری۔ دستکاری وغیرہ بہت
سے ہنر اور پیشے ہیں۔ جن میں علم درکار نہیں اور روپیہ خوب کمایا جا سکتا ہی۔ علم وہ چیز ہی
کہ آدمی کو ہر حالہ میں توقیر دیتا ہی عام اس سے کہ روپیہ کمانے کا ذریعہ ہو یا نہ ہو۔ تم کو
روپیہ کمانے کی کیا جلدی پڑ گئی۔ میں جب تک زندہ ہوں تمھاری ضرورتوں کو رفع کروں گا
اور مجھ سے لینے میں تم کو تامل کیوں ہونے لگا۔ جیتے جی نہ لوگے تو مرے پیچھے لوگے
ع ورنہ مستانی بہ ستم می رسد۔ ۱۲۔ ۱۳ تک تو عمر تحصیل ہی۔ تم نے کہیں اپنے تئیں اس عمر میں
بڈھا فرض کر لیا۔ لیاقت کو سمجھو کہ گویا باران رحمت ہی۔ پانی تمام زمین پر برستا مگر ہر قطعہ
زمین میں اُس کے آثار مختلف ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

لوگ بی۔ اے۔ ہوتے کوئی انھی دو حرفوں کے ذریعے سے مناصب جلیلہ پر پونہچتا

[1] لیاقت کے اعتبار سے [2] اہل زمانہ۔ اقران۔

اور کوئی بھیک مانگتا ہے

پڑھیں فارسی بیچیں تیل　　　　یہ دیکھو قدرت کے کھیل

کون کہہ سکتا ہی کہ تم کو خدا نے کس غرض کے لیئے بنایا ہی۔ اگر ہزار شخص ہم لیاقت ہوں ضرور نہیں کہ وہ سب ہم حالت بھی ہوں۔ میں نے اخبار میں پڑھا ہی کہ کچھ ایسی تحریک درپیش ہی کہ مجموعۂ نمبر پر پاس کیا جائے۔ ہر سبجکٹ میں نمبر کامل نہ ہو نہ سہی۔ بے شک تاریخ جغرافیہ لڑکوں کو تکلیف دیتا ہی لیکن وہ دو حرف بی۔ اے کچھ ایسے مقبول ہیں کہ اُن کے لیئے سب زحمتوں کو برداشت کرتے ہیں۔ اور ضرور تم کو کچھ بے عنوانی کرتے ہو ورنہ ایسی داویلا کی چیز نہیں۔ عمدہ مطلب منتخب کر لیا کر۔ ریاضی وغیرہ پر کیا موقوف ہی جب تعلق باقی نہیں رہتا تو سب چیزیں بھول جاتی ہیں مگر پھر بھی گوش رسیدہ اثرے دارد ایک کیفیت ضرور حاصل ہو جاتی ہی جس کو مناسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تو مسلم ہی کہ عقل دنیا جیسی انگریزوں میں ہی کسی قوم میں نہیں اور علوم کے اعتبار سے کچھ شک نہیں کہ کوئی مفید علم نہیں۔ جو اُنھوں نے نہیں لیا۔ تاریخ۔ جغرافیہ کا انگریزی تعلیم میں ہونا کافی دلیل اُس کے مفید ہونے کی ہی۔ تم کو کچھ اندازہ ہی کہ دنیا میں کتنے پرچے اخبار کے جاری ہیں شاید لاکھوں۔ اور کیا فرق ہی اخبار و تاریخ میں۔ اخبار تاریخ حال اور تاریخ تاریخ گزشتہ عام آگہی (جنرل انفارمیشن) تمھارے نزدیک کچھ قدر کی چیز ہی یا نہیں ہی پس اونیٰ فائدہ تاریخ کا عام آگہی ہی۔ حضرت من کس خیال میں ہو۔ کوئی انگریزی ارٹکل نہیں جس میں واقعاتِ تاریخی کا حوالہ نہیں۔ تاریخ سے تحریر مضامین یعنی اسٹیکے میں بہت مدد ملتی ہی تاریخ داں کو استناد و استشہاد کی بڑی قوۃ ہوتی ہی۔ وہ ہر رائے کی دلیل میں واقعات گزشتہ کی سند دے سکتا ہی اور جب کہ وہ شرطِ کامیابی امتحان ہی تو یہ بجائے خود اُس کا نفعِ عظیم ہی۔ مطالعۂ کتب و اخبار سے بھلا آپ کیا انگریزی بڑھا لیجیے گا جب کہ اس کا فونڈیشن ضعیف ہی۔ انگریزی اس دہر سے بڑھتی تو میں کبھی کا بڑھا چکا ہوتا۔ تسوید

لہ مضمون ٹلہ مشاقی۔ مہارت سٹہ مضمون۔ تحریر سٹہ راستے اور ارٹکل دونوں کے معنے قریب قریب ہیں۔ جواب مضمون۔ شہ بنیاد حہ جڑ ۱۲

یعنی کمپوزیشن اور اصلاح کا لینا اور گرامر کا احتفاظ نہایت ضرور ہے عربی۔ سبحان اللہ کیا پتہ چھپا ہے۔ مگر جب مدرسے کی چیزوں سے عاجز ہو تو باہر کیا خاک پڑھو گے تم اتنے ضعیف القوٰی نہیں جتنے کہ ضعیف الہمتہ ہو۔ یہ بھی تمھارے نفس کا خدع ہے۔ جب تم عربی پڑھائے جاتے تھے تو عربی سے بھاگتے تھے۔ اب انگریزی بیر پر پڑی ہے تو اس سے جان چرانے ہو یعنی تمھاری بے دلی اور تمھارا تذبذب تمھیں کٹھ ملا رکھے گا۔ نوکری کر و گے اور کچھ روپیہ کما سکو گے مگر نام ونمود یا منصب جلیل کے امیدوار مت رہو اور یوں خدا اپنے گدھوں کو حلوا دے تو کیا کسی کا دینا ہے۔ مجھ کو اس سے تو خوشی ہے کہ تم نے اپنی رائے کو ظاہر کیا مگر اس کا سخت رنج ہے کہ کیوں خدا نے تمھارے خیالات ایسے کیے۔ میں نے تمھاری بات کا برا نہیں مانا تم بھی میری بات کا برا نہ مانو۔ بشیر۔ خدا کی قسم بے محنت دنیا میں کچھ نہیں ہوا اور محنت سے جان چرانا بدنصیبی اور حرمان کی دلیل ہے جس کام میں لگے ہو لگے رہو یک درگیر محکم گیر۔ نیت کو ڈانواڈول مت کرو۔ خدا اسی میں برکت دے گا جتنا ہو سکتا ہے کیے جاؤ۔ تم اس قدر بے دل کیوں ہوتے ہو ے مشکلے نیست کہ آساں نہ شود۔ مرد باید کہ ہراساں نہ شود۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم نوکری مت کرو۔ میں اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر تم کو آسائش پونہچا سکتا ہوں۔ غرض جو کچھ تم دنیا کو کرتے کو ڈھونڈھو مگر یہ کہ تم نہ پڑھو میں نہیں کہہ سکتا۔ اور تمھارا یہ کہنا کہ یوں پڑھوں دوں نہ پڑھوں گویا یہ کہنا ہے کہ نہ پڑھوں کیوں کہ جن کو پڑھنا منظور نہیں ہوتا۔ اُن کا یہی دستور دیکھا ہے کہ عربی چھوڑی۔ انگریزی لی انگریزی چھوڑی قانون شروع کیا۔ انجام یہ کہ نہ انگریزی ہوئی نہ عربی نہ قانون۔ لوگ تو عمریں صرف کرتے ہیں تم دو ہی برس میں گھبرا گئے۔ سبب یہی ہے کہ مدرسے میں پوچھ گچھ ہوتی ہے اور تم تھے اس کے خوگر کہ پڑھا اور کتاب نہ۔ پھر جو کتاب کھولی تو استاد کے سامنے بیٹھ کر۔ اگر تم نے اپنی رائے پر عمل کیا تو میں تم کو ان شاء اللہ یہ بھی دکھا دوں گا کہ اگلے برس نہیں تو تیسرے سال عربی انگریزی قانون سب ندارد۔ نوکری بھی تم کو کوئی ابھی نہیں دے گا۔ ۲۵ برس تو قانوناً نوکری کے لیے منتہی (اقل الاعمار) ہے کہ

لے کر تے دودوپن سے او معورا مولوی۔ جاہل۔

اس سے پہلے کی خدمت داخل پنشن نہیں۔ بھلا جب ہندوستان کے نوجوان کی ہمتوں کا یہ حال ہو تو کیا وہ ولایت جا کر سول سروس کے لیے کمپیٹ (مقابلہ) کریں گے۔ ابھی ریش وبروت آنے تک میں تمھارے لیے کوئی مشغلہ سوائے اس کے نہیں دیکھتا کہ پڑھے جاؤ۔ ابھی انٹرنس تو پاس کرو۔ بی اے اور ایم۔ اے کے تو بڑے درجے ہیں۔ تمھاری طرز عبارت سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ تم اپنی طرف سے مدرسہ چھوڑ چکے۔ صرف یہ چاہتے ہو کہ میں ترک پر تمھاری تحسین کروں اور کہوں کہ شاباش اچھا کیا۔ اگر میں دیکھتا کہ تم عربی پر فریفتہ ہو تو میں تم کو اپنے پاس رکھتا لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں تم پڑھنا تو چاہتے ہو لیکن آسانی کے ساتھ مطالعہ نہ ہو۔ یاد نہ کرنا پڑے بتانا نہ ہو۔ سو میرے نزدیک ع این خیال است ومحال است وجنوں۔ بشیر۔ اگر تم پڑھنا نہیں چاہتے یا پڑھنا تمھاری قسمت میں نہیں تو مجھ کو تم سے لڑنا منظور نہیں تم جانو تمھارا کام جانے۔ لیکن اے خدا مجھ کو اس مصیبت کے جھیلنے کو زندہ مت رکھیو کہ ایک اللہ آمین کا بیٹا اور وہ بھی جاہل یا کٹھ ملا۔ اگر رخصت لے کر دلی بیٹھا ہوا تو ان شاء اللہ میں دیکھوں گا کہ کون سی چیز تم کو دشوار ہے۔ میری زبان میں خدا نے اتنی قوت دی ہے کہ سمجھا دینے اور ذہن نشین کر دینے کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ فقط۔

۲۴ فروری ۱۸۷۷ء

خط ۶۰

دہلی کالج تو ٹوٹا لیکن انٹرنس تک۔ کے واسطے کوئی انتظام ضرور کیا گیا ہوگا۔ پس کالج کو رد ہیں تو کالج کلاسز[2] رد ہیں یا مولوی . . صاحب توجہ کریں تم کو کیا۔ بہ دستور جی لگا کر پڑھے جاؤ۔ جب خدا وہ دن کرے گا کہ انٹرنس پاس کروگے تو دیکھا جائے گا بشیر۔ تمھی پڑھنے سے دل برداشتہ تھے۔ تمھی نے کالج کو کوس کوس کر کھو دیا . . . کو زیادہ تر لکھنے پڑھنے نے اور کسی قدر تمھاری مدارت بالمساوات[3] نے تباہ کیا۔ وہ نہیں معلوم کیا امیدیں لے کر آیا تھا اور تم نے سو کا اثر کھایا کیوں کر رہے۔ اے کاش یہی ہوتا کہ وہ میرے کام کا ہوتا۔ وہ کم بخت تو کچہری کے کام کا بھی نہیں پس کم رجعہ

[1] ڈاڑھی مونچھ [2] کالج کی جماعتیں [3] برابری کے ساتھ معاملہ کرنا۔

کچہری کرنے دو یعنی چھوڑ دو کہ اپنی حالہ سابقہ پر عود کرے۔
شاید میں تم کو لکھ چکا ہوں لیکن خیال آتا ہے کہ نہیں لکھا۔ نواب سرسالار جنگ بہادر نے
منظور فرمایا کہ میری انگریزی نوکری وہاں کی خدمت میں مجرا ہو کر محسوب ہو کر پنشن دی جائے۔
۶ مارچ ۱۸۷۷ء

خط ۶۱

تم کو میرے خط نہ بھیجنے سے حیرت ہوگی اور خود مجھ کو بھی اپنی یہ ادا پسند نہیں ہوئی
لیکن حال یہ ہے کہ اب تک میں اطمینان سے نہیں بیٹھا اور ابھی شاید مہینوں میری یہی
حالت رہے۔ اگر تم کو میرے حالات کا دریافت کرنا ضرور ہو تو مولوی .... سے
مراسلہ پڑھالو۔

جہاں اب ہوں حقیقت میں ایک نئی دنیا ہے یعنی حیدرآباد میں ۲۷ - اپریل
کو پونہچ گیا تھا۔ دو مرتبہ ہز اکسلنسی نواب سرسالار جنگ بہادر سے ملا۔ مدار المہام
اور مختار الملک اور نواب صاحب اور سرکار عبارت ہے نواب سرسالار جنگ بہادر سے
اور حضور اور بندگان عالی حضور نظام سے۔ میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہاں کے ساز و سامان
اور توزک و احتشام دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ دلی اور لکھنؤ میں اس کا عشر عشیر بھی نہ ہوگا
شہر میں جا کر دیکھو تو مارے ہجوم کے تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں اور پھر ہجوم بھی قلی مزدوروں
بھیک مانگنے والوں کا نہیں بلکہ نوابوں اور سرکاروں کا جن کی اردلی میں پلٹنیں اور رسالے
اور ہاتھی دوڑتے ہیں سرکار کے محلوں میں جا کر میں ہکا بکا[۱] سا ہو جاتا ہوں اور یہ تمول اس
حالت میں ہے کہ عمل داری میں اچھا انتظام نہیں۔ شاید قریب نصف عین[۲] الملال سرکار نمک
حرام نوکر خورد برد کرتے ہیں۔ اور اگر خدا نوکروں کو توفیق خیر خواہی دے تو یہ ملک جائے

[۱] خطاب عزت جو بڑے بڑے امرا نوابوں اور جاگیرداروں کو ہوتا ہے جیسے ہماری زبان میں معلی القاب وغیرہ
[۲] مولوی نذیر احمد صاحب بگڑے ہوئے دقتوں کی بات کہتے ہیں ورنہ لکھنؤ بھی حیدرآباد کا مدمقابل تھا
بلکہ حیدرآباد سے بہت بڑھا ہوا اور دلی تو دار السلطنت تھا اس سے حیدرآباد کو کیا نسبت ۶ چہ نسبت خاک را با
عالم پاک ۷ حیران ہیں اصل خزانہ۔

خود دودھ کا چوگنا ہی۔ اور زمین بعض اطراف میں بلامبالغہ تین سو روپئے بیگھ تک کی موجود ہی۔ نوکروں کی شوخ چشمی کی وجہ یہ ہی کہ موقوفی کا دستور نہیں۔ جرمانہ کرنے کا قاعدہ نہیں۔ سرکار نے مجھ کو یکم اپریل یعنی روز روانگی اعظم گڑھ سے الی اللعہ کے حساب سے تنخواہ دی جس میں ہزار روپیہ تنخواہ ہی اور بااللعہ بھتہ دوامی۔ دہلی سے حیدرآباد تک میرا اول درجے کا اور میرے دو ساتھیوں کا سوم درجے کا کرایہ ریل دیا۔ پھر مولوی ... اور منشی ... دونوں کو روز وصول حیدرآباد سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو کا نوکر رکھ لیا اور میری ماتحتی میں مامور فرمایا اور غالب ہی کہ تیس تیس روپیہ اُن کو بھی بھتہ ملے۔ ابھی میں نے کام پر تسلط نہیں پایا بلکہ بہ ایمائے سرکار عالی دورے پر ہوں اور جب تک موسم اجازت دے دورے میں رہوں گا۔ گرمی تو یہاں ہی مگر نہ وہاں کی سی۔ خیمہ اگرچہ دھوپ میں ہی مگر وہ تپش نہیں کہ آدمی بے چین ہو جائے۔ موسم یہاں معتدل سے رہتے ہیں جاڑے میں لحاف کی ضرورت نہیں۔ گرانی ہی اور بہ وجہ خشک سالی ان دنوں اور زیادہ ہی لیکن لوگ ایسے خوش حال ہیں کہ کبھی کوئی گرانی کا نام بھی نہیں لیتا۔ جس خدمت پر میں ہوں بڑی معزز ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی نَعْمَائِہٖ وَ اٰلَائِہٖ۔

اگر میں کثرت سے خط نہیں بھیج سکتا تو من وجہ معذور ہوں۔ دیار اجنبی میں ہوں دن بھر کوئی نہ کوئی نئی بات سیکھتا ہوں۔ یہاں کی زبانیں جو مفصلات میں بولی جاتی ہیں مرہٹی، تلنگی، کنڑی، اردو ہی ہیں۔ جن کا ایک لفظ میں نہیں سمجھتا۔ لیکن تم مجھ کو بہ دستور ہفتے میں دو خط لکھا کرو تاکہ مجھ کو جواب دینے پر برانگیختہ کرتے رہو۔ جلدی سے انٹرنس پاس کرو۔ ان شاء اللہ اس سرکار میں تمھارے لیئے بہت کچھ ہو جائے گا۔ اور اب میں تمھارا دہلی میں زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اس دورے میں مدراس جانے والا ہوں فقط۔ ۲۵۔ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ ہجری۔

خط ۶۲

مرد خدا۔ تم ایسے سمجھ دار آدمی ہو کر ایک مہینے کی تعطیل کے متحمل نہیں ہو سکتے

لہ خدا کی ستایش اُس کی نعمتوں اور احسانوں پر ۔ لہ کسی قدر ۔ لہ ان جان ملک۔

اور گھبراتے ہو اس سے تمہارے شوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تم نے ذہن نشین کر لیا ہے کہ پڑھنا صرف نوکری کے لیے ہے اور نوکری بخت و اتفاق پر منحصر۔ جو آدمی ایسے مقدمات اپنے دل میں رکھتا ہو ضرور یہی نتیجہ نکالے گا جو تم نے نکالا کہ زیادہ ضرور نہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جو پڑھنے کو تکمیل نفس اور حصول امتیاز کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور معاش میں جو تائید پونہچے وہ ایک منفعۃ ضمنی ہے۔ وہ لوگ تحصیل علوم سے کبھی ملول نہیں ہو سکتے۔ بہرکیف سمجھانا بھی ایک عمر تک ہوتا ہے اور میرے نزدیک تم نے اُس عمر سے تجاوز کیا۔ تم نفع و نقصان میں تفرقہ کرنے پر قادر ہو مگر تیں اتنا تو کہوں گا کہ تم اپنی وحشتہ کا علاج کرو۔ سوسائٹی میں جا کر اخبار دیکھو پچھلا پڑھا ہوا یاد کر لو۔ یعنی چاہو تو ایسے مشاغل اپنے اوپر لازم کر سکتے ہو کہ وقت بافراغت ہو۔ میں عنقریب بلدہ یعنی حیدرآباد جاؤں گا۔ چند روز کی بات ہے کہ مولوی مہدی علی صاحب نے نواب صاحب کے اشارے سے مجھ کو لکھا کہ سمت یعنی قسمتہ شرقی کی صدر تعلقہ داری یعنی کمشنری تمہارے لیے تجویز ہوئی ہے اور فوراً تنخواہ بارہ سو کر دی جائے گی۔ بعتہ علاوہ اور اس قسمتہ کا بندوبست بھی تم سے متعلق رہے گا۔ میں نے ابھی اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ اس سلطنتہ میں بہ اعتبار اختیارات و حکومتہ صدر تعلقہ داری کا عہدہ نہایۃ عمدہ ہے۔ جو نسبتہ مدار المہام کو تمام ریاستہ سے ہے وہی نسبتہ صدر تعلقہ دار کو اپنی قسمتہ سے ہوتی ہے یعنی جیسی جامعیتہ مدار المہام میں ہے ویسی ہی صدر تعلقہ داری میں بھی ہے مگر محدود بہ قسمتہ پس جتنے صیغے مال عدالتہ تعلیمات تعمیرات۔ وغیرہ کے ہیں۔ صدر تعلقہ دار کل صیغوں میں حاکم اکبر ہے۔ لیکن وہ مدار المہام اور صدر المہام اور سب کے معتمدین کا ماتحت ہے۔ یوں سمجھو کہ صدر تعلقہ دار بمنزلہ کمشنر ڈویژن کے ہے جو بورڈ اور گورنمنٹ کا تابع ہوتا ہے اور بندوبست کی نوکری مع انضمام حکومتہ سمت چلنے والی نہیں اس نظر سے میرا ارادہ ہے کہ صدر تعلقہ داری منظور کر لوں۔ سردست تنخواہ بھی زیادہ ہو جائے گی۔ اور اضافۃ بندوبست بھی باقی ہے لیکن اس کا فیصلہ میں نے مراجعتہ بلدہ پر ملتوی رکھا ہے۔ نواب صاحب نے میری ایک پورٹ کو پسند فرمایا اس پر یہ تجویز ظاہر ہوئی۔

لہ اجزائے دلیل یہ منطق کی اصطلاح ہے۔ مطلب منصوبے سے یعنی جو شخص ایسے منصوبے گانٹھتا ہو۔

. . . اور مولوی . . . یہاں آنے میں عجلت نہ کریں۔ میں اُن کی فکر سے غافل نہیں ہوں
مگر دیر آید درست آید۔ پھر یہاں شاہی کارخانے ہیں۔ آدمی کو جگہ نہیں ملتی۔ یہ بھی ایک امر
من جانب اللہ تھا کہ مجھ کو بے درخواست طلب فرمایا ورنہ ڈپٹی کلکٹر اور صدر الصدوروں
کی عرائض پر یہاں کوئی ملتفت بھی نہیں ہوتا فقط۔ ۷ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۹۴ھ مقام نلگنڈہ

خط ۶۳

یہ کیا غضب ہے کہ تم میرے خطوط نہ پہنچنے کے شاکی ہو در حالیکہ میں نے . . .
کو دو خط لکھے (اور واقعی لکھے) تو تم سمجھ سکتے ہو کہ میں نے تم کو کتنے خط لکھے ہوں گے
جہاں تک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں نے چھ سات خط سے کم نہیں لکھے۔ تم سے بڑھ کر
بھی دنیا میں مجھ کو کسی سے تعلق ہے بالخصوص جب دستر خوان پر بیٹھتا ہوں تم سب لوگ ضرور
یاد آتے ہو یہ بدانتظامی جو خطوط کے پہنچنے میں واقع ہوئی کچھ تو اس وجہ سے ہے کہ ایک
عملداری سے دوسری عملداری میں خط کا جانا ہمیشہ خالی از خطرِ تلف نہیں دوسرے
مجھ کو خود کسی مقام پر قرار نہیں۔

میں نہیں جانتا کہ تم کو میرے حالات کہاں تک معلوم ہیں اس واسطے مجھ کو اپنی رام
کہانی پھر دُہرانی پڑی۔ میں حیدرآباد میں پہنچ کر شاید صرف ایک ہفتہ مقیم رہا۔ اس اثنا
میں دو مرتبہ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ارشاد ہوا کہ سِیرُوا فِی الارض اور خود میں
بھی ناواقفیت کی وجہ سے گھبراتا تھا۔ غرض حیدرآباد میں جلسۂ خطبی[1] کر کے دورے کو نکل کھڑا
ہوا گویا سفرِ دہلی کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا۔ حکم تو یہ تھا کہ ناگر کرنول اور نلگنڈہ دو ضلع ملک
تلنگانہ کے دیکھ آؤ لیکن جب میں ضلع ناگر کرنول کے صدر مقام محبوب نگر میں پہنچا تو
ایک انگریزی ضلع کرنول قریب تھا بے اختیار جی چاہا کہ جا کر وہاں کا طرز انتظام بھی دیکھوں
چنانچہ اکیلا کرنول چلا گیا۔ ایک ہفتہ وہاں تھا۔ پھر ناگر کرنول آ گیا اور دورے کی کل چلنی
شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ آخر کار نلگنڈہ پہنچا۔ اس دورے میں مجھ کو یہ بھی حکم تھا کہ کل
دفاتر کی تنقیح کروں[2]۔ جو کچھ دیکھتا تھا اُس کی کیفیت سرکار میں بھیجتا۔ خدا کی قدرت اُن کیفیتوں نے

---

[1] دو خطبوں کے بیچ میں خطبہ خواں ذرا کی ذرا یوں ہی سا بیٹھ جاتا ہے اسی کو جلسۂ خطبی کہتے ہیں۔ [2] جانچ پڑتال

نواب صاحب کے دل پر بڑا عمدہ اثر کیا اور سرکار نے سمجھا کہ یہ کام کا آدمی ہے۔ یہ صرف خدا کی مہربانی تھی کہ ایک تازہ وارد۔ راہ و رسم ملک سے بے۔ زبان سے ناآشنا۔ دستور و رواج سے ناواقف آتے کے ساتھ معقول رائے دینے لگا۔ اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہاں فارسی دفتر ہے اور میں نے ساری عمر کبھی فارسی نہیں لکھی۔ مجھ کو تو فارسی کی تحریر ایک اجنبی بات معلوم ہوئی لیکن چار و ناچار لکھنی پڑی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے کچھ ایسی بن پڑی کہ تمام حیدرآباد میں غل مچ گیا اور لوگ لوہا مان گئے۔ غرض میں تو دورے میں تھا اور خدا کا فضل میرے واسطے صدر حیدرآباد میں یہ سامان جمع کر رہا تھا۔ دفعتہً حکم پہنچا کہ سرکار کو تم سے کچھ کہنا ہے فوراً چلے آؤ۔ میں تو گھبرایا کہ الٰہی کیا ماجرا ہے۔ یہاں آکر دیکھا تو نواب صاحب کو اپنا کلمہ پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے دورے سے یہ رائے لکھی تھی کہ اس ملک کی حالت بندوبست کے لائق نہیں۔ اول تو ملنگانہ ویران بہت ہے۔ لاکھوں بیگھہ بنجر پڑا ہے آدمی نہیں کہ اس کو جوتے۔ علاوہ اس کے بندوبست کے لیے وقت اور روپیہ بہت درکار ہے ایک ضلع کے لیے سات برس کم سے کم چاہییں اور اسی طرح کم سے کم پندرہ لاکھ روپیہ اور سرکار نظام میں اتنی سکت نہیں کہ اتنے بڑے مصارف کی متحمل ہو سکے بس میرے نزدیک سرسری بندوبست نظری داروی پیمائش کر کے کاشتکاروں کے ساتھ دہ سالہ قول کر دیا جائے یہ رائے نواب صاحب کے دل میں کھب گئی اور زیادہ اثر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ناظم بندوبست ہو کر میں نے ایسی رائے دی جو میرے مطلب کے خلاف تھی۔ مگر میرا اس میں نقصان کیا تھا؟ مجھ سے معاہدہ ہو چکا ہے کہ بندوبست ہو یا نہ ہو میری تنخواہ مجھ کو ملا کرے گی۔ اور اگر میرا نقصان بھی ہوتا تاہم غلط رائے کا دینا داخل بددیانتی تھا۔ مولوی مہدی علی صاحب کو اس رائے سے اتفاق نہیں لیکن میں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ جیسا بندوبست مولوی صاحب کے ذہن میں ہے وہ کبھی چلنے والا نہیں یہاں شخصی حکومت ہے اور جتنا کچھ نظم و نسق ہے نواب صاحب کی ذات تک ہے۔ خدا اُن کو عمر نوح عطا کرے اور مولوی صاحب اس پر نظر نہیں کرتے۔ حاصل کلام یہ کہ نظامتہ بندوبست سے تو میرا دل دورے میں کھٹکتا ہوا اور میں حیران تھا کہ یہاں کیسا بندوبست اور کیا اس کا انجام

میں نے عہدہ داران اضلاع کی بے ضابطگیاں بہت پکڑی ہیں اور نواب صاحب کو صاف صاف لکھ دیا کہ مفصلات میں سخت خرابی ہے ان سب باتوں کے انضمام سے نواب صاحب کے دل میں میری نسبتہ صدر تعلقہ دار کر دینے کا خیال پیدا ہوا۔

یہاں کے انتظام کی کیفیت یہ ہے کہ نواب صاحب کو تم بہ منزلہ گورنر سمجھو۔ اگرچہ نواب صاحب یقیناً ہم رتبہ گورنر جنرل ہیں اور جب ولایت تشریف لے گئے تھے تو مراتب شاہانہ اُن کے ساتھ برتے گئے اور اس میں تو ذرا بھی شبہہ نہیں کہ من حیث الاختیارات[1] بادشاہ دکن ہیں نواب صاحب مدار المہام ہیں اور اُن کے نیچے چار صدر المہام۔ صدر المہام مال گزاری جیسے تمھارے یہاں بورڈ آف ریونیو اور صدر المہام کوتوالی یعنی انسپکٹر جنرل پولیس اور صدر المہام عدالت یعنی ہائی کورٹ اور صدر المہام متفرقات یعنی تعلیمات طبابت ڈاک۔ تعمیرات۔ صفائی وغیرہ۔

چوں کہ میں صیغۂ مال کا ملازم ہوں مجھ کو مدار المہام اور صدر مدار المہام سے تعلق ہے۔ ہمارے صدر المہام مال گزاری نواب مکرم الدولہ بہادر ہیں نواب صاحب ادام اللہ دولتہ کے بھانجے اور داماد۔ مولوی مہدی علی صاحب نواب صاحب کے معتمد علاقۂ مال گزاری ہیں۔ یعنی ریونیو سکرٹری۔ اور دستور رتن جی پارسی معتمد صدر المہام مال گزاری یعنی سکرٹری ٹو دی بورڈ آف ریونیو۔ صدر المہام مال گزاری کے تحت میں پانچ سمتیں یعنی پانچ قسمتیں ہیں۔ شمالی۔ شرقی۔ جنوبی۔ شمالی غربی۔ غربی لیکن صدر المہام مال گزاری صرف مال کے حاکم ہیں۔ اور صدر تعلقہ دار اپنی سمت میں کل محکموں کا حاکم ہیں۔

نواب صاحب نے مجھ کو بلا کر فرمایا کہ بندوبست کی نسبتہ تو تمھاری رائے انتظام حال کے خلاف ہے اور میں تمھاری رائے کے ساتھ متفق ہوں۔ پھر سوائے اس کے کہ تم صدر تعلقہ داری کرو اور کوئی عہدہ تمھارے لائق نہیں۔ میں نے عذر کیا کہ بندوبست ایک محدود اور منفرد کام ہے اور اُس کی نگرانی چنداں دشوار نہیں لیکن صدر تعلقہ داری میں بڑی

---

[1] اختیارات کے اعتبار سے۔

جواب وہی اور ذمہ داری ہے۔ اگر میں اس کو اختیار کرلوں تو علاوہ محنت کے چار صدر المہاموں کی ماتحتی ایک عذاب ہے۔ میں اس خدمت سے معاف رکھا جاؤں میں اسی خدمت کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن نواب صاحب نے بہت اصرار کیا اور خاص مہربانی سے دو سو کا اضافہ بھی منظور فرمایا۔ اس پر بھی میں نے انکار کیا تو فرمایا کہ بارہ سو سے زیادہ تو ہمارے یہاں دستور نہیں۔ اگر تم کو زیادہ دوں سب صدر تعلقدار فریاد کرنے لگیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ میں تمھاری خاطر سے صدر مددگار مال ایک نیا عہدہ چار سو کا منظور کرلوں اس پر تم اپنے کسی عزیز کو رکھ لو۔ جب یہاں تک نوبت پہونچی تو میں نے زیادہ اصرار کرنا سوء ادب سمجھ کر قبول کرلیا۔ مگر اس طرح پر کہ میرا اصلی عہدہ نظامت بندوبست باقی رہے اور ناظم بندوبست اور منصرم صدر تعلقدار لکھا جاؤں۔ اس میں یہ مصلحت مضمر تھی کہ ناظم بندوبست کا بقیہ مالالعدہ بھی مجھے ملے گا۔ الغرض وہ وعدہ تکمیل تنخواہ جو تین برس میں پورا ہونا چاہیئے تھا خدا کے فضل و کرم سے اس قدر جلد پورا ہوگیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ جب مجھ کو مددگار کی اجازۃ ملی تو میرا خیال کئی طرف دوڑا آخر بدیں نظر کہ دیر کرنے میں قباحتیں ہیں مولوی ... کو نامزد کردیا اور مولوی ... کی جگہ ... کو۔

ہمارے نواب صاحب اس طرح کے سخی اور سیر چشم آدمی ہیں کہ جو مانگو سو لو مثل اکثر دوسرے ہندوستانی رئیسوں کے احمق ولایعقل نہیں ہیں۔ اپنے وقت کا یہ شخص ارسطو و افلاطون ہے۔ کریم النفسی اور مروۃ اس درجے کی ہے کہ لا اور نہیں اور تو مونہ سے نہیں نکلتا۔

بشیر۔ یہ بڑا عمدہ اصول ہے مَن لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ[1]۔ تم نواب صاحب کے احسانوں پر نظر کرو۔ رقم روانگی اعظم گڑھ سے مجھے تنخواہ دی۔ کرایہ ریل مع ہمراہیان دیا۔ دورے میں فیل خانہ خاص سے ایک ہاتھی سرکاری طور پر ساتھ کر دیا۔ منشی ... مولوی ... ... کو نوکر رکھ لیا۔ میری ترقی کر دی۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا[2]

[1] جس نے آدمی کی شکر گزاری نہیں کی اس نے خدا کی شکر گزاری نہیں کی۔ [2] اور اگر خدا کی نعمتوں کو شمار کرو اس کا ٹھکانا نہ پاسکو۔ آیۃ قرآنی ہے۔

نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

بشیر۔ ایک تمھارے دوست اور تشریف لائے۔ یہ وہ لڑکا ہی جو اعظم گڑھ بھی گیا تھا غالب ہی کہ اُس نے تم سے میرا پتا پایا اور دہلی میں تمھارے پاس رہا یا ٹھیرا۔ اگر تم ایسے نالائق اور بد وضع لڑکوں سے تعارف اور ملاقاۃ رکھتے ہو تو تم بھلے مانس رہ نہیں سکتے۔ بشیر۔ ذرا احتیاط کرو۔ قرآن میں آیا ہیمِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اسی طرح کے آدمیوں پر شیطان کا اطلاق کیا گیا ہی۔

ہرچند تمام دنیا تقدیر کی قابل ہی اور واقعاتِ دنیا پر نظر کی جائے تو چار و ناچار تقدیر کو ماننا پڑتا ہی مگر انتظامِ الٰہی یہ بھی ہی کہ دنیا عالمِ اسباب ہی اور کل آدمی اسباب مہیا کرنے میں لگے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ دنیا میں جو کام یابیاں مجھ کو حاصل ہوئیں یقیناً میری قابلیۃ سے فزوں تر ہیں اور میری سعی کو اُن میں دخل نہیں۔ جب کوئی چیز بے طلب اور بے جستجو دی جائے تو میں کیوں کر اُس کو اپنی سعی کی طرف منسوب کر سکتا ہوں لیکن خدا جانے خوش آمد یا کسی دوسری وجہ سے لوگ یہی کہتے ہیں کہ مجھ کو جو کچھ ہوا اہلیۃ اور استحقاق سے ہوا نہ بخت و اتفاق سے۔ میں نے جو کچھ ابتدائے عمر میں لکھ پڑھ لیا تھا چاہے اُس نے مجھ کو نوکری نہ دلوائی ہو مگر ہر حالۃ میں مجھ کو خوشی تو ضرور پونہچائی ہی میں اقران و امثال میں ممتاز رہا ہوں۔ پس ضرور ہی کہ جس چیز کا نفع میں نے حاصل کیا تم کو بھی اُس کے حاصل کرنے پر آمادہ کروں۔ چنانچہ ہمیشہ تم کو لکھتا رہتا ہوں کہ پڑھو لکھو کمال حاصل کرو مگر تم میرے کہنے کی مطلق پروا نہیں کرتے حالانکہ تمھارے کمال کا نفع تمھی کو پونہچے گا نہ مجھ کو

برسات یہاں اب کی بار بھی کم رہی۔ مفصلات میں بعض مقامات پر چار سیر کی نوبۃ پونہچ گئی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا بِتَقْلِیْلِ رِزْقِنَا بِجَاہِ نَبِیِّکَ۔ آمین فقط۔ ٢٠ جمادی الثانیہ ١٢٩٤ھ

خط ۴۶

اب تمھارے مزاج میں ایک کیفیتہ پیدا ہوتی جاتی ہی کہ تم کو نصیحۃ بُری لگتی ہی لیکن نصیحۃ

سلہ پوری آیۃ یوں ہی۔ اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ یعنی جو وسوسہ ڈالتا ہی لوگوں کے سینوں میں جنوں اور آدمیوں میں سے ۔ ٢ـه خدایا اپنے نبی کے طفیل میں ہم پر تقلیل رزق کا عذاب مت کر۔

کرنا میرا اختیار لازمی ہے۔ تمھاری دھمکی سے میں اپنا اختیار چھوڑ نہیں سکتا۔ اگر میری نصیحت تم نہیں مانتے نہ مانو تم جانو لیکن بابِ نصیحت کا مفتوح رہنا تمھارے حق میں اچھا ہے۔

تمھارا آج کا خط تو غضب کی خبریں لایا۔۔۔ کا مرنا سید کے مرنے سے بھی بھاری ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎ ایں ماتم سخت ست کہ گویند جواں مرد۔ جب۔۔۔ اور۔۔۔ کی حالت پر نظر کرتا ہوں تو جی بے چین ہو جاتا ہے۔ خدا اُن کو کسی طرح صبر دے اور ہم غافلوں کو عبرۃ۔ فقط۔ ۵۔ جولائی ۱۸۷۰ء

خط ۶۵

ہمارے یہاں تاریخوں کا بڑا خلطِ مبحث ہے۔ تنخواہ تو فارسی مہینوں کے حساب سے ملتی ہے اُس میں یہ فائدہ سوچا گیا ہے کہ انگریزی مہینوں کی طرح ہر مہینے کے دن مقرر ہیں۔ اختلاف رویۃ سے شمار ایام میں اختلاف واقع نہیں ہوتا۔ انگریزی میں ۳۱ دن کا مہینا بڑا نامبارک سمجھتے تھے۔ یہاں خدا کے فضل ۳۲ دن کا مہینا بھی ہے۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَی النَّبَّاشِ الْاَوَّلِ[1] دوسرے عربی مہینے کہ مراسلت کے کام میں لائے جاتے ہیں اور صدر سے لے کر مفصل تک کل دفتروں میں عربی مہینے مستعمل ہیں۔ تیسرے تمھارے انگریزی کہ بے ان کے نہ تم نہیں سمجھتے اور نہ ریزیڈنسی کے معاملات چلتے ہیں۔ یہاں کا سکہ بھی تمھاری گورنمنٹ کے[2] روپئے سے کم ہے۔ عموماً ۳ روپئہ لگتا ہے مگر بازار کے بھاؤ سے کم و بیش بھی ہوتا رہتا ہے جیسے روپیہ اور پاؤنڈ شلنگ کا ایکسچینج بدلتا رہتا ہے ویسے یہاں حالی[3] اور کمپنی کا نرخ یکساں نہیں رہتا۔

۷ جولائی ۱۸۷۰ء حیدرآباد

خط ۶۶

مجھ کو سرکار سے سمت شمال کی صدر تعلقہ داری کا چارج لینے کا حکم مل چکا کل پرسوں

---

[1] خدا کی رحمت پہلے کفن چور پر۔ یہ عربی کی کہاوت اس طرح پر ہے کہ ایک شخص کفن کھسوٹ تھا اور لوگ اس کے ہاتھ سے نالاں تھے۔ جب وہ مرا تو لوگ بہت خوش ہوئے لیکن اس کے بعد اُس کا بیٹا وہی کام کرنے لگا لیکن یہ پاجی کفن چرا لینے کے علاوہ مردے کی بے حرمتی بھی کرتا تھا جب لوگوں کو معلوم ہوا تو کہا بلا سے پہلا ہی کفن کھسوٹ اچھا تھا خدا اُس پر رحمت کرے۔ [2] حیدرآباد کا سکہ رائج حالی کہلاتا ہے۔ انگریزی سکے کو صورتی یا کلدار کہتے ہیں اور ایک سکہ مروج شگور یا کمپنی ہے حساب آئینی ہے رواج میں نہیں۔

تک ان شاء اللہ پٹن چرو جاتا ہوں جو کہ مستقر مت ہے۔ حیدرآباد سے پٹن چرو نو کوس ہے اور لنگم پلی سٹیشن سے پانچ میل۔

میں تمھارے خطوط سے زیادہ چاہتا ہوں کہ تم ابھی تک بھیجتے رہے ہو یہاں کی ڈاک پیڈ و بیرنگ دونوں نامنتظم ہے۔ سبب کیا کہ جو خط تم بھیجو وہ انگریزی ڈاکخانہ سے ہو کر آتا ہے اور دونوں سرکاروں کی نہیں بلکہ کم بخت ڈاک والوں کی ضد سے خط تلف ہوتے ہیں ہمارے یہاں ڈاک کو ٹپہ کہتے ہیں اور یہاں کے ٹکٹ علاحدہ ہیں۔

تم نے چند روز سے اس کو لازم سا کر لیا ہے کہ خط میں لکھنے پڑھنے کا مطلق تذکرہ نہیں ہوتا تمھارے علمی خطوط سے میری طبیعت شگفتہ ہوتی تھی۔ اب تم کیوں دریغ کرتے ہو۔ اگر تم اس ملک میں آنا چاہو تو فارسیہ کو بڑھاؤ تم کو سبقاً سبقاً شاید پڑھنا ضرور نہ ہوگا مطالعہ کافی ہے اور جس کی طرز مطبوع ہو اُس کی تقلید۔

بیوی صاحب کا خوش رکھنا تمھارے اختیار میں ہے۔ یہ امر تم سے مخفی نہیں ہوگا کہ اُن کی دنیاوی امیدیں تم میں منحصر اور مقصور ہیں۔ فقط۔ ۱۱۔ جولائی ۱۹۲۷ء

خط ۶۷

مولوی ... صاحب کا حال فی الواقع سخت افسوس کے قابل ہے۔ خدا اُن کو صبر دے۔ اگرچہ میں طریقۂ مروجہ ماتم پرسی کو ناپسند کرتا ہوں مگر تمھارے کہنے سے میں نے خط لکھا مشکل ہے کہ مولوی صاحب کسی طرح کی تعزیت[1] سے تسلی پا سکیں مگر بمرور وقت آدمی خود بخود صبر حاصل کرتا ہے گو ایسا صبر عند[2] الشارع نامحمود ہے۔

یہاں قحط شدید کے سامان ہو رہے ہیں برسات ۵۔ جون سے شروع ہوتی ہے سوا مہینا گزر گیا پانی نہیں اور پچھلا برس بالکل خشکی میں گزرا۔ اگر امسال بارش نہیں ہوتی تو ایسی بڑی آفت ہوگی جس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ خلق اللہ سخت پریشان ہے۔ تمھاری ہیں دو سیر اور یہاں چار سیر اوسط نرخ۔ العیاذ[3] باللہ۔

---

[1] تعزیت کا طریقہ مروجہ ہے کہ جو لوگ تعزیت کے لیے آتے ہیں وہ اکثر مردے کا ذکر چھیڑ کر اور اس کی یاد دہانی کرتے ہیں اگرچہ آخر میں تسلی کی باتیں بھی کرتے ہیں مگر یاد دہانی سے رنج تازہ کر دیتے ہیں۔ [2] شارع کے نزدیک۔ [3] خدا پناہ میں رکھے۔

بشیر۔ اب تو ماشاء اللہ تمھاری انگریزی اچھی ہو گئی ہے۔ میرے خط میں جو انگریزی پرچہ
۔۔۔ کے نام کا ملفوف تھا وہ ضرور تمھاری عبارۃ ہوگی۔ بالکل غلطی سے پاک۔ بشیر۔
ذرا عربی ذرا عربی۔ نری انگریزی پڑھ کر آدمی مبہوت ہو جاتا ہے۔ خدا جانے یہ کیا وبال ہے۔
کیوں جی میاں بشیر۔ ان دنوں آپ منقبض کیوں ہیں؟ نہ تو ہم کو کبھی پناکوئی سبق
لکھتے ہو نہ کوئی فرمائش کرتے ہو بندۂ خدا اس قدر جلد کیوں ملول ہو گئے ہم خود دنیا
سے ملول ہیں۔

یہاں آدم صورۃ بہت ہیں مگر آدمی نہیں[1]

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

۲۰۔ رجب ۱۲۹۴ھ۔

خط ۶۸

یہ حال ہے دنیا کی بے ثباتی کا کہ مجھ کو اس ملک میں آئے چوتھا مہینا ہے اور چار شخصوں کی
نعی یعنی خبر مرگ پہونچ چکی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ع کس کس کا رنج کیجیے کس کس کو
روئیے ۔ ۔۔۔ کو خدا جنۃ نصیب کرے تمھاری والدہ کی اُم رضاعی[2] تھیں۔ چھٹ پن
میں بیوی صاحب کو بیٹوں کی طرح پالا اور مجھ کو اُن کی وہ مہربانی جو میرے نکاح
کے بعد کی تھی اب تک یاد ہے۔ اَللّٰھُمَّ تَغَمَّدْھَا بِغُفْرَانِکَ وَ اَسْکِنْھَا اَعْلٰی جِنَانِکَ[3]
۔۔۔ کا مرنا اُن کی بیوی اور اُن کے بچوں کے لحاظ سے بڑی حسرۃ کی بات
ہے۔ افسوس ہے کہ میں ایسے مقام پر ہوں کہ نوٹ نہیں مل سکتے۔ اپنی والدہ سے
کہو کہ حسبۃً للہ بہ قدر مناسب بیوہ اور یتیموں کی دل دہی اور خاطر داری کے طور پر کچھ
خبر گیری کریں کہ موجب ثواب ہے۔
تم نے ہماری سلطنۃ کو اتنا ذلیل کیوں سمجھ لیا ہے۔ وہ جو یہاں ہے وہاں نہیں۔ عزۃ

[1] حیدرآباد کبھی مردم خیز نہیں رہا اور اب ہوا کے اعتبار سے کوئی وجہ نہیں کہ وہاں کے لوگ اہن ہوں گویائی اور قوۃ ادائے مطلب سے تو سارے کا سارا ملک بے نصیب ہے۔ یہ پہلی حالت تھی اب اس میں آسمان زمین کا فرق ہے وہاں کے لوگوں نے اس قدر ترقی کی ہے کہ بے غیر ملکیوں کی ضرورت نہ رہی [2] دودھ پلائی ماں [3] خدایا اُن کو اپنی آمرزش سے ڈھانپ اور اپنی اونچی بہشت میں آباد کر۔

آب رو۔ بیش قرار تنخواہ ہے۔ اور وہ جو وہاں ہے یہاں نہیں۔ قاعدہ قانون۔ اور کامل اطمینان۔ باقی جو وہاں سو یہاں جو یہاں سو وہاں۔ دلّی میں برائے نام ایک بادشاہ ہے تھے جن کو لاکھ روپیہ مہینا پنشن کے طور پر ملتا تھا۔ تم نے اُن کو بھی نہیں دیکھا۔ میں نے یہاں ایک سلطنت دیکھی کہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لاکھ سالانہ کے جاگیر دار ہیں۔ غرض مسلمانوں کی سلطنت کی ایک یادگار ہے۔ خدا اس کو باقی رکھے آمین۔

خشک سالی کی آفت تو امسال عالم گیر سی معلوم ہوتی ہے۔ یہاں ابھی تک پانی نہیں برسا تم سمجھ سکتے ہو کہ قحط مگر کیسا اثر رکھتا ہے۔ لیکن خدا نہ کرے پورا کال پڑے گا تو ایک عذاب ہے۔ نعوذ باللہ[1] من شرور انفسنا و من سیّات اعمالنا۔

میری طرف سے ... کو چلے آنے کی اجازۃ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُن کو یہاں کے ڈیڑھ سو پسند ہیں جب کہ اُن کو کارپیمائش کی نگرانی کر لی ہوگی یا وہاں کے ساٹھ روپے کہ راجہ کی مصاحبت اور ہم نشینی ہے۔ ع ہر کسے مصلحتِ خویش نکومی داند۔ اگر آنا ہو تو مجھ پر رائے دینے کا بار مت ڈالو۔ عواقب الامور[2] و مستقبلات کا علم خدا کو ہے عسیٰ[3] اَن تکرھوا شیئاً وّھو خیرٌ لکم وعسیٰ اَن تحبّوا شیئاً وّ ھو شرٌّ لکم واللّٰہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ خلاصہ یہ کہ میرے طلب و تقاضے سے نہیں بلکہ اپنے ارادے سے آئیں۔ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مجھ کو اپنی جان کی طرح عزیز ہیں۔ اگر آئے تو اُن کے لیے سعی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھوں گا۔ فقط۔ ۱۳۔ اگست ۱۸۷۷ء

خط ۶۹

تم نے کسی سے سن لیا ہوگا کہ یہاں پانی برسا۔ ہم لوگ تو مینہ کو ترس گئے۔ چار سیر کا نرخ ہے جس کو میں نے تی[4] عمری دیکھنا تو کیسا سنا بھی نہ تھا۔ اور یہ نرخ بھی وبا[5] انحطاط غرض برسات کا قوام تو اس مرتبہ دنیا میں غضب بگڑا ہے۔ خدا خیر کرے۔ بلتھاری میں

---

[1] اے ہم خدا سے اپنے دلوں کی بدیوں اور کرتوتوں کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں [2] انجام کار امور آیندہ [3] شاید ایک چیز تم کو بری لگا اور وہ تمھارے لیے بھلی ہو اور شاید ایک چیز تم کو بھلی معلوم ہو اور وہ تمھارے حق میں بری ہو اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے [4] اپنی عمر میں [5] تنزل۔ کمی۔

دو سہرکا رُخ تھا۔ خدا جانے اب کیا حال ہو۔ پانی اگر ہو تو سنٹرل پراونسز یعنی مضافات چیف کمشنری جبل پور میں۔ اس سے اترتا ہوا بھی ہیں۔ لیکن دو چار جگہ پانی ہوا بھی تو کیا ایک عالم کی پیاس کو بجھا سکتا ہو۔

ہمارے یہاں کی نئی خبر یہ ہو کہ . . . خاں بے طلب از خود بہ طور کلکسپ ہیش ونوکران کورنمک آیا ہو۔ تم کو کمرے کی کیا فکر گوشت خرو ندان سگ تم اپنی مراسلۃ مولوی . . . اور . . . سے کیوں نہیں جاری کرتے۔ معلوم ہوتا ہو کہ یہ لوگ کبھی خط نہیں لکھتے البتہ محبتہ دوا نہیں کہ زبردستی کسی کے حلق میں اتار دی جائے۔

میں تم سب کو اب تک کبھی کا بلا چکا ہوتا۔ لیکن موسم کی حالت بہت نازک ہو اور یہاں کے کال وہاں کے سے کال نہیں ہیں۔ عرب۔ سکھ۔ روہیلے۔ راجپوت۔ حبشی۔ سندھی پیادے۔ سوار نہیں معلوم کتنے ہزار ہیں اور سب بہ جائے خود خودسر۔ اس کے علاوہ ملک اتنا وسیع کہ ہیری سمت کا طول ڈیڑھ سو کوس اور تمام جنگل اور پہاڑ اور ندی اور نالے اور آب و ہوا اکثر مقامات کی ردی۔ دورہ سال میں آٹھ مہینے ان سب باتوں پر نظر کرکے ہمتہ قصور کرتی ہو۔ ایک کال ٹل جائے تو خیر دوسرے امور چنداں مانع نہیں۔

ہرچند ابھی کوئی گزند محسوس نہیں ہوا لیکن اتنا تو ہو کہ طبیعۃ خوب چاق وچست نہیں رہتی اور خدا جانے کیا بلا ہو کہ یہاں کے لوگوں میں نہ قوۃ آخذہ ہو اور نہ انتقال ذہنی اور جس بات کو سمجھ بھی جاتے ہیں تو ناطقہ نہیں کہ ادائے مطلب کرسکیں۔ ہندوستانی بھی ایک مدت کے بعد ڈل (سست) ہو جاتے ہیں۔ جب دو وقت آئے گا تو بشیر تم مجھ کو خوب چھیڑا کروگے۔ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔ میاں بشیر برائے خدا ہمتہ کرو اور اپنی دنیا کو آپ سنبھالو اب میری طبیعۃ پہلوتہی کرتی ہو اور جان بھی چرانے لگی ہو کسی کا کیا اچھا شعر ہو ؎

سَئِمْتُ تَكَالِيفَ الْحَيَاةِ وَمَنْ يَعِشْ ۔ ثَمَانِينَ حَوْلًا (لَا أَبَا لَكَ) يَسْأَمِ۔ ۱۱ شعبان ۱۲۹۲ھ

لے میں زندگی کی تکلیفوں سے تنگ آگیا اور اسی برس جو جیسے تنگ آیا ہی چاہے۔ تمہیں خدا یکی دے۔

خط ۷

آج میں یہ خط بہت ہی افسردہ حالت میں لکھتا ہوں۔ افسردگی کا بڑا باعث قحط ہے۔ اس گھڑی تک ایک بوند پانی نہیں۔ پونے چار سیر کی نوبت پہنچی اور مصیبت یہ کہ اس نرخ کو بھی ثبات نہیں۔ فصل خریف جس کو یہاں یوناس اور آبی کہتے ہیں گئی گذری ہوئی اور فصل ربیع کا ہفتے عشرے میں فیصلہ ہے۔ یہاں ملک تلنگانہ کی پیداوار تالابوں کی معموری پر منحصر ہے اور غضب ہے کہ تمام تالاب سوکھے پڑے ہیں۔ خزانہ خالی۔ آمد مسدود۔ خرچ آمدنی سے زیادہ۔ اعتبار مفقود۔ خیر ہے کہ کیا ہوتا ہے۔ آج ایک معتبر بلدہ یعنی حیدرآباد سے خبر لایا کہ نواب صاحب سخت پریشان ہیں ایک لمحہ اُن کو قرار نہیں۔ خدا خیر کرے۔

ایک اندرونی مفسدہ یہ ہے کہ نواب وقارالامرا بہادر شریک مدارالمہام ہونے والے ہیں اور نواب مختارالملک و وقارالامرا میں موافقت نہیں۔ سنا کہ نواب صاحب دیوانی سے مستعفی ہونے والے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو ہم لوگوں کے حصے کی قیامت آچکی کیوں کہ ہم سب لوگ وابستۂ دامانِ دولت نواب صاحب ہیں۔ غرض یہ ہندوستانی ریاستوں کے جھگڑے ہیں ... کے خط سے معلوم ہوا کہ ... اور ... روانہ ہوئے اور سولوی ... بھی آنے والے ہیں۔ ہرچند ایسے وقت نازک میں کسی کا آنا بھی مصلحت نہیں مگر خیر اپنے عزیز دعویٰ قرابت سے بے پوچھے چلے آئیں تو مضائقہ نہیں زید عمرو بکر کو میں کہاں تک سنبھال سکتا ہوں۔ یہ تمام بلا کم بخت ... خاں کی لائی ہوئی ہے ع اے صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

زیادہ تکلیف دہ بات جو تم نے لکھی یہ ہے کہ بگھی لینے کے واسطے روپیے کی کمی کا عذر کرتے ہو۔ اولاً تو میں نے تم سے نہیں کہا کہ اپنی مقررہ تنخواہ سے بگھی اور گھوڑا لو اور پھر اتنی خدمت گذاریوں اور توسیع نفقہ پر تمھاری شکایت سوائے اس کے کہ آب و ہوائے دہلی کا اثر کہوں اور کیا سمجھ سکتا ہوں کچھ تو میری عمر و حالت نے میرے تعلقات کو ضعیف کردیا ہے اور کچھ تم لوگوں کی ایسی جگر خراش باتیں مجھ کو بے دل کرتی جاتی ہیں میرا اس میں بھی فائدہ ہے۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ دنیا سے ملول اور بے دل اٹھ جاؤں

تم کبھی گھوڑا ٹھیرا ؤ اور میں روپیہ نہ دوں تب ہی الزام دنیا سے

توانم آں کہ نیازارم اندرونِ کسے ... حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست

تم نے مدرسے کے ایک لڑکے کا حال لکھا۔ بڑی عبرۃ کا مقام ہے۔ تُف ہے اُس کم بخت کے اوّل ہونے پر جس کی حرکتیں یہ ہوں۔ خبردار ایسے لڑکوں سے میل جول مت رکھو سے

دور شو از اختلاط یار بد ... یار بد بدتر بود از مار بد

مارِ بد تنہا ہمیں بر جاں زند ... یار بد بر جان و بر ایمان زند

صُحبتِ صالح تُرا صالح کند ... صُحبتِ طالح تُرا طالح کند

خط ۱۷

مجھ کو اس کے سننے سے بہت بہت خوشی ہوئی کہ تم سب مضامین میں پاس ہوئے لیکن اور بھی زیادہ خوشی ہوتی اگر تم اوّل یا دوم رہ کر پاس ہوتے۔ ابھی تمھارے امتحان بازیچۂ طفلاں ہیں۔ اُس امتحان کے لیے آمادہ رہو جس کے ساتھ عزۃ و نام وری وابستہ ہے یعنی یونیورسٹی کی ڈگری۔

ابھی تک میرے سفر و حضر کا ٹھکانا نہیں۔ میں اپنے نفر ... کوئی اخبار نہیں لیتا لیکن گراں وارزاں پر کیا نظر کرتے ہو۔ مطالعہ اخبار نہایت نافع چیز ہے۔ میں تم کو اجازۃ دیتا ہوں کہ کوئی اچھا سا اخبار لینا شروع کرو۔ اس کو تم اور تمھارے اُستاد مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کون سا اخبار بہتر ہے۔ تم کو زیادہ تر عمدگی عبارۃ اور مضامین علمی کی خوبی پر نظر رکھنی چاہیے اور شاید ڈیلی[1] مناسب نہیں۔ بائی[2] ویکلی یا ویکلی[3] لو تاکہ بالاستیعاب اور بالالتزام پڑھ بھی سکو۔ سستے اخبار پر نظر ہے تو ہندو پیٹریٹ سے بہتر نہیں مگر وہ پھر بھی ہندوستانی ہے ایسا اخبار لو جس کا اڈیٹر ولایتی زا ہو۔

میں عن قریب مدراس اور میسور جانے والا ہوں تاکہ وہاں کے طریقۂ بندوبست سے آگہی پیدا کر دوں۔ نواب صاحب نے رزیڈنٹ سے رکمنڈیٹری[4] چٹھیاں منگوا دی ہیں

[1] روزانہ [2] جو ہفتے میں دو بار نکلتا ہو۔ [3] ہفتہ وار [4] تقریبی۔ سفارشی۔

تم نے کوئی ہندوستانی سرکار دیکھی نہیں اور تم یہاں کا طرزِ انتظام سمجھ نہیں سکتے۔
یہاں آسمان پر چڑھ جانا اور تحت الثریٰ میں گر جانا ایک بات ہے۔ جو لوگ کہ نوکر ہو گئے ہیں،
ان میں سے کسی کو نوکر نہیں سمجھنا۔ ہر ملک کے بگڑے ہزاروں بڑے بڑے لائق برسوں سے
پڑے جھک مارتے پھرتے ہیں کوئی پرسان حال نہیں اور چوں کہ یہ ایک بہت بڑی
ریاست ہے خلق خدا ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑی ہے یہاں کی کل فرمائے قیامت ہے وعدہ
اور حکم کوئی چیز نہیں۔ یہ بھی نواب صاحب کی قدردانی اور مولوی مہدی علی صاحب
کی مہربانی تھی اور فی الاصل مجھ پر احسان کرنا منظور تھا کہ میرے عزیزوں کو عہدوں پر
نام زد کر دیا ورنہ یہاں کون پوچھتا تھا۔ فقط ۱۹۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء

خط ۲۷

جناب . . . کی خدمت میں آداب کے بعد
میاں . . . نے اپنا مزاج ابھی تک مطلق درست نہیں کیا ہے سب ہمیشہ لڑتے
جھگڑتے اور مجھ کو بدنام کرتے۔ ان نالائق اور کمینہ لڑائیوں کی خبریں تمام مشہور رہتی ہیں
جس کے سننے سے مجھ کو سخت ایذا ہوتی ہے۔ تنخواہ اُن کی ابھی تک واقعی نہیں ملی اور
یہاں نوابی کارخانے ایسے ہی ڈھیلے اور سست ہیں اور کیسی نوکری اور کس کی
تنخواہ نواب صاحب کی بندہ نوازیاں ہیں ورنہ ان لوگوں کو احدیوں[۱] کی طرح پڑے
رہنے کے سوائے کچھ کام نہیں۔ میں نے جو کچھ روپیہ بھجوایا میری تنخواہ کا تھا انگریزی
تنخواہ اب تک ایک کوڑی وصول نہیں ہوئی۔ ہر کام میں دیر ہر معاملہ میں توقف
یہاں کا دستور ہے۔
مولوی . . . نے اپنے والد کو بھی کچھ روپیہ بھیجا ہے ع پیرے کہ دم ز عشق زند بس
غنیمت است۔ بیٹے کی نوکری پر نازاں ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ آج ہے کل نہیں مطلق
بے اعتبار و بے ثبات۔ ایسا نہ ہو کہ مولوی . . کی اتنی بڑی نوکری سن کر والد

---

[۱] زیر زمین ۔ بادشاہی وقتوں میں جو لوگ نکمے پڑے تنخواہ پاتے تھے احدی کہلاتے تھے۔

بزرگ وار پاؤں پھیلائیں۔ انھوں نے لہٰذا التبابُ یَعُود۔ کسی کتاب میں دیکھ لیا ہے
استغفر اللہ و نعوذ باللہ۔ ۱۸۷۶ء

خط ۳۰

بیوی صاحب کو سلام کے بعد۔

میں نے رخصت کی درخواست کی تھی۔ بڑی حجت کے بعد منظور ہوئی۔ لیکن پھر جو غور کیا تو جانا کچھ مناسب سا نہیں معلوم ہوتا ہر چند رخصت پر جانے میں میرا ذاتی چنداں نقصان نہیں مگر ساتھ والوں کی بڑی خرابی ہے تم ایسے مطمئن ملک میں رہتی ہو کہ تم یہاں کے حالات مشکل سے سمجھو گی۔ ہندوستانی ریاستہ ہے اور ہم چند جلیل القدر ہندوستانیوں کا یہ حال ہے کہ درد دیوار دشمن ہو رہا ہے اور وجہ عداوۃ یہ ہے کہ ہم لوگ بڑے عہدوں پر ہیں اور بڑے اختیار رکھتے ہیں۔ ہندوستان میں تو کہیں روٹی کا ٹھکانا نہیں ساری خلقت نہیں ٹوٹ پڑی ہے۔ خاص کر ہمارے ہم وطن ہی ہمارے سخت دشمن ہیں۔ دیکھ کر جلتے اور بیخ کنی میں لگے رہتے ہیں۔ ایسی حالت میں ایک دم کے لیے بھی نوکری سے جدا ہونا مصلحت نہیں معلوم ہوتا۔ یہاں ایک دن میں کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے نہ کہ مہینا۔ البتہ چھوٹے عہدے والے اور گمنام آدمی بڑے مزے میں ہیں قاعدہ ہے کہ آندھی سے اگر خطر ہے تو بڑے بڑے اونچے درختوں کو نہ جھاڑی اور گھاس

اَمَا تَرَی الرِّیحَ اِنْ هَبَّتْ عَوَاصِفُهَا فَلَیْسَ یَعْصِفُ اِلَّا مَا هُوَ الشَّجَرُ

غرض پیش و پس سوچ کر رخصت کا ارادہ فسخ کیا۔ اب میرا ارادہ ہے کہ تم سب کو بلوا لوں ظاہر اب تمھارے آنے میں کوئی وجہ مانع نہیں۔

وہاں تم کو بڑا ضروری کام بشیر کی شادی ہے۔ اب زیادہ دیر کرنی کسی طرح مناسب نہیں۔ تم یہ بوجھ میرے سر پر ڈال کر فارغ ہو بیٹھیں میں بہت خوشی سے اس بوجھ کو اُٹھاتا اور اس کے سر انجام میں کوشش کرتا لیکن نوکری کے پھندوں میں اس طرح

۱؎ کوشش جوانی پھر آتی۔ ۲؎ جڑ کھودنے ۳؎ کیا ہوا کو نہیں دیکھتے کہ جب سخت جھونکے آتے ہیں تو نہیں اڑائے جاتے لیکن درخت۔

مبتلا ہوں کہ تم کو معلوم ہی . . صاحب کو متواتر خط لکھے - اُن کا یہ حال ہی کہ کبھی بات صاف نہیں کہتے اور اس قدر خوش آمد آمیز باتیں کرتے اور لکھتے ہیں کہ اُس میں سے جھوٹ اور سچ اور واقعی اور غیر واقعی کا امتیاز نہیں ہوتا - مجھ کو خوب یقین ہی کہ اُن کو یہ رشتہ منظور ہی اور پسند بھی ہی مگر اُن کی لڑکی چھوٹی ہی اور کچھ امیری چوچلے - غرض اُن کو وہ جلدی نہیں جو مجھ کو ہی اور تم کو گو نہیں مگر ہونی چاہیئے - کبھی میں یہ غور کرتا ہوں کہ وطن تو بجنور اور رہنا دلّی میں اور نوکری حیدرآباد میں اور سمدھیانا . . میں یعنی سارے ہندوستان میں پاؤں پھیلانے ہیں . . صاحب بیٹی کے بیاہ میں ایسے سامان کریں گے کہ ہماری طرف سے بہ وجہ مسافرت اُن کی مرضی کے موافق سرانجام ہونا معلوم اور پھر بیٹی کے بھیجنے بلانے میں ہمیشہ حجت ہوا کرے گی - ہم کو روپیہ اور جہیز کچھ درکار نہیں اور نسب میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اور اگر انگریزی عملداری رہی اور ضرور رہے گی تو نسب رفتہ رفتہ عیب ہو جائے گا - بس جو چیز ہم کو درکار ہی کہ لڑکی کی صورت اچھی ہو عجب ہی کہ دلّی جیسے شہر میں ایک شرط پوری نہ ہو سکے مگر تم مطلق فکر نہیں کرتیں - اب تم کو خدا نے بیٹوں کی طرف سے اطمینان دیا الحمد للہ علی ذالک - بشیر کا حق بھی ادا کرو - اول تو بشیر کے لحاظ سے تم کو متوجہ ہونا چاہیئے دوسرے یوں سمجھو کہ میری مدد کرتی ہو اب بشیر کے بیاہ میں دیر کرنا حقیقت میں بشیر پر ظلم کرنا ہی - اگر تم کو یہ خیال ہو کہ بشیر کی دلھن کو میں ناپسند کروں گا سو مجھ کو کامل بھروسا ہی کہ تمھارا انتخاب ضرور عمدہ اور پسندیدہ ہوگا اور بات صاف تو یہ ہی کہ خانہ داری کی بنیاد آپس میں محبت اور سازگاری ہی اور یہ امر تقدیری ہی - آدمی کی سعی اور تدبیر کو اس میں بہت کم دخل ہی - پس متوکلا علی اللہ کہیں کرو مگر جلد کرو فقط ۔۔۔

خط ۴۷

میاں بشیر -

میں ابھی تک حیدرآباد میں ہوں مگر رزیڈنٹ صاحب کی تقریبی چٹھیاں آگئی ہیں اور مجھ کو بندوبست کا کام دیکھنے کے لیے میسور اور مدراس جانے کا حکم ہی - ان شاء اللہ چار یا پانچ دن میں میسور کا ارادہ رہے جاتے وقت تم کو اطلاع دوں گا -

. . . کی تعیناتی ضلع ملدرگ کو ہو گئی ہی۔ مجھ کو ان لڑکیوں پر اطمینان نہیں اور میں ان کا جدا ہونا پسند بھی نہیں کرتا تھا۔ مگر میری سمت میں ابھی بندوبست کا کام جلدی ہی اور بندوبست کے بدون تنخواہ مل نہیں سکتی اس وجہ سے مجبور ہو کر انتظام کیا گیا۔

گو خطوط دیر میں پہونچیں یا نہ پہونچیں تم رجماً بالغیب بھیج دیا کرو تاکہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔ میں نے . . . کو ایسا خط لکھ دیا ہی جس سے بات کا میری طرف سے انقطاع سا ہو گیا ہی۔ بشیر کیوں نہیں تم اپنا بیاہ اپنی تجویز سے کرتے تمھارے باپ نے بھی اپنا بیاہ اپنی ہی تجویز سے کیا تھا تم بھی اسی باپ کے بیٹے ہو۔ خود کرو۔ فرق صرف اتنا ہی کہ میں نے اپنے باپ کے مرے پیچھے کیا تم میری زندگی میں کرو۔ اور کیا معلوم ہو کہ جب تم ایسا کرو میں رہوں یا نہ رہوں۔

تم تحصیل علم میں یوماً فیوماً اپنی توجہ زیادہ مصروف کرتے جاؤ۔ اب بہت تھوڑا وقت اس کے لیے باقی رہا ہی فقط م۔ اپریل ۱۸۷۸ء

خط ۷۵

میں تم کو بنگلور سے چلتے چلتے خط لکھ رہا ہوں۔ اس سے کہ تم نے انٹرنس کلاس میں ترقی کی مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ بشیر۔ نوکری اور رزق تو مقدر ہی مگر لیاقت عجیب چیز ہی ساری عمر آدمی کو مسرت دینے والی چیز۔ عسر اور یسر دونوں میں لیاقت ہی۔ میرا اعتقاد لائقوں میں نہیں اور مجھ کو زمانے نے لیاقت حاصل کرنے کی مہلت نہیں دی اور جو وقت کسب کمال کا تھا وہ ایسی بے سروسامانی اور مصیبت میں گزرا کہ اتنا لکھ پڑھ لینا بھی تعجب معلوم ہوتا ہی مگر اس اضطرار میں جو دو چار حرف پڑھ لیے سچ میں نہیں کہتا کہ نوکری اُن کی وجہ سے ہی کیوں کہ مجھ سے زیادہ لائق جوتیاں چٹخاتے پڑے پھرتے ہیں اور نان شبینہ کو محتاج ہیں اور نہ میں اس کا معتقد ہوں کہ غدر میں مسٹر لیسن[2] کی حفاظت بہ وسائط میری نوکری کا سبب ہوئی اس لیے کہ خود لیسن کی حقیقت معلوم ہی مگر اتنا ضرور میں کہوں گا کہ اب تک جہاں گیا اور جس جگہ رہا کسی سے میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی اور

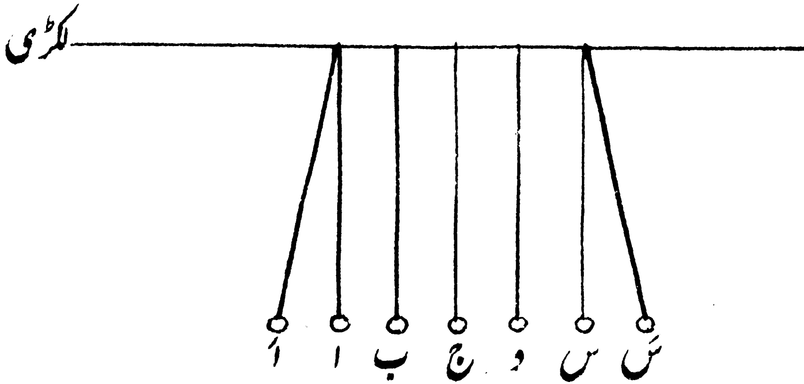
[1] ٹھکرمیں۔ جیسے بے دیکھے نشانہ لگاتے ہیں۔ [2] غدر میں میاں بشیر کے نانا مولوی عبدالقادر صاحب نے لیسن کی جان بچائی تھی

مجھ کو اس بات کے جاننے سے ضرور خوشی ہوئی کہ لوگ مجھ کو نالائق نہیں جانتے۔ اگر تمھاری طرح مجھ کو ایک امیر باپ ملا ہوتا اور تمھاری طرح آسودگی اور عافیت مجھ کو حاصل رہی ہوتی جب کہ میری عمر حاصل کرنے کی تھی تو تم یقین جانو کہ تو کہ آج میں یکتائے روزگار ہوتا کیوں کہ شکر ہے میرے بھروسا اچھا بھیجا رکھا گیا ہے۔ لیکن مرد خدا جو مجھ سے نہیں ہو سکا تم کرو ع اگر پدر نتواند پسر تمام کند۔ رہی نوکری۔ تھوڑی بہت جو تقدیر میں ہے سو نوکری ہی گے مگر مقتضائے ہمتہ یہ ہے کہ آدمی اقران و امثال میں ممتاز ہو۔ جدھر نکل جائے انگلیاں اُٹھیں کہ وہ چلے جس مجمع میں بیٹھے صدر انجمن ہو۔ بی اور اے دو حرف عجب مقبول حرف ہیں کہ جس کو مل جاتے ہیں ساری عمر سرمایۂ فخر ہوتے ہیں۔ خیر وہ مرحلہ تو آگے ہے مگر انٹرنس کا پاس کر لینا تو کچھ بڑی بات نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ کوڑ مغز لونڈے انٹرنس پاس کر لیتے ہیں ابھی سے غور کرو کہ کس چیز میں خامی ہے اور ابھی سے اُسی چیز پر زیادہ توجہ کرو سبب کیا ہے کہ وہ خامی پختگی سے مبدل نہ ہو جائے۔ محنت شرط ہے مسلسل اور متصل محنت میں عجب برکت ہے۔ ابھی سے غور کرو کہ کس چیز میں خامی ہے اور ابھی سے اُسی چیز پر زیادہ توجہ کرو سبب کیا ہے کہ وہ خامی پختگی سے مبدل نہ ہو جائے۔ محنت شرط ہے مسلسل اور متصل محنت میں عجب برکت ہے۔ ابھی سے وہ طیاری کرو جو غافل اور کاہل لڑکے امتحان کے قریب کرتے ہیں میں شکر کرتا ہوں کہ تم اچھے بیٹے ہو لیکن نام و نمود کے جو ذاتی سے مرتب فائدے مرتب ہوں گے وہ تمھارے ذاتی فائدے ہیں۔ اُن کا میں متمنی نہیں۔ ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء بنگلور

خط ۷۶

میں ۲۵ مئی کی صبح کو مدراس داخل ہوا۔ مجھ کو امید نہیں کہ یہاں کے قیام کو اس قدر امتداد ہو کہ تمھارا خط آسکے کل میں سمندر کے کنارے گیا تھا۔ کنارے پر اس قدر تموج رہتا ہے کہ دیکھ کر خوف آتا ہے بڑے بڑے جہاز کنارے سے دور اندر ٹھیرتے ہیں اور وہاں تک ڈونگی یا کشتی میں جانا پڑتا ہے۔ مگر سمندر کے اندر تموج کا ایسا زور و شور نہیں اور اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ پانی کے اجزا ایک دوسرے کی مدافعت اور مقاومت کرتے ہیں اور تموج فنا ہو جاتا ہے۔ مگر کنارے پر مدافع اور مقاوم نہیں اس وجہ سے تموج محسوس ہوتا ہے۔

علاج ہیں مدافعت کی قوت زیادہ ہی۔ اگر کئی گولیاں اس طور پر لٹکائی جائیں۔



اور پھر اَ گولی کو اَ مقام پر سے جا کر چھوڑ دیں تو وہ گولی ب کو اور ب ج کو اور ج۔ د کو اور د۔ س کو صدمہ پہنچاتے گی مگر اس سے نتیجہ یہ ہوگا کہ اب ج د تو اس طرح ساکن رہیں گی کہ گویا اُن کو صدمہ نہیں پہنچا۔ صرف اخیر گولی سَ اُس صدمے سے مقام سَ پر اُچٹ کر جا رہے گی۔ یہ مسئلہ علم طبعی کا ہی۔ بعینہ یہی حال سمندر کے پانی کا ہی۔

مدراس شہر کا ہے کو ہی آدمیوں کا جنگل ہی۔ کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کہ کلکتہ چھوڑ کر ہندوستان کے کل شہروں سے بڑا ہی۔ انگریزی کا اس قدر رواج ہی کہ بی۔ اے سوداگر اُن کے یہاں دس دس بلکہ اس سے کم پر چٹھی نویسی کرتے۔ مدراس بنگلور دیکھنے سے مجھ کو یقین ہوا کہ اب سے ستر یا غالبنہ درجہ سو برس بعد بہ شرط بقائے عملداری انگریزی ہماری ملکی زبان انگریزی ہو جاوے گی ان دو شہروں میں انگریزی کی یہ کثرت ہی اور ضرور تھا یہی حال کلکتے اور بمبئی کا ہوگا کہ بازاری کنجڑے بھٹیارے انگریزی بولتے ہیں چونکہ یہاں کی زبان تلنگی۔ اُڑوی۔ کنڑی سمجھ میں نہیں آتی انگریزی وان اپنا کام نکال لیتا ہی فقط۔ ۲۷۔ مئی ۱۸۷۷ء

خط ۷۷

بجنور جانے کا مضائقہ نہیں لیکن کوئی نفع بھی نہیں ؎

دہ مرودہ مرد را احمق کند • عقل را بے نور و بے رونق کند

سلہ ہاتھی دانت ۔ ۱۲

میں اس کو زیادہ پسند کرتا کہ تم تعطیل میں علی گڑھ جاتے اور سید احمد خاں صاحب کے پاس رہ کر استفادہ کرتے۔ تمھارے خیالات کو اُن سے بہت نفع ہوتا۔ اب تم انگریزی ایسی لکھتے ہو کہ مجھ کو مشکل سے غلطی ملتی ہے۔ اخبار انگریزی کا مطالعہ اور اُس کا طرز ادائے مطلب خیال میں رکھنا بہت مفید ہوگا۔ عربی جو تمھارا موروثی علم ہے اُس کی طرف تم کو مطلق توجہ نہیں ہے افسوس!۔

خط ۸۷

میاں بی بی کا جو تعلق ہے وہ پیار اور محبت کا تعلق ہے یعنی دونوں ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور میاں کی وقعت اور محبت دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ایسا شبہ بے جا ہے۔ اُستاد اور شاگرد اور حاکم اور رعایا میں بعینہٖ اسی طرح کا تعلق ہے۔ عورتیں بہ وجہ نقصانِ عقل و جہل و نادانی کے ممکن نہیں کہ امورِ دنیا داری کی تنہا متکفل ہوسکیں۔ یہی سبب ہے کہ مرد کو اُن پر غلبہ رکھنا ضرور ہے وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ[1]۔ جوشِ جوانی میں احمق مرد عورتوں کو اس قدر بے تکلف اور گستاخ کرلیا کرتے ہیں کہ پھر ساری عمر وہ اُن کو دبا نہیں سکتے اور گھر میں دو عملی رہتی ہے۔ عورت اپنی راہ چلتی ہے اور مرد اپنا راستہ اختیار کرتا ہے۔ مجھ کو اپنے عزیزوں میں ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ وہ ابتدا میں بی بی کی خدمتگاری کرتا تھا اور میاں بی بی میں پیار اخلاص کے واسطے دھول دھپا ہوتا تھا ایک دوسرے کو چٹکیاں لیا کرتا تھا اور گفت وگو میں بھی سخت بے تہذیبی جانبین سے ہوتی تھی انجام یہ ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے۔ کیسی ہی کوئی چیز عمدہ ہو ضرور ہے کہ آدمی اُس سے ملول اور سیر ہوجائے مثلاً کوئی عمدہ سے عمدہ کھانا اگر روز دو وقت کھانے کو ملے شدہ شدہ روکھی روٹی کی طرح بدمزہ معلوم ہونے لگے گا۔ پس جو لوگ حسنِ ظاہر پر فریفتہ ہوتے ہیں اُن کا یہ خیال یقیناً بے ثبات ہے۔ عورتیں صرف شہوت رانی کے واسطے نہیں ہیں بلکہ انگریزی محاورے کے مطلق بٹر ہاف[2]۔ پس اُن کو امورِ خانہ داری کے انتظام کے واسطے موضوع سمجھ کر اُسی کام کے لائق بنانا چاہیے۔ یہ قاعدہ نہایت صحیح ہے۔ ویرا منیر دیر گسل زدد

---

[1] اور مردوں کو عورتوں پر برتری ہے۔ [2] بہترین نصف۔

کسل۔ ربط جو پیدا کرو گر کا وٹ کے ساتھ اور اتحاد کو بڑھاؤ یہ تدریج ایک ہیئتہ جسمانی توانائی کی بھی ہوتی ہو وہ تم اپنی بی بی پر قائم نہیں کر سکتے پس ضعف جسمانی کی تلافی وقر و متانت سے کرو۔عورتوں کو طمع اور چٹورپن سے روکنا ضرور ہو ورنہ گھر میں خیر و برکة رہ نہیں سکتی۔تاکید کرو کہ تمھاری بی بی لکھنا سیکھے اور اُس کے پڑھنے کی کتابیں جمع کرو اور اُس کی مدد کامل طور پر کی جائے۔اگر فرمائشوں کی نوبتہ آئے تو اُس کو حقارة کے ساتھ روک دینا کہ ہماری تمھاری حالتہ پر اتا کو نظر ہوا و راس قدر بس کرتا ہو جو اُن کو مناسب معلوم ہوگا خود ہوگا خود کریں گی۔کچھ تھوڑا سا روپیہ دے کر دیکھو کہ کیا کرتی ہو۔اگر وہ سودے سلف یا عارضی نمائش کی چیزوں میں اُٹھا ڈالے تو جانو کہ احمق اور ناعاقبتہ اندیش ہو اور اگر زیور یا دوسرے عمدہ مصرف میں لگائے تو البتہ خوشی کی بات ہو۔تم کو ایک مدة تک بی بی کو تعلیم کرنا پڑے گا۔اُس کے خصائص مزاجی پر غور سے نظر کرتے جاؤ۔یہ اُسی کے حق میں مفید ہوگا کہ بیوی صاحب کے اختیار میں اس طرح رکھی جائے جیسے بیمار طبیب کے اختیار میں کبھی کچھ پٹیا او صر اسلا کر دیکھو کہ اس ہنر میں اُس کی دستگاہ کہاں تک ہو اسی طرح ممکن ہو کہ کسی حیلے سے کھانا پکانے میں بھی اُس کا امتحان لیا جائے اور جس بات میں کوتاہی پائی جائے نرمی اور مہربانی سے اُس کو سمجھا دیا جائے فقط ۱۸۷۹ء

خط ۷۹

تمھارے خط کے آنے سے میں نے ایک خط رِیڈ صاحب کو اُردو میں لکھا جس کی نقل اس کے ساتھ بھیجی جاتی ہو

جناب عالی۔

میں اپنے دوسرے خطوط میں ان شاء اللہ آپ پر ثابت کر دوں گا کہ میں نے اپنی انگریزی کو جیسی ٹوٹی پھوٹی اعظم گڑھ میں تھی اب تک بھلایا نہیں مگر چونکہ ابتدائے مفارقتہ سے جس کو چھ برس ہو یہ میرا پہلا عریضہ ہو میں چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات کو اپنی زبان سے ادا کروں۔

بشیر نے آپ کی چٹھی کی نقل دلی سے میرے پاس دوسرے دن بھیجی اور اس کے

پڑھنے سے وہ پانچ برس آنکھوں میں پھرنے لگے جو آپ کے سایۂ عاطفت میں نہایت خوشی اور اطمینان کے ساتھ اعظم گڑھ میں گزرے اگرچہ مفارقت کو بہت دن ہوئے مگر آپ کی مہربانیاں نہ بھولی ہیں نہ بھولیں گی۔

میرا حال اس ملک میں اُس شخص کا سا ہے جو کبھی ناؤ پر نہ بیٹھا ہو اور دفعۃً اُس کو طوفان خیز سمندر میں بادبانی جہاز پر بیٹھ کر سفر کرنا پڑے۔ بشیر کا یہ کہنا کہ میں نے اس ملک کا رہنا ٹھان لیا ہے۔ صرف اس قدر صحیح ہے کہ اُنھوں نے مجھ کو کبھی ایسا کہتے سنا ہو گا مگر یہاں کے حالات کو ثبات و قیام نہیں اور اس حالت میں کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ اب میری طبیعت مطلقاً نوکری سے گریز کرتی ہے۔ مجھ کو یہاں صدر تعلقہ داری کی خدمت سپرد ہے جو انگریزی عمل داری کی کمشنری سے بہت ملتی ہوئی ہے تنخواہ وہاں بہت اور اختیارات یہاں۔ مجھ کو تنخواہ بارہ سو ملتے ہیں اور یہ تعلق بندوبست دوامی بعد ازاں یہاں کا روپیہ تین آنے کے قریب انگریزی روپے سے چھوٹا ہے اور چیزوں کا نرخ بھی اکثر گراں۔ اس ملک میں کبھی پارسی مقتدر رہے ہیں کبھی مدراسی اور ان دنوں ہندیوں کا دور دورہ ہے مگر اس ملک کے لوگ صرف حسد کی وجہ سے ہم لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

انتظام کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ذاتِ نظام کو اس ملک میں حضور یا بندگان سے تعبیر کرتے ہیں اور لفظ حضور جو وہاں تعظیماً بولا جاتا ہے اس کا مرادف یہاں لفظ تقصیر ہے۔ حضور کا سن شریف پندرہ برس کا ہے اور اس وقت تک کہ حضور زمام سلطنت اپنے دست مبارک میں لیں نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامرا امیر کبیر بہادر ریجنٹ[1] ہیں۔ ان دونوں میں جو باہمی اختلاف ہے وہ آپ اخبار میں پڑھتے ہوں گے انتظام سلطنت نواب مختار الملک کرتے ہیں بہ استثنائے امور عظیمہ جن میں مشاورہ امیر کبیر ضرور ہے۔ ملک بہت وسیع ہے مگر اُس کا ایک بڑا حصّہ جاگیر۔ خود حضور نے جس قدر ملک اپنے واسطے الگ کر لیا ہے وہ صرفِ خاص کہلاتا ہے۔ جاگیرداروں

[1] ولی۔ رئیس کی صغر سنی کی حالت میں جو نیابۃً کام چلائے۔

میں سب سے بڑے جاگیردار امیر کبیر ہیں جن کے خاندان میں حضور کی صاحب زادیاں بیاہی جاتی ہیں۔ ان کی جاگیر کو لوگ ساٹھ لاکھ روپیہ سال کی بیان کرتے ہیں۔ ان سے اُتر کر اکثر مسلمان اور بعض ہندو اور بہت جاگیردار ہیں۔ صرف خاص اور جاگیرات نکل کر جو ملک بچا وہ دیوانی کہلاتا ہے۔ یعنی متعلق بہ دیوان وزیر۔ فقط۔

خط ۸۰

اگر ... نے مجھ کو کیمیا گر یا عامل دست غیب فرض کر لیا ہے تو میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔ لیکن اگر فی الواقع میں ایسا ہوتا تو چار مہینے کے عوض چار برس کی مہلت دیتا بلکہ شاید مدۃ العمر مطالبہ نہ کرتا مگر میرا حال واقعی یہ ہے کہ نوٹ بنک میں رکھ کر قرض سے کارروائی کرتا ہوں۔ اس حقیقۃ نفس الامری جاننے کے بعد اُن کو اختیار رہے چار مہینے میں دیں چار برس میں دیں نہ دیں۔ یا خدا توفیق دے تو ڈیوڑھے پر دیں فقط

خط ۸۱

طالب یعنی امیدوار خدمتہ کو چاہیئے کہ بہ منزلہ کنکوے کے ہو جس میں پرواز کا مادہ اور صرف ایک دریائی کا محتاج ہے اسی طرح امیدوار میں مادہ لیاقۃ کا ہونا ضرور ہے کہ سفارش کی ایک دریائی ملی اور اونچا ہوا۔ ۔ صرف دریائی نہیں چاہتے بلکہ چاہتے ہیں کہ دُم چھلے کی طرح ہیں اُن کے ساتھ ساتھ لٹکا رہوں۔

ہم اراکین ثلثہ مجلس مال گزاری نے کام کو آپس میں بانٹ رکھا ہے نصب خدمات مولوی دلیل الدین صاحب کی طرف ہے اس لیئے کہ تازہ وارد نا شناسا اور اجنبی ہیں میں نے اور اکرام اللہ خاں صاحب نے اس بوجھ کے اُٹھانے سے پہلو تہی کی۔ اِتَّقُوا مِنْ مَوَاضِعِ التُّھَمِ۔ تاہم والدالۃ علی الخیر کے طور پر ... کی سفارش میں مولوی دلیل الدین صاحب کے نام رقعہ لکھ دیا ہے جس کی عبارۃ قریب قریب اس کے ہے۔

لہ عمر بھر ۔ لے وقت مہودہ ۔ لے کنکوے کو جو اُچک دی جاتی ہے اس کو اصطلاح میں دریائی کہتے ہیں ۔ لے کنکوے کی دم میں جو لمبی دھجی اس کا مرکز ثقل ٹھیک رکھنے کو باندھ دیتے ہیں اُس دُم کو چھلا کہتے ہیں ۔ شہ بچو تہمتوں کی جگہوں سے ۔ لے بھلی صلاح دے کر کسی کے ساتھ سلوک کرا دینا۔

یہ صاحب جو اس بقعے سے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ مولوی ہیں مجھ سے بہتر آپ سے کم تر۔ حافظ ہیں آپ سے بہتر میرے برابر حاجی ہیں مجھ سے اور آپ سے دونوں سے بہتر مدد کے امیدوار خدمتِ تحصیل داری ہیں مجھ سے اور آپ سے دونوں سے کم تر ہے

یوں پھریں اہلِ کمال آشفتہ حال افسوس ہے ‌ ‌ ‌ ‌ اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

خط ۸۲

مبدا فیاض نے جو قوتیں انسان کو عطا کی ہیں علم اُن کو چست و چالاک اور نمایاں اور بہ کار آمد کر دیتا ہے جیسے لوہا کہ جوہر اُس کی ذات میں مضمر ہے صیقل کرنے سے اصلی جوہر اُبھر آتے ہیں نہ یہ کہ جوہر اُس میں پیدا کیے جاتے ہیں۔ علم کے معنی ہیں جاننا اور چوں کہ جاننا ہو سکتا ہے تمام موجودات اور تمام واقعاتِ ماضیہ و حالیہ و مستقبلۂ عالم سے پس تم خیال کر سکتے ہو کہ دائرہ علم کتنا وسیع ہے۔ علم کی فردِ اکمل علمِ الٰہی ہے۔ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ۔ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔

---

[۱] اُس سے ذرہ بھر پوشیدہ نہیں ہے خواہ آسمان میں ہو یا زمین میں اور کیا اُس سے چھوٹا اور کیا بڑا سب کھلی ہوئی کتاب میں ہے اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور کوئی پتہ گرے اُس کو جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر و خشک لیکن کھلی ہوئی کتاب میں ہے۔ جانتا ہے آنکھوں کی چوریوں کو جو کچھ سینوں میں پوشیدہ ہے حق یہ ہے کہ خدا کے پاس اُس گھڑی (قیامت) کا علم ہے اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے اور کوئی بھی (شخص) نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں مرے گا۔ حق یہ ہے کہ خدا علم والا اور خبر والا ہے۔

تم نے وہ حکایت سنی کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا تھا کہ خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرو۔ استاد اور شاگرد دونوں کشتی میں سوار چلے جاتے تھے۔ ایک چھوٹا سا پرند نظر پڑا کہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا پانی پی رہا ہے۔ اُس کو دیکھ کر خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ اے موسیٰ علم الاولین[1] والآخرین کو علم آلہی کے ساتھ وہی نسبت ہے جو اس جانور کے ایک آشام[2] کو اس دریا کے تمام پانی کے ساتھ۔

پس جو کچھ ساری دنیا کی کتابوں میں مدوّن[3] ہے اگر تمام تر انسان کو مستحضر ہو (اور محال ہے کہ ایسا انسان کبھی ہوا ہو یا آیندہ ہو) تاہم اُس کا علم جامع اتنا ہی ہو گا کہ گویا سمندر سے ایک رشحہ[4] یا اُس سے بھی کم۔ بڑی غلطی ہے کہ دس یا بیس یا پچاس یا سو کتابوں پر نظر کر لینے سے آدمی اپنے کو عالم سمجھنے لگے مثل اُس چوہے کے جو ہلدی کی ایک گرہ پا جانے سے اپنے تئیں پنساری خیال کرنے لگا تھا۔

پڑھنے کی میرے نزدیک بڑی غرض وغایت یہ ہے کہ تفتیش و تلاش اور ہر چیز کی کنہ اور ہر بات کے اطراف و جوانب اور ماله[5] وما علیہ[6] اور ہر واقعے کے سبب اور ہر سبب کے نتائج کے دریافت کرنے کے شوق کو مشتعل کیا جائے۔

خط ۸۳

انسان کو جتنی قوتیں دی گئی ہیں جسمانی اور دماغی سب کا خاصہ ہے کہ جتنا جس قوۃ سے کام لو گے اُسی قدر وہ قوۃ چست اور بکار آمد ہوتی جائے گی مثلاً تم میری طرح شارٹ سائٹڈ (نزدیک بیں) ہو اور میری طرح دوربین عینک بھی استعمال کرتے ہو یعنی ہم دونوں عینک لگانے سے نقصان نظر کی تلافی کرتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں پتنگ اڑایا کروں یا شکار کے تعاقب میں سرگرداں پڑا پھروں یعنی آنکھ کے لیے دوربینی کے مواقع مہیا کرتا رہوں تو ضرور میری نظر خود بخود دور تک پھیلنے لگے یہی حال ہے حافظے کا۔ اگر کسی کو ضعف حافظہ کی شکایت ہے تو جو بیمار ہے وہی اپنے

---

[1] ہمارے نبی اور اُن پر رحمت اور سلامتی [2] اگلے پچھلوں کے علم [3] ایک گھونٹ [4] جمع [5] یا [6] چھینٹ
[7] حقیقت [8] جو اُس کی موافقت میں ہے [9] جو اُس کے خلاف میں ہے۔

مرض کا طبیب ہے اُس کو چاہیئے کہ اچٹتی ہوئی نگاہ سے چیزوں کو نہ دیکھا کرے۔ سرسری طور پر باتوں کو نہ سنے طبیعۃ پر زور ڈالے۔ جن چیزوں کو یاد رکھنا چاہتا ہے۔ گاہ بے گاہ اُن کا دھیان کرتا رہے جو چیزیں اُس کے ذہن میں حاضر ہیں اور جن چیزوں کو حاضر فی الذہن کرنے کی کوشش کرتا ہے دونوں میں اوعائی تعلق پیدا کرے جیساکہ منتقل[1] فلاسفی کی کتابوں میں لکھا ہے۔

خط ۴۸

جس شخص کے اصولِ زندگی یہ رہے ہوں کہ اپنی آمد سے خرچ کو بڑھنے نہ دے یعنی ہمیشہ تھوڑا بہت پس انداز کرتا رہے اور روپئے کو پتھر بنا کر رکھ چھوڑنے کو جنوں سمجھے ع برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر۔ اور اعوان[2] وانصار کو ترستا ہوا ایسا آدمی اپنے اندوختے کو پرامیسری نوٹوں کے پیرائے میں نہ رکھے تو کیا کرے۔

صرف نوکری کے ذریعہ سے آدمی مال دار ہو نہیں سکتا اور . . . کو جو تم دیکھتے ہو ظاہر میں ایک نوکری ہے مگر درپردہ لوٹ خیانت اور رشوۃ وامثالہا[3] چند در چند ابواب اُس میں شامل ہاں نوکری کے ذریعہ سے جو لوگ مال دار ہوئے اس تدبیر سے ہوئے کہ ایک خدا نے برکۃ دی اور دوسرے عزیز اُس کی کمائی کو زمین داری یا تجارت سے ترقی دیتے رہے رفتہ رفتہ سرمایہ معتدبہ[4] فراہم ہوگیا۔

ہمارے عزیز قریب دو طرح کے ہیں الا ماشاء اللہ۔ یا تو مطلقاً عقل معاش سے بے نصیب جیسے . . . یا جن کو عقل ہے تو عقل فساد جیسے . . . پہلی قسم کے لوگ وجود بے سود اور دوسری قسم کے غیروں سے بدتر۔ اگر . . . میرے سرمائے کو محفوظ رکھیں اور اُس سے کسی طرح متمتع ہو کر اپنی حیثیۃ درست کریں تو اُس میں دریغ کرنا پرلے درجہ کی خسّتہ ہے مگر ان لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ میرے خون سے اپنی پیاس کو بجھانا چاہتے ہیں۔ دوں تو اپنی گرہ سے یعنی اپنا راس المال سب میں تقسیم کردوں پس میرا عمل درآمد اس آیۃ پر ہے۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ

---

[1] فلسفۂ عقل [2] مددگار [3] وازیں قبیل [4] اعتبار کے قابل [5] اور اپنا مال جس کو خدا نے تمھارا سہارا ٹھیرایا ہے نادانوں کو نہ دو اور اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے اچھی بات کہو۔

فِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔

مجھ سے سوائے نوکری کے دوسرا کام ہو نہیں سکتا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ برسوں سے پابندی خدمت بھی طبیعت پر شاق ہے۔ سید احمد خاں صاحب نے پرامیسری نوٹوں کے جواز کے دلائل جو جمع کیے ہیں اور ربو[1] کی حقیقت جو کچھ اُنھوں نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے اور مولوی شاہ عبدالعزیز اور مجتہد اثنا عشریہ[2] کے فتاوے مجھ کو سب معلوم ہیں مگر بااین ہمہ اگر مجھ کو اندوختے کے لیے کوئی دوسرا محفوظ و مطمئن پیرایہ ملے تو میں آج پرامیسری نوٹوں کو الگ کروں۔

تجارت کا حال یہ ہے کہ یہ جائے خود بڑا مبسوط علم ہے۔ تجارت علی البصیرۃ[3] کام ہے اُس شخص کا جس کو تمام روئے زمین کا جغرافیہ اس تفصیل کے ساتھ معلوم و مستحفظ ہو جیسا ہم کو اپنے رہنے کے گھر کا۔ وہ بر و بحر کے چپے چپے کے حالات سے واقف ہو مردم شماری آب و ہوا۔ موسم۔ اوسطِ ولادت و وفات۔ اوسطِ بارش۔ پیداوار۔ صناعت لوگوں کے مراسم و عادات اور اُن کی ضروریات و حاجات۔ ملکوں کے انتظامات و اقعات اُن کے باہمی تعلقات وامثالہا اور یہ معلومات آپ ٹو ڈیٹ[4] ہونی چاہییں پھر ضرور ہے کہ تمام دنیا کے اخبار پر اُس کی نظر محیط ہو۔ تاریخ۔ ہندسہ۔ ریاضی پولیٹیکل اکانمی[5]۔ سائنس تمدن۔ سب کو تجارت میں مدخل عظیم ہے۔ اور سب سے بڑھ کر طبیعت کی مناسبت کہ ہر کام ہر شغلے ہر پیشے کے لیے شرط ضروری ہے۔ آدمی اتنا ہو تو تجارت کا نام لے۔ ہمارے ملک میں جتنی تجارت ہے سب داخل قمار ہے رجمًا بالغیب۔ اندھے کی لاٹھی۔ لگی تو تیر نہیں تکا۔

رہ گئی زمیں داری۔ مجھ کو تحصیل داری اور بندوبست کی ڈپٹی کلکٹری کے ذریعے سے ان مصیبت مندوں کے تفصیل حالات معلوم ہیں۔ رعایائے انگریزی میں سب سے

[1] بیاج سود [2] اثنا عشر کے معنی ہیں بارہ۔ شیعے اثنا عشری کہلاتے ہیں کیوں کہ بارہ اماموں کو مانتے ہیں [3] واقفیت کی تجارت [4] تاریخ امروزہ تک [5] وہ فن جس میں اصول کفایت شعاری سے بہ لحاظ انتظام ملک بحث کی جاتی ہے اور اس کو فن اقتصادِ سیاسی کہتے ہیں۔

زیادہ بدنصیب ۔ سب سے زیادہ تباہ ۔ سب سے زیادہ مظلوم گروہ زمیں داران ہی
ان کے ہم محاصل بلکہ ان سے اضعافاً مضاعفہ زیادہ محاصل کے تاجر اور پیشہ ور ہیں
کہ اُن کے حال سے کوئی متعرض نہیں اور زمیں دار ہیں کہ ہر روز مال اور پولیس اور
فوج داری کی کچہریوں میں کھنچے کھنچے پھرتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ جرم زمیں داری کے
مرتکب ہیں تریچ کیا آن کر پڑا ہی کہ سرکار اور زمیں داریں مشارکۃ محاصل اراضی کی
وجہ سے کش مکش ہی پس زمیں دار کے مقابلے میں سرکار خود مدعی اور خود جج ہی ۔ پھر بندوبست
کے میعادی ہونے نے زمیں داروں کو بالکل بے دل اور پست حوصلہ کر رکھا ہی ضوابط
تحصیل زر مال گزاری سخت اور جابرانہ ہیں ۔ علی رغم انف زمیں داران گروہ کاشت کاران
بہت زور پکڑ گیا ہی ۔ سرکار اپنا مطالبہ فی[1] اَغلَبِ الاَحوالِ بَل فِی جُلِّ الاَوقاتِ[2] بلا لحاظ
کمی پیداوار و سقاتہ فصل نامساعدۃ موسم فی الوقت[3] وصول کر لیتی ہی اور جو روپیہ زمیں دار
کو کاشت کار سے ملتا ہی اُس کے لیئے زمیں دار مجبور کیا گیا ہی کہ کاشت کار پر نالش کرے
نالش کا انجام اکثر یہ ہوتا ہی کہ مہینوں کی دوا دوش کے بعد اگر زمیں دار کو ظفر ہوئی (وَ
دُونَہٗ[4] خَرطُ القَتَادِ) تو تمام مطالبہ مصارف ناجائز میں گاؤ خورد ۔
خلاصہ یہ کہ شیونگ میں نے کیا ہی اور کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا ۔ روپیے کو معطل
ڈال رکھنا میرا قاعدہ نہیں ۔ اعوان و انصار میرے پاس نہ تھے نہ ہیں اور نہ ہونے
کی امید ۔ تجارۃ لا علی البصیرۃ کو عقل جائز نہیں رکھتی اور علی البصیرۃ کی مجھ کو قابلیت نہیں
زمیں داری کی زحمۃ اور بے حرمتی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتی ان سب مقدمات
کو جمع کر کے تم ہی نتیجہ نکالو ۔ فَتَعَیَّنَ البرامیسری نوٹ ۔

خط ۸۵

امن و آسائش و آزادی یعنی نتائج حسن انتظام کے اعتبار سے دیکھا جائے
تو انگریزی عملداری ایک رحمۃ الٰہی معلوم ہوتی ہو اور اگر ہندوستان اسی نسبۃ سے سوشلی[5] امور

[1] برخلاف [2] اکثر احوال میں بلکہ کل اوقات میں [3] عین وقت پر [4] اور اس سے پہلے ایک خاردار درخت پر ہاتھ
پھیرنا ہو یعنی سخت تکلیف اور زحمۃ برشے میں اندازہ لہ بیں پرامیسری نوٹ کی قسم متعین ہوئی [5] من حیث التمدن معاشرۃ

پولٹیکل[1] ترقی کرتا رہا تو آج سے سو برس کے اندر اندر اس کو خستہ نشان کہنا حکایتہً نفس الامری ہوگا نہ مبالغۂ شاعرانہ۔ غرض یہی عمل داری ہو اور اگر گورنمنٹ اپنی سلامتی کا بیمہ بیچنا چاہئے تو سب سے پہلا خریدار میں ہوں) تو دنیا کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہو مگر سخت افسوس کی بات ہو کہ گورنمنٹ کی نیوٹریلیٹی[2] نے دنیا کو بنایا اور دین کو بگاڑا۔ دنیا کو بسایا اور دین کو اجاڑا دین کے بننے بگڑنے کا معیار تعلیم یافتہ لوگوں کے معتقدات ہیں سو ان دنوں کے تعلیم یافتہ عموماً اِلَّا مَا شَاءَ اللہ[3] و قلیلٌ[4] ما ہم بے دین ہیں۔ تعمیل احکام شریعۃ میں مداہنۃ کرنا بے دینی نہیں ہے[5] ورنہ سزاوار خداوندیش۔ کس نتواند کہ بجا آورد۔ بلکہ بے دینی سے مراد یہ ہو کہ مطلق دین و مذہب کو لغو و رخیالِ احمقانہ جانتے ہیں۔ وَهٰذَا هُوَ الدَّهْرِيَّةُ[6] أَعَاذَنِيَ اللّٰهُ وَإِيَّاكَ مِنْهَا۔

تم کسی ایک مذہب کو متعین کرو جو تمھارے نزدیک سخت بیہودہ ہو۔ میں تمھارے لیئے اُس مذہب کا مقلد ہونا زیادہ پسند کرتا ہوں مَنْ أَنْ أَرَاكَ دَهْرِيًّا[8]۔ کیوں کہ میری رائے یہ ہو کہ دنیا میں جتنے دین و مذہب ہیں سب انسان کی صلاح کی غرض سے جاری ہوئے ہیں اور خصائص قومی و ملکی کے لحاظ سے سب میں نیکی کے اصول کی رعایۃ کی گئی ہو۔

یہ بڑی خرابی کی بات ہو کہ دنیا میں ادیانِ مختلفہ کی بہت کثرۃ ہو گئی ہو اور ہر دین والے دوسرے تمام ادیان کی تکفیر کرتے ہیں ان میں فیصلے کرنا عقلاً نہیں تو عادۃً ضرور محال ہو۔ اسلم[9] طریقہ تم جیسے نوجوان آدمی کے لیئے یہ ہو کہ جس دین میں پیدا ہوا ہو آنکھ بند کر کے اس کی پیروی کرتا جائے جب تک اُس کو مدلل رائے قائم کرنے کا موقع ملے۔

میں نے برسوں کے غور کے بعد اپنے نزدیک اسلام کو ایسا بدیہی سمجھا ہو جیسا

[1] من حیث السیاسۃ باعتبار انتظام ملک و سلطنت [2] سکوت۔ عدم مداخلۃ [3] باستثناء اُن کے جن کی نسبۃ مشیت ایزدی اس طرح پر ہوئی [4] اور وہ بہت کم ہیں [5] اور۔ بے دینی ہو جس سے خدا مجھ کو اور تم کو بچائے [8] اس سے کہ میں تمھیں بے دین دیکھوں [9] محفوظ ترین۔

دواور دو چار اور مدة سے میرا ارادہ ہو کہ اپنے خیالات مذہبی کو مقید[1] بالکتابتہ کروں مگر اس وقت تم سے مجھ کو اسی قدر کہنا منظور تھا کہ مذہب کی بابتہ بُری یا بھلی کوئی رائے قائم کرنے میں ہرگز جلدی مت کرنا۔

خط ۸۶

اکونٹنٹ[2] جنرل کے دفتر میں پنشن کا ایک صیغہ خاص ہو۔ وہاں یہ بات مستنبط کی گئی ہو کہ پنشن خواروں کی عمروں کا اوسط عامۃ اعمار کے اوسط سے ایک ثلث کے قریب گھٹا ہوا ہی سوچنے سے معلوم ہوا کہ لوگ زمانہ اشتغال میں لوازم خدمتہ کو شرطِ زندگی بنا لیتے ہیں خدمتہ سے علیحدہ ہوئے پیچھے زندگی وبال دوش ہو جاتی ہو۔ اور جلد مر جاتے ہیں فَاعتَبِرُوا[3] یَا اُولِی الاَبصَارِ[4]۔

خط ۸۷

مولوی ۔ ۔ ۔ اپنی بی بی سے بہت مانوس تھے جیسا کہ سچ مچ کے سبھی مولوی ہوا کرتے ہیں۔ بی بی مریں تو مولوی صاحب دنیا سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ کسی چیز کی نظر میں وقعتہ باقی نہ رہی یہاں تک کہ نوکری کی اور اپنے بچوں کی مولوی صاحب کو ایک بزرگ سے تھی ارادتہ۔ اُن کو اس کیفیتہ سے آگاہی دی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ یہ سب خدع نفس ہو۔ اس کو تبتیل[5] اور انابتہ[6] الی اللہ مت سمجھو۔ مولوی صاحب نے اپنے وجدان[7] کے مقابلے میں اس کو تسلیم نہ کیا۔ شیخ نے اُن کا اصرار دیکھ مراقبہ اور کچھ وظیفے بتا دیئے مولوی صاحب چندے کرتے رہے مگر کوئی جدید کیفیتہ پیدا نہ ہوئی آخر ملول ہو کر کنا یتہً شکایت کی۔ یہاں تک حکایتہ ہی جو بات مجھ کو کہنی تھی یہ ہو کہ شیخ[8] نے شکایتہ سن کر فرمایا کہ جس دن سے تم نے ہوش سنبھالا طلب دنیا میں منہمک رہے۔ اس طلب میں تم کو اتنی ہی کامیابی ہوئی کہ ایک نوکری مل گئی جو نہ سلطنتہ ہو نہ وزارتہ نہ کامل حکومتہ نہ کافی امارۃ

---

[1] قلم بند [2] صدر محاسب [3] پس عبرۃ پکڑو [4] ای آنکھ والو [5] مگر میرے والد مرحوم بحمد اللہ اس کلیے سے مستثنی رہے یعنی پورے تیس برس بجائے مدروس کی مدت ہو پنشن پائی جس کی وجہ یہ تھی نوکری کی طرح اُن کو تصنیف تالیف میں تا العمر انہماک تھا [5] ٹوٹ کر خدا سے لو لگانا [6] خدا کی طرف رجوع کرنا توجہ [7] ذہنی معلومات [8] شیخ سے مراد وہی بزرگ ہیں جن کے ساتھ

مولوی صاحب کو ارادتہ تھی۔

طلب دین میں تم نے اپنی عمر کا کون سا حصّہ صرف کیا شاید ہزاروں فی بجے کی ایک کسر اعشاریہ بھی سے مناصب غوث و ابدال کے امید وار ہو ع ایں خیال ست و محال ست وجنوں۔ حکیم سنائی کا کیا اچھا قطعہ ہے

قرن ہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع	عالمے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سال ہا باید کہ تا یک سنگ اصلی زآفتاب	لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش	صوفیئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبہ از آب و گل	شاہدے را حلّہ گردد یا شہیدے را کفن
روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار	تا کہ در جوف صدف باراں شود در عدن

خط ۸۸

انگریزی جاننا بھی فی الحقیقۃ ہم لوگوں کے حق میں ایک مصیبت ہے۔ میں نے بڑے بھائی صاحب کا بنوایا ہوا مکان دیکھا اور انگریزی خیالات کے مطابق ناپسند کیا مکان خوش قطع ہے محکم ہے اور تھوڑی سی جگہ میں گنجائش بھی خاصی ہے۔ ضرورۃ کی کل چیزیں یہاں تک کہ دو چور خانے بھی ہیں مگر ونٹی لیشن کا نام نہیں۔ ہوا جو کوٹھریوں کے پاٹتے وقت بند کی گئی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بدون پمپ کے کیوں کر بدلی جا سکتی ہے۔ اس مکان کی زمین اس قدر مرتفع تھی کہ اگر مکان روشن اور ہوا دار ہوتا تو بالا خانے کی کچھ ضرورۃ نہ تھی مگر ہوا دار نہ ہونے سے گرمی کی رات اور موسم برسات کے قابل نہیں ناچار بالا خانہ بنوانا پڑا۔

خط ۸۹

آج ایک تقریب سے تمھاری بچپن کی دو باتیں یاد آکر دل کو بڑی ہی خوشی ہوئی اور تاکہ تم کو بھی خوشی ہو یاد دلاتا ہوں۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میری عادۃ تھی کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطْعَمَنَا

ے ہوا واری ۱۰ ف ۳۴ مت اتاشی اثش خدا کے لیے ہے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا اور ستایش اس خدا کے لیے ہے جو پروردگار کل جہان کا ہے۔

وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؀

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو
منت ہائے بیرون احصا بر نہ می آید زمن

پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن تم نے پوچھا کہ ابا کھانے کے بعد یہ کیا پڑھا کرتے ہو۔ میں نے کہا خدا نے روزی دی اُس کا شکر کرتا ہوں۔ تم نے کہا مجھ کو بھی سکھا دو۔ میں نے کہا۔ تم عربی فارسی زبانیں نہیں سمجھتے اس وجہ سے میں نے تم کو جیسا دستور ہے پہلے قرآن شروع نہیں کرایا کہ تم اُس کو نہیں سمجھ سکتے اور بے سمجھے بڑبڑانا لغو اور لاحاصل ہے تم اپنی بولی میں ادائے شکر کر لیا کرو۔ تم کچھ ملول ہوئے تو میں نے تھوڑی دیر تامل کر کے یہ شعر موزوں کر دیا۔

یہ رزق طیب بلا مشقت خدا کی قدرت کا دیکھو جلوا
گناہ گاروں کو من و سلویٰ کیا عنایت گدھوں کو حلوا

چوں کہ لے اچھی تھی تم نے بہت پسند کیا اور چند بار دُہرانے سے یاد ہو گیا مگر بجائے گدھوں کو حلوے کے۔ گدھوں کا حلوا۔ تمھاری زبان پر چڑھ گیا۔ تم دونوں وقت کھانے کے بعد بالالتزام یہ شعر پڑھتے۔ اور ہم سب لوگ ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ جاتے مدتوں بعد تم کو غلطی پر تنبہ ہوا ہنسی تو گئی گزری ہوئی۔ نری شکر گزاری رہ گئی۔

اورئی[1] میں تمھارا زیادہ وقت خدمتگاروں اور چپراسیوں میں بسر ہوتا تھا۔ چوں کہ یہ لوگ تم کو کھلاتے بہلاتے تھے۔ ایک دن میں نے تم سے کہا میاں بشیر تم نوکروں میں رہ کر اگر گالیاں بکنی یا قسم کھانی یا جھوٹ بولنا سیکھو گے تو بھی تمھارا منہ سڑ جائے گا اور میں تم کو اپنے ساتھ نہیں سلاؤں گا۔ بچے معصوم تم کو میرے کہے کا یقین ہو گیا ایک دن تمھاری زبان سے بے ساختہ کوئی بیہودہ بات نکلی اور فوراً تم کو میرا مقولہ یاد آیا اور آیا تو تم بھاگے ہوئے اپنی والدہ کے پاس گئے کہ اماں بی ذری میرا منہ سونگھنا۔ اُن کو میری نصیحت کا حال معلوم تھا سمجھ گئیں اور بولیں سونگھ کر کیا کروں گی۔ گالیوں کی بساہند چلی آ رہی ہے۔ یہ سُن کر تم بہت گھبرائے۔ آخر کار اُنھوں نے استغفار پڑھوا کر الائچی کے دانے چبوا دیے تب تم کو تسلی ہوئی مگر بہت دنوں تک

[1] ممالک متحدہ کا ایک ضلع ہے جو پہلے ضلع جالون مشہور تھا۔ کالپی کے پاس ہے۔

تم اس بدبو کے ڈر سے اُٹھ یا ط کرتے رہے اور شکر ہے کہ تمھاری زبان گالی سے آشنا نہیں ہوئی

خط ۹۰

میں مدراس میں اسمٰعیل سیٹھ کی کوٹھی کے بالاخانے پر ٹھیرا تھا۔ رفتہ رفتہ سیٹھ صاحب کے ساتھ تعارف زیادہ ہوتا گیا۔ آخر انھوں نے دعوۃ کا پیام دیا مجھ کو سدا سے دعوۃ کی چڑ ہے ٹالنے کے پیرائے میں انکار کیا۔ جب چل چلاؤ قریب آیا تو سیٹھ صاحب نے اس قدر اصرار کیا کہ انکار کرتے نہ بن پڑا۔ دسترخوان پر سیٹھ اور اُن کے اعزہ واقارب اور ملازم حتی خدمتگار بست[1] امتیاز شریک ہوئے اور انھوں نے میرے خدمتگاروں کو بھی ساتھ بٹھانا چاہا۔ ان کو نئی عمر[2] میں ہم برابر بیٹھنے اور ساتھ کھانے کا اتفاق ہوا نہ تھا بہت جھجکے بہت رکے اور سیٹھ صاحب ہیں کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ پکڑ کر گھسیٹتے لیے چلے آتے ہیں تو چاروناچار مجھ کو کہنا پڑا اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ پیٹ بھر کر کھائیں تو ان کو الگ کھانے دیجئے ایسا ہی ہے۔ مگر سیٹھوں نے بڑا ہی تعجب کیا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کھانے میں آقا اور نوکر کا تفرقہ کرتے ہیں؟ اگرچہ میں اس رسم کو اپنے یہاں جاری نہیں کرسکتا تاہم اس واقعے کو استحسان کے ساتھ اکثر یاد کیا کرتا ہوں۔

خط ۹۱

تم کو معلوم ہے کہ ہمارے خاندان میں لکنت متوارث ہے۔ ہر نسل میں ایک نہ ایک آدمی ضرور ہکلا ہوتا آیا ہے۔ پس یہ لکنت جو تم میں ہے[3] تمغائے شرافت خاندانی ہے۔ تمھاری لکنت خلقی نہیں ہے۔ نور کلو پور میں تم کو اب سے دور مغلی وکھ ہوا جب تک ڈاکٹر . . . صاحب پونہچیں پونہچیں عورتوں نے اضطرار میں پیاز کے عرق کی جگہ منہ میں پانی ٹپکا دیا۔ اسی وقت سے عصبات[4] لسان[5] مسترخی[6] یا متشنج[7] ہوگئے۔ بیماری سے اُٹھے تو ہکلاتے اُٹھے بچوں کی سیکھی حرکتیں دل کش ہوتی ہیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ تمھارا اُن دنوں کا ہکلانا سب کو بھلا معلوم ہوتا تھا مگر میں اس وقت بھی تو گلتا تھا۔

[1] اپنی عمر میں [2] گنوا شدنی یعنی ہاتھ پاؤں [3] میراث سے پڑ جاتا [4] پٹھے [5] زبان [6] ڈھیلے [7] اکڑ گئے [8] گوشہ ... یہی حال میرے بڑے لڑکے ... محمد کا ہوا۔ اُس کو بھی اسی طرح چار برس کی عمر میں تپ شدید کے بعد لکنت شروع ہوئی مگر خدا کا شکر ہے کہ میری طرح اُس کی لکنت بھی بہت کم اور برائے نام ہے مگر ہے ضرور۔ میرے تایا مولوی احمد صاحب مرحوم کو بھی لکنت تھی اور اُن کے بڑے لڑکے مقصود احمد کو بھی غرض تین پشتوں سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ فرزند اکبر اس کا ... چلا آتا ہے۔

لکنت ایک نقصان جسمانی ہے (باڈیلی ڈیفکٹ) اور اگر گویائی اور لسانی ہے تو بلاشبہہ لکنت
عیب۔ وعظ اور وکالت اور سررشتہ داری و امثالہا میں جس جگہ زبان سے کام لینا ہے[1]
تم عاجز ہو۔ کہتے ہیں کہ لکنت دلیل ذہانت ہے اور ایسا ہو تو عجب نہیں کیوں کہ ذہین اکثر
مستعجل ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جھٹ سے اپنا مطلب ادا کریں اور زبان خاطر اُن کے
ارادے کی مطاوع[2] نہیں۔ پس ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو ایک اڑیل ٹٹو پر سوار
ہے کہ ڈانٹنے ٹھکرانے سے ٹٹو نکل جانے کا قصد کرتا ہے مگر عادۃً مانع ہوتی ہے اور
دو مخالف محرکوں میں کبھی پیچھے کو ہٹتا ہے اور کبھی الف ہوتا ہے۔ تمھاری لکنت خدا کے فضل
سے ایسی شدید نہیں ہے کہ اُس پر عیّ و حصر[3] کا اطلاق ہو سکے پھر بھی حقیقی[4] ہے عدا و عیب
ہی ہے۔ چوں کہ فتور داخل ذہن میں ہے ذرا اس بات کا دریافت کرنا مشکل سا ہے کہ
لکنت استرخائے اعصاب سے ہے یا تشنج سے۔ کیوں کہ استرخا اور تشنج دو حالتیں
ہیں متضاد اور دونوں کے علاج بھی لامحالہ متضاد ہوں گے اگر لکنت ہوا سترخا سے
اور علاج ہو تشنج کا بالعکس تو لکنت کو اُلٹی ترقی ہوگی۔ یہ مسئلہ متعلق تشریح ہے اور اطبائے
یونانی کلہم اجمعون[5] اس کوچے سے نابلد۔ رہ گئے ڈاکٹر سو میرے متعارفین میں کوئی
اس مرض کا اکسپرٹ یعنی حاذق نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ڈنٹسٹ[6] ڈاکٹروں کو اس میں
زیادہ ملکہ ہوگا میں نام بھولتا ہوں ایک فلسفی الکن منہ میں کنکر بھر کر گفت گو کیا کرتا تھا یہاں
تک کہ اُس کی زبان لکنت سے صاف ہوگئی۔

ہکلے کی نہیں بلکہ ایک توتلے آدمی کی حکایت ہمارے ادب عربی کی کتابوں میں ہے کہ
کوئی وزیر الثغ یعنی توتلا تھا حرف ر کے ادا کرنے سے قاصر۔ بادشاہ کو منظور رہا کہ فی
اعین الناس[7] اُس کو سبک کرے ایک مجمع میں وزیر کو حکم تحریری حوالے کیا کہ لوگوں
کو پڑھ کر سنا دو اُس میں مرقوم تھا اَمَرَ الاَمِیرُ اَنْ یُحْفَرَ البِئرُ فِی الطَّرِیْقِ لِیَرِدَ مِنْہُ الوَارِدُ وَ
الصَّادِرُ[8]۔ وزیر دیکھتے ہی سمجھا۔ اس کو زبان عربی پر اس طرح کی قدرت تھی کہ اُس نے بے فکر

---

[1] جس میں فتور یعنی ضعف ہو [2] موافقت کرنے والی [3] بند ہو جانا [4] شمار [5] سب کے سب [6] دانت بنانے
والے [7] لوگوں کے سامنے [8] حاکم کا حکم ہے کہ رستے میں کنواں کھودا جائے تاکہ اُس سے آنے جانے والے سیراب ہوں

اور فی البدیہہ تبدیل الفاظ فوراً پڑھ دیا حکم الحاکم ان یقذب القلیب فی السبیل یسقی منہ النازل والقافل۔ او ما شابہ ذالک۔

اسی طرح ہکلاپن بھی اکثر خاص خاص حروف میں ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ اُن حروف سے احتراز کیا جائے مگر اس کے لیے ضرور ہے کہ آدمی مرادفات الفاظ سے بخوبی آگاہ ہو جو لوگ تمہاری طرح کم ہکلاتے ہیں غصے کی حالت میں زیادہ ہکلانے لگتے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ عنان تمالک ڈھیلی پڑ جاتی ہے پس اس ہکلاپن کا علاج ہے کظم غیظ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ہدی اللہ۔

خط ۹۲

تاکہ انگریزی کی سرتاسر مفید تعلیم کے مقابلے میں عربی فارسی کی پرانی گلی سڑی بُسی تعلیم کا بے کار محض ہونا میری طرح تمہارے ذہن میں بخوبی بیٹھ جائے کالج کے کتاب خانے کو جاکر دیکھو۔ عربی فارسی کی الماریوں میں پاؤ گے کتابیں متقدمین کی۔ کتاب زمانہ تصنیف و تالیف کے اعتبار سے جس قدر پرانی اُسی قدر ہم لوگوں میں معتبر اور مستند برخلاف انگریزی کے کہ سو برس کی کتاب بمثل تقویم پارینہ سلسلہ درس سے خارج شتّان بینہما اسی سے ظاہر کہ کسی علم میں یا ہم نے ترقی نہیں کی۔ ہوتی تو عظام رمیم کو کیوں پڑے چچوڑتے

خط ۹۳

انگریزی خوانوں میں بڑا۔ بہت بڑا بہت ہی بڑا نقصان یہ دیکھنے میں آیا کہ ان لوگوں میں مطالعے کا دستور نہیں اور چوں کہ طبیعت پر غور اور خوض کا بوجھ نہیں ڈالتے میں نے جہاں تک دیکھا استنباط مطلب میں اکثر خطا کرتے ہیں۔ آج کل کے بی اے۔ ایم اے بات صاف تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں مطلق نہیں جچتے۔ محاورۂ الفاظ اور تعلقات سابق و لاحق اور عبارۃ کے اطراف و جوانب اور مضمون کے ماٰلہ و ما علیہ پر کبھی ان کی

---

۱ بلا غور ۲ یا جو اس سے مشابہ ہو یعنی از ین قبیل ۳ ضبط کی باگ ۴ غصے کا ضبط ۵ اگرچہ سوا اُن کے جن کی خدا نے ہدایت کی ہو لوگوں پر دشوار ہو ۶ دیکھو تو دونوں میں کتنا فرق ہے ۷ بوسیدہ ہڈیاں ۸ لفظوں کے استعمال کے مواقع ۹ اگلی پچھلی عبارۃ کے ساتھ جوڑ لگاؤ ہونا ۱۰ متعلقات - ۱۲

نظر کو احاطہ کرتے نہ دیکھا پس ان کی مثال اُس غوطہ زن کی سی ہے جس میں قعرِ دریا تک پہنچنے کا دم نہیں۔ ڈبکیاں لگاتا اور دُرِ مطلب کو نہیں پاتا۔

مطالعے کی برکت تم کو اس سے ظاہر ہو جائے گی کہ مجھ کو ریڈ صاحب نے تعزیرات ہند کے ترجمے میں شریک کیا تو میری انگریزی استعداد اس قدر ناقص تھی کہ میں پینل کوڈ کی ایک سطر بھی بے ڈکشنری نہیں سمجھ سکتا تھا اور ڈکشنری بھی وبسٹر کی نہیں

لہ مولوی بشیر الدین احمد کو یوں کہتے سنا اور وہ کہتے تھے تو اُنھوں نے اپنے والد سے سنا ہوگا کیوں کہ یہ واقعہ مولوی بشیر الدین کی ولادت سے پہلے کا ہے کہ سر جارج ایڈمنسٹن لفٹنٹ گورنر ممالک شمالی و مغربی نے پینل کوڈ ترجمے کو امر مہتم بالشان سمجھ کر اپنے اہتمام خاص میں رکھا اور چونکہ صاحب ممدوح کو مدتوں طہران میں بتقریب سفارت رہنے کا اتفاق ہوا تھا ان کو زبان فارسی میں ایسی اچھی استعداد تھی کہ فارسی میں بے تکان بلا تکلف ضانہ گفتگو کرتے تھے اور غالباً یہی وجہ واقع ہوئی کہ اُنھوں نے اس ترجمے کو اپنی ذات خاص سے متعلق رکھا کیوں کہ اس وقت کوئی یورپین اُن سے بہتر فارسی داں نہ تھا۔ جارج ایڈمنسٹن نے ہنری سٹوارٹ ریڈ ڈائرکٹر تعلیم کو اس کام کے رتسرگی میں اپنے ساتھ لیا اور ریڈ صاحب نے منشی محمد عظمۃ اللہ صاحب کو جو اُن دنوں بریلی کالج میں انگریزی کے مدرس تھے۔ تو قاعدہ یہ تھا کہ منشی عظمۃ اللہ صاحب ترجمہ کرتے اور ریڈ صاحب کے منشی مولوی کریم بخش صاحب اس کو بنظر اصلاح دیکھتے کیوں کہ انگریزی منشی عظمۃ اللہ کی اچھی تھی اور عربی فارسی مولوی کریم بخش صاحب کی اس کے بعد وہ ریڈ صاحب کو سنایا جاتا اور یوں منشی محمد عظمۃ اللہ صاحب مولوی محمد کریم بخش صاحب ریڈ صاحب مسٹر جارج ایڈمنسٹن صاحب چار شخصوں کی رائے سے ترجمہ قرار پایا۔ دورہ کرتے کرتے سر جارج ایڈمنسٹن الہ آباد آئے جہاں مولوی نذیر احمد صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ سر جارج ایڈمنسٹن تو منشی عظمۃ اللہ اور مولوی کریم بخش کو لے کر بنارس چلے گئے ریڈ صاحب کسی ضرورت سے الہ آباد ٹھیرے رہے مگر ترجمے کے چند اجزا ریڈ صاحب کے ساتھ تھے۔ ریڈ صاحب نے مولوی نذیر احمد صاحب سے کہا کہ یہ ترجمہ تھوڑا تھوڑا ہر روز مجھ کو سنا جایا کرو البتہ سنانے میں مولوی نذیر احمد صاحب بھی دخل دیتے ہوں گے یوں پہلے پہل ریڈ صاحب کو مولوی نذیر احمد صاحب کی انگریزی دانی معلوم ہوئی مولوی بشیر الدین احمد کہتے تھے کہ والد صاحب ہر روز دس بجے سے پہلے جاتے اور چار بجے تک واپس آتے اور تمام وقت کچہری میں پینل کوڈ سا تہ دفعات کا تصفیہ ہوتا مولوی نذیر احمد صاحب نے چار پانچ دن میں ترجمے کا انداز معلوم کر کے چند ورق آگے سے آپ ترجمہ کرنا شروع کیا اور جب ریڈ صاحب یہاں تک پہنچے تو منشی عظمۃ اللہ کا ترجمہ الگ رکھ کر اپنا ترجمہ سنایا پہلے ہی دن ۱۰ دفعہ کا تصفیہ ہوا جا سکتے تھے تو ریڈ صاحب ورق الٹ کر ضرور دیکھا کرتے تھے کہ آج کس قدر ہوا اس روز ایک دم سے ۱۰ دفعہ دیکھ ان کو بہت حیرت ہوئی آخر مولوی نذیر احمد نے عرض کیا کہ یہ ترجمہ میرا کیا ہوا ہے ریڈ صاحب نے اسی وقت لارڈ صاحب کے نام کی چٹھی دے کر مولوی نذیر احمد صاحب کو بھی بنارس روانہ کیا اور آپ بھی دوسرے تیسرے دن کیمپ میں جا ملے

پھر تو مولوی نذیر احمد صاحب (بقیہ صفحہ ۱۴۷ بعد و)

بلکہ رومن سکول کو اشنری۔ مگر بات کیا تھی کہ طالب العلمی کے مطالعے نے فکر کو ایسا غائر بنا دیا
تھا کہ الفاظ کی جامعیت و مانعیت پر نظر خوب دوڑتی تھی۔ ریڈ صاحب اپنے پندار میں اس کو استعداد انگریزی
کی عمدگی پر محمول کرتے تھے حالانکہ جو کچھ تھا مطالعۂ عربی کا طفیل تھا۔

خط ۹۴

... ڈپٹی کلکٹر کی استعداد انگریزی کچھ ایسی اچھی نہ تھی مگر انگریزی فیصلے خوب لکھتے تھے بعض لوگ
شبہہ کرتے تھے کہ کسی سے لکھوا لاتے ہیں۔ میں نے اس کی ٹوہ لگائی تو معلوم ہوا کہ نظائر[1] ہائی کورٹ
کے چند (غالباً سو سوا سو) فیصلے ہیں کہ اوقات فرصت میں ان کو بالالتزام نقل کیا کرتے ہیں نقل
کرتے کرتے کورٹ لینگوئج[2] و عبارات ان پر چڑھ گئی ہے اور کثرتِ کتابت سے سواد خط میں بھی پختگی کے نشان
پیدا ہو گئے ہیں۔

خط ۹۵

ایک دوست نے مجھ کو انگریزی میں ترقی کرنے کی یہ تدبیر بتائی تھی کہ اخبار سے چھوٹے چھوٹے
مضامین مثلاً آٹھ آٹھ دس دس سطر کے پڑھ دیتے اور پھر انہی مضامین کو آپ انگریزی میں لکھ
کر اخبار سے مقابلہ کیا اور جہاں اختلاف ہوا اس کو غور سے دیکھ بھال لیا اور بہ تدریج مشق کو
بڑھاتے گئے۔ مجھ کو اس تدبیر کے تجربہ کرنے کی تو فرصت نہیں ملی مگر عقل چاہتی ہے کہ بے شک
مفید ہو گی۔ تم سے ہو سکے تو کر کے دیکھو۔

خط ۹۶

جو لوگ گفت و شنود سے نہیں بلکہ کتاب بینی کے ذریعہ سے انگریزی میں استعداد
حاصل کرنا چاہتے ہیں (یاد رکھو کہ اخبار کا پڑھنا بھی اصل کتاب بینی ہے) اکثر ان سے ایک
بڑی غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ طرز عبارت سے قطع نظر کر کے محو مضامین ہو جاتے ہیں اور ان
کی محنت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مثلاً کئی گھنٹوں میں انھوں نے ایک اخبار پورا کیا۔ فارغ ہوئے
تو ان کو واقعات مستحضر[3] ہیں اور پیرایۂ عبارت کسی ایک مضمون کا بھی یاد نہیں ان کی

ترجمہ میں لیے پیش نظر ہوتے کہ مطبوعہ ہیں نے لکھنؤ میں رہ کر پہلا ایڈیشن بحکم گورنمنٹ منشی نول کشور کے یہاں چھپوایا۔

[1] ہائی کورٹ کے فیصلے نظائر کہلاتے ہیں اس لیے کہ دوسرے حکام ماتحت ان کو نظیر یعنی مثال در مقیس علیہ گردانتے ہیں [2] زبان عدالت [3] یاد۔

نہیں۔ اِن کی مثال ڈفالیوں کی سی ہے کہ ساری عمر گاتے بجاتے رہے اور تال و سُر نہ جانا۔

خط ۹۷

میں جب کسی میاں بی بی کو آپس میں لڑتے سنتا ہوں گو وہ میرے ہی بیٹی داماد کیوں نہ ہوں تو بدوں اس کے کہ دونوں کا دُکھڑا سنوں میں عورۃ ہی کو ملزم ٹھیراتا ہوں کیوں کہ ہماری سوسائٹی میں مرد کے مقابلے میں عورۃ اس قدر مجبور ہے کہ گویا اُس کی کچھ ہستی ہی نہیں پس جب بدنصیب عورۃ کو شوہر کی طرف سے کوئی امر خلاف مزاج پیش آئے چار و ناچار اُس کو صبر کرنا چاہیئے ورنہ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ[1]۔ (عبارۃ کو بہ تبدیلِ صیغ و ضمیر عورۃ سے متعلق کر لو۔)

خط ۹۸

حضرۃ موسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا تھا کہ خضر سے جا کر سیکھو وہ قصہ قرآنِ مجید کے پندرھویں پارے کے اخیر اور سولھویں کے شروع میں ہے۔ فَوَجَدَا (موسٰی و فتاہ) عَبْدًا (خضرا[2]) مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ

[1] آسمان تک ایک رسی تانے اور پھر اُس کو کاٹ دے (یعنی اٹک کر مر رہے) اور دیکھے کہ آیا اس سے اس کی ضد پوری ہوتی ہے۔ [2] پس دونوں (موسٰی اور اُن کا خادم) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (خضر) سے ملے جس پر ہم نے اپنی طرف سے فضل کیا تھا اور جس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔ اُس سے (موسٰی) کہا کہ آیا میں تیرے پیچھے چلوں اس (شرط) پر کہ خدا نے جو کچھ عقل تجھے بتائی ہو تو کچھ مجھے بتا دے۔ کہا تو میرے ساتھ ضبط نہ کر سکے گا اور کیوں کر ضبط کرے اُس چیز پہ جو تیری رسائی معلومات سے باہر ہو۔ کہا اگر خدا چاہے تو تو مجھ کو ضبط کرتا پائے گا۔ اور تیرا کوئی حکم نہ ٹالوں گا۔ کہا پھر اگر میرے پیچھے آتا ہے تو کوئی چیز مجھ سے مت پوچھ یہاں تک کہ (خود) تیرے آگے اُس کا ذکر چھیڑوں پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ناؤ میں چڑھے تو (خضر نے) اُس میں شگاف کر دیا (موسٰی نے) کہا کیا شگاف کرنے سے تیرا یہ مطلب ہے کہ کشتی کے لوگوں کو ڈبا دے یہ تو تو نے عجیب بات کی کہا کیا میں نے نہیں کہا کہ تو میرے ساتھ ضبط نہ کر سکے گا کہا میری بھول چوک پر تو گرفت مت کر اور میرے کام میں مجھ پر دشواری مت ڈال پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے سو (خضر نے) اُسے مار ڈالا (موسٰی نے) کہا تو نے ایک شخص کی جان لی بدون اس کے کہ کسی جان کا بدلہ ہو۔ یہ تو تو نے بہت ہی بُرا کیا۔ کہا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ضبط نہ کر سکے گا

مِن لَّدُنَّا عِلْمًا قَالَ لَهُ مُوسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا

الغرض خضر نے موسیٰ سے شرط کر لی تھی کہ تم میری کسی بات میں دخل نہ دینا۔ موسیٰ سے صبر نہ ہو سکا اور لگے بات بات پر الجھنے۔ پہلی دفعہ خضر نے ان کو متنبہ کیا بہ ایں عبارۃ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ پھر دوبارہ اُس عبارۃ میں لَكَ زیادہ کر کے گویا شکنجہ ملامت کا ایک پیچ اور کس دیا۔ اس پر ایک ظریف بے ساختہ بول اُٹھے کہ موسیٰ تو چلبلے تھے ہی خضر بھی کچھ کم غصیلے نہ تھے کہ دوسری ہی خطا میں لام کاف[1] پر اُتر پڑے۔

خط ۹۹

سید احمد خاں صاحب کی شان ایسی ارفع و اعلیٰ ہے کہ ما و شما کو اُن کی نسبتہ کسی رائے کا ظاہر کرنا داخل شوخ چشمی ہے۔ جس طرح کا برتاؤ میں نے سید احمد خاں صاحب کے ساتھ روا رکھا ہے تم کو اُس سے میری رائے کا مستنبط کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔ میں نے مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں بورڈنگ ہوس بنوایا دو کوٹھے ہیں دونوں میں چندہ دیا اپنے سارے خاندان کے نام کی جالیاں احاطۂ مدرسہ میں نصب کرائیں یعنی مدرسۃ العلوم کو مسلمانوں کے لیے مفید اور اُس کی تائید کو داخل مثوبات سمجھا۔ اس وقت تک سید احمد خاں صاحب کے اخبار یا لکچر یا موعظ یا تحریرات کا ایک پرچہ بھی مول نہیں لیا یعنی مجھ کو اُن کے معتقدات بالکل سراسر[2] تسلیم نہیں۔ سید احمد خاں صاحب کی تفسیر ایک

[1] لام کاف اردو میں تو تڑاق سخت کلامی [2] سراپا۔ پورے طور پر۔

دوست کے پاس دیکھنے کا اتفاق ہوا میرے نزدیک وہ تفسیر دیوان حافظ کی اُن شرح سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی جن کے مصنفین نے جوڑ توڑ سے کان گانٹھ کر سارے دیوان کو کتاب تصوف بنانا چاہا جو معانی سید احمد خاں صاحب نے منطوق آیات قرآنی سے اپنے پندار میں استنباط کیئے (اور میرے نزدیک زبردستی مڑھے اور چپکائے) قرآن کے منزل من اللہ ہونے سے انکا کرنا سہل ہے۔ اور ان معانی کو ماننا مشکل۔ مجھ کو تم نا پڑا۔ ہاں ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ معنی ہیں جن کی طرف نہ خدا کا ذہن منتقل ہوا نہ جبریل حامل وحی کا نہ رسول خدا کا نہ قرآن کے کاتب و مدوّن کا نہ اصحاب کا نہ تابعین کا نہ تبع تابعین کا نہ جمہور مسلمین کا۔ مگر میں نے تم کو بار بار منع نہیں کیا کہ مذہب کے گورکھ دھندے کو سلجھانے کا ابھی تمھارا وقت نہیں۔ محکمات کیا کم ہیں کہ آدمی متشابہات تاویل میں لاحاصل بھٹکتا پھرے۔

خط ۱۰۰

دنیا عبارت ہے روپے سے میں نہیں سمجھتا کہ افلاس کے ساتھ دنیا میں کوئی چیز بھی انسان کو راحت پونہچا سکتی ہے بے وقتی مفلسی کا نتیجہ عاجلہ ہے۔ دولت کا کمانا مشکل حاجت کے پیش آنے سے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اُس سے بچنے کی دو ہی تدبیریں ہیں اول نفس کشی جس کا مرادف شایانگریزی میں سلف ڈنائل ہے دوسری مایحتاج الیہ کا بہم پونہچانا پہلی تدبیر اختیاری ہے انسان غور کرنے سے بہ تدریج اپنے خیالات پر غالب آ سکتا ہے یہاں تک کہ جس طرح جسم کے سُن پڑ جانے سے قوۃ لامسہ کا احساس باطل ہو جاتا ہے اسی طرح مجاہدے سے نفس کو احساس حاجت باقی نہیں رہتا اور محتاج الیہ کا مہیا ہو جانا ظاہر ہے کہ ہمیشہ اختیاری نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں سلف ڈنائل کے بدون زندگی نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا بہت سلف

سلہ خدا کے ہاں سے اُترا ہوا سلہ محکمات وہ باتیں جن میں کسی طرح کے شک شبہہ کا دخل نہیں اور متشابہات وہ جو تاویل طلب ہیں جیسے بَلْ یَدٰاہُ مَبْسُوطَتَانِ خدا کے دونوں ہاتھ فراخ ہیں یعنی اُس کی داد و دہش ایسی افراط سے کہ دونوں ہاتھوں سے لٹا رہا ہے اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ جدھر کو مونہ کرو اُدھر کو اللہ کا بھی رخ ہے حالانکہ خدا ہاتھ اور مونہ سے منزہ ہے ایسے مواقع میں ہم کو حکم ہے ظاہر عبارت پر ایمان لاؤ اور تاویل سے سکوت کرو

سلہ جلد مرتب ہونے والا۔

ڈنائل سبھی کو کرنا پڑتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بعض کو خواہش کے مطابق سامان میسر آ سکتا ہے مگر نفس پر قادر ہیں اور بہ طوع خاطر سلف ڈنائل کرتے ہیں وہ محمود اور بعض بہ مجبوری ع
عصمت بی بی ست از بے چادری۔

ہم لوگوں میں تربیت اولاد کا ایسا بُرا دستور ہے ہم خود اپنے بچوں کو سودے سلف کی چاٹ لگا کر چٹورپن سکھاتے ہیں لاجرم ہمارے لڑکے بڑے ہو کر اکثر مسرف ہوتے ہیں ہمارے شہر کے مسلمانوں میں پنجابی جن کا پیشہ تجارت ہے اچھا مقدور رکھتے ہیں اور خوش حال ہیں میں ایک مدت تک غور کرتا رہا کہ یہ لوگ مال دار بھی ہیں اور خدا نے اس قوم کو روپیہ پیسے کے علاوہ حسن کی دولت بھی دی ہے اور ان لوگوں میں پڑھنے لکھنے کا رواج بہت کم ہے کیا سبب ہے کہ ان کے نوجوان لڑکے ہم ہندوستانیوں کے لڑکوں کی طرح آوارہ نہیں ہوتے آخر یہ بات معلوم ہوئی کہ ان کے لڑکے شروع سے بڑوں کو دیکھتے ہیں کہ دولت کے بڑھانے کے پیچھے پڑے ہیں اس طرح کے ابتلا کا پیشہ ہے کہ مال کی نکاسی اور اگاہی اور تقاضے اور فرمائش اور حساب و کتاب کے فکر سے کسی وقت نجات نہیں یہ اشتغال اور انہماک ان کے لڑکوں کو نہیں بگڑنے دیتا۔

خط ۱۰۱

لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ انگریزی تعلیم رفتہ رفتہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک کر دے گی لیکن علیٰ[۲] رغم التوقع چند سال سے دیکھتے ہیں کہ دونوں قوموں میں اُلٹی ایک طرح کی مخاصمت سی پیدا ہو جاتی ہے اگر یہ مخاصمت صرف طرفین کے عوام میں ہو تو کچھ پروا کی بات نہیں مگر افسوس ہے کہ تعلیم یافتہ اور انلائٹنڈ[۳] لوگوں کے دلوں میں تکدر آ گیا ہے یہ باہمی نفاق اگر بڑھ گیا ممکن نہیں کہ ملک کو پنپنے دے۔ اس فتنہ خوابیدہ کو بیدار کیا ہے تاریخوں نے جو سرکاری مدارس کے کورس[۴] میں داخل ہیں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمانوں بادشاہوں نے ہندوؤں کے ساتھ ظالمانہ مدارات کی لیکن کس قوم کی شخصی سلطنت میں (اور سلطنت بھی بہ زور شمشیر حاصل کی ہوئی) ایسی مثالیں نہیں ہیں۔

---

[۱] فضول خرچ [۲] بہ خلافِ امید [۳] روشن خیال [۴] نصاب۔

اور اگر بعض مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا ہو تو بعض نے (اور یہ بعض اُن بعض
ظالموں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں) ہندوؤں کے ساتھ سلوک بھی ایسے ایسے کیئے
ہیں کہ کسی گورنمنٹ نے غیر مذہب کی رعایا کے ساتھ نہ کیئے ہوں گے مسلمان کی سلطنت
میں ظلم متوارث ہوتا تو آج ہندو دوا کو بھی ڈھونڈے نہ ملتے (مجھ سے اور سررشتہ تعلیم
کے کسی افسر سے اگر کبھی ملاقات کا اتفاق ہوا تو میں ضرور اُس سے کہہ کر رہوں گا کہ ایسی
تاریخیں بنا دو یا بہ فرمائش بنوا دو اور مدارس میں پھیلا دو کہ یہ دونوں قومیں پچھلی نااتفاقیوں
کو بھلا کر آئندہ صلح کاری سے زندگی بسر کریں مگر میری کون سنے گا۔ خدا کرے گورنمنٹ
کو خود ہی سوجھ پڑے۔

خط ۱۰۲

یہ خیال کرنا بڑی بے انصافی اور ہٹ دھرمی کی بات ہو کہ دوسری قوموں کے
رسم و رواج عموماً لغو و بیہودہ ہیں اور اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ہٹ دھرمی کی بات
یہ ہو کہ کسی دوسری قوم کے آدمی سے نفرت کی جائے یا اُس کو نظرِ حقارت سے دیکھا جائے
صرف اس وجہ سے کہ وہ دوسری قوم کا ہے۔ ہم کو ہندوؤں کے ساتھ بڑا قومی تعلق ہو
جس کی لوگ کیسی عمدہ تشبیہ دیتے ہیں کہ ہمارا ان کا دامن کا ساتھ ہے۔ ہمارا ان کا ایک جگہ
رہنا سہنا ملنا جلنا۔ لین دین پشت ہا پشت اور سینکڑوں برس کا ہے۔ ہم آپس میں لڑیں
یا جھگڑیں روٹھیں یا بگڑیں مگر کہلائیں گے ہندوستانی۔ انڈین[1] نیٹو کالا لوگ۔ ہم دونوں
کے اغراض ایسے مشتبک[2] اور وابستہ یکدگر ہیں کہ ہم کسی طرح ایک دوسرے سے
چھوٹ نہیں سکتے پس ہم دونوں کا مفاد اسی میں ہو کہ جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے
کی طرف سے دل صاف رکھیں۔

ہاں تو میں ہندوؤں کے چند رواج بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے گائے
بیل کی بزرگ[3] داشت سے چلو۔ اُن منفعتوں پر نظر کر کے جو بنی نوع انسان کو اس جانور
سے پہونچتی ہیں تو دنیا کا کوئی جانور اتنا بہ کار آمد نہیں سب پر مقدم کاشت کاری کو اُس میں

[1] ہندوستانی [2] دست و بغل [3] خدمت گزاری خبر گیری۔

جتنے کام مشقت کے ہیں تمام[1] اسی جانور سے لیے جاتے ہیں۔ سواری۔ باربرداری۔ دودھ گھی یہاں تک کہ مرے پیچھے بھی ہڈی چمڑا۔ سینگ کوئی چیز بے مصرف نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس شخص نے ہندوستان میں اس جانور کی بزرگ داشت کا قاعدہ جاری کیا بڑا ہی دانشمند اور عاقبت اندیش ہو گذرا ہے۔ اُس نے ملکی ضرورت پر نظر کی اور یہ بھی سمجھا کہ تا وقتے کہ داخل احکام مذہبی نہ کی جائے پوری پوری بزرگ داشت ممکن نہیں۔

اسی طرح گنگا جمنا کی تعظیم بھی بے اصل نہیں۔ میں اپنے نفس پر قیاس کرتا ہوں کہ مجھ کو بجنور کے تعلق سے گنگا کے ساتھ ایک اُنس خاص ہے۔ جب کبھی عبور کا اتفاق ہوتا ہے پیاس نہ بھی ہو تو بے اختیار اُس ہاضم اور شفاف اور سرد پانی کو جی چاہنے لگتا ہے کئی بار ایسا بھی ہوا کہ نماز کا وقت نہیں ہے اور میں ٹھیر رہا ہوں کہ دریا کے پانی (گنگا جل) سے (اشنان نہیں) وضو کر کے دو رکعتیں پڑھ لوں تو چلوں۔ ہندوستان کی کروڑوں بگیہ زمین گنگا اور جمنا سے سیراب ہوتی ہے۔ معلوم ہے کہ پانی محاسن قدرت میں سے ہے اور لوگ مصنوعی تالابوں اور نہروں سے جی خوش کر لیتے ہیں تو کیا گنگا جمنا ان سے بھی گئی گزری ہوئیں۔ ملک کی گرمی اور آب و ہوا کے لحاظ سے ہندوؤں میں ہر روز کے غسل (اشنان) کا قاعدہ بھی پسند کرنے کے قابل ہے۔

یورپ میں ڈاکٹروں کا اگر اجماع نہیں تو غلبہ رائے اس طرف ضرور ہے کہ انسان کو خدا نے گوشت کھانے کے لیے نہیں بنایا کیوں کہ اس کام کے لیے نہ تو اس کے دانت مناسب ہیں نہ معدہ۔ کیوں کہ گوشت خوار جانوروں کے معدے میں ایک قسم کے تیزاب کی تولید ہوتی رہتی ہے جو گوشت کو خوب ہضم کرتا ہے۔ انسان کے معدے میں اُس تیزاب کے پیدا کرنے کی بھی صلاحیت نہیں۔ یہ ہے ماخذ وجیٹیرین[2] لوگوں کا جو ہمارے ملک کے ہندوؤں کی طرح گوشت نہیں کھاتے اور یورپ میں یوماً فیوماً زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ ایک بار اخبار میں نظر سے گذرا کہ امریکہ کے ڈاکٹروں نے بہ دلائل ثابت کیا ہے

[1] سب کے سب [2] نباتات خور۔

کہ آدمی کا جھوٹا آدمی کو طبّاً مضر ہے۔

غرض کسی قوم کسی ملک کا کوئی متبذل سے متبذل رواج بھی مصلحۃ سے خالی نہیں ہاں ممکن ہے کہ لوگ اس میں کچھ مبالغہ کرنے لگے ہوں یا لوگوں کی حالۃ بدل جانے سے اُس میں ترمیم کی ضرورۃ ہو۔ ان وقتوں کے انگریزی خوانوں کا عام رُجحانِ طبع کہ اپنے ملک کی ہر چیز کو حقارۃ سے دیکھتے ہیں انھی کے بے جا تعصب اور نادانی کی دلیل ہے۔

مدۃ کی بات ہے۔ گورکھپور میں کچھ دنوں شہر کی صفائی کا چارج میرے پاس رہا ولایت سے صفائی کے متعلق ایک کتاب نئی آئی تھی۔ صاحب کلکٹر نے مجھ کو دی کہ دیکھو اس میں سے شاید کوئی بات اخذ کرنے کی ہو۔ میں نے اُس کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک کمیشن[ل] بیٹھی تھی اس بات کی دریافت کے لیے کہ سلب عفونۃ کی آسان تدبیر کیا ہے اہل کمیشن نے فرانس۔ قسطنطنیہ۔ عرب۔ مصر۔ ہندوستان۔ غرض تمام اطراف واکناف میں برسوں تحقیقات کی۔ آخر کار ثابت ہوا کہ مٹی بالخاصہ دافع عفونۃ ہے وہ کتاب جو صاحب نے مجھ کو دی تھی اس کمیشن کی رپورٹ تھی۔ اُس کے پڑھنے سے مجھ کو دو خیال پیدا ہوئے۔ اول تو انگریزوں کی تلاش کہ ایک سڑی سی بات کے لیے اس قدر زحمۃ۔ دوسرے جو بات اس قدر تحقیقات کے بعد دریافت ہوئی اب سے تیرہ سو برس پہلے ہمارے پیغمبر صاحب کو بکلیۃ[۲] مِنَ الصَّلٰوۃِ اَکْمَلُہَا وَاَتَمُّہَا معلوم تھی اور انھوں نے مٹی کو طاہر[۳] طہور فرمایا۔

خط ۱۰۳

تبنیّٰی فی شیٔ عنا[۴] کچھ اصل نہیں وَمَا جَعَلَ[۵] اللّٰہُ اَدْعِیَاءَکُمْ اَبْنَاءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ

ل انجمن ۲ اُن پر کامل نزار تمام توجہ ۳ پاک اور پاک کرنے والی ۴ ہماری شرح میں ۵ اور جن کو بیٹا لگر پکارتے ہو (یعنی تمھارے لے پالک) اُن کو خدا نے تمھارا بیٹا نہیں کیا۔ یہ تو تمھارے منہ کی بنائی بات ہے اور خدا سچی کہتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے اُن کو اُن کے باپوں کا کہ کر پکارو یہ خدا کے نزدیک زیادہ قرینِ راستی ہے۔ پس اگر اُن کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو تمھارے دینی بھائی اور یار و مددگار ہیں۔

بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۔

ایک آدمی جو متبنّیٰ بیٹا ہے اور ایک مرغی جو اپنے انڈے سینے کو نہیں پاتی اور کنکر پتھر لے کر بیٹھتی ہے دونوں ایک ہی طرح کا ضعف طبیعت ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی ضرورت اکثر دولتمندوں کو پیش آتی ہے جو دولت کے لیے کوئی مصرف نہیں پاتے لیکن اس سے کہ ایک شخص خاص بلا استحقاق متمتع ہو اور جب بے زحمت پائے گا تو بے دریغ اڑائے گا بھی ضرور، تعمیم منفعت بہ مدارج بہتر ہے[1] وَاَنْحَاءُهَا كَثِيْرَةٌ وَمِنْهَا اِعَانَةُ طَلَبَةِ الْعُلُوْمِ وَالْعُمْيَانِ وَالصُّمِّ وَالْبُكْمِ وَالْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ ۔

خط ۱۰۴

اُس شخص کو جس نے یونانی انگریزی کسی قسم کی طب نہ پڑھی ہو اور خدا کے فضل سے بیمار بھی کم تر ہوا ہو بلکہ بہ حساب نہ ہوا ہو دونوں طریقوں میں محاکمہ کرنا مشکل ہے مگر میں بیمار نہیں رہا تو بیمار دار رہا اس سے میرا ذاتی خیال یہ ہے انگریزی دوائیں لطیف قلیل المقدار۔ سریع العمل۔ قوی الاثر۔ آلات عمدہ۔ معلومات متعلقہ تشریح کامل۔ الغرض طب انگریزی کی طرف موجبات ترجیح بکثرت ہیں اور ہونے چاہئیں مگر ایک بڑا بھاری عیب بھی ہے کہ تشخیص کی غلطی (اور چونکہ طب علم ظنی ہے اُس میں غلطی کا ہونا کچھ بعید نہیں بلکہ کثیر الوقوع ہے) بیمار کا جلد کام تمام کر دیتی ہے۔ مرض کی وجہ سے طبیعت ہوتی ہے ضعیف علاج غلط کی مقاومت پر قادر نہیں ہو سکتی اور یہی سبب ہے کہ ڈاکٹروں کے بیماروں کو مہینوں برسوں گھلتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ چٹ پٹ یا ادھر یا اُدھر ان کے علاج کی مثال ایسی ہے جیسے ریل کہ اگر انجن ڈرائیور انجن کو جو سناٹے کے ساتھ فل سپیڈ میں چلی جا رہی ہے کہ اُس کو غلطی پر ایسے وقت پر متنبہ ہو گا کہ ٹرین ٹوٹ پھوٹ کر برباد ہو چکی ہو گی یا ٹرین کا بچانا اُس کے اختیار سے خارج ہو گیا ہو گا۔ اصل بات یہ ہے کہ حقیقت میں تربدن ہے طبیعت

---

[1] نفع کو عام کرنا[1] اور اُس کے طریقے بہت ہیں اور من جملہ اُس کے طالب علموں اور اندھوں اور بہروں اور گونگوں بیماروں اور دوسروں کی اعانت ہے[2] مقابلہ[3] انجن کا ہانکنے والا[4] پوری تیزی ۔

وہی مریض ہے وہی طبیعت وہی دوا۔ اور انگریزی یونانی کسی قسم کی طب کیوں نہ ہو حتیٰ کہ گنڈے تعویذ۔ ٹوٹکے۔ جھاڑ۔ پھونک سارے ڈھکوسلے ہیں طبیعة کو قوت دینے کے سبب کو جس کا اعتقاد وہی اُس کا شفا اور اُسی میں اُس کا مفاد۔ مفرد امراض کے لیے میرے نزدیک انگریزی علاج بہتر ہے مگر امراض مزمنہ میں میں یونانی علاج کو پسند کرتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔

خط ۱۰۵

چوں کہ اسلام میں رہبانیتہ[1] نہیں اور یہ سب سے قوی دلیل اُس کی اصلی صداقت کی ہے تو جو خوشی انسان کانوں کی راہ حاصل کرسکتا ہے کلیتہً ممنوع نہیں ہونی چاہیئے اور ممنوع ہے بھی نہیں مگر موسیقی کو باقسامہا ایسے نالائق پاجی لوگوں نے اپنا پیشہ ٹھیرا رکھا ہے کہ کوئی شریف ان کی صحبت میں بیٹھ کر (اگرچہ کبھی کبھی اور تھوڑی ہی دیر کے لیے کیوں نہ ہو) با وقار اور وضع دار لوگوں کی نظر میں شریف رہ نہیں سکتا اور یہ بھی ممکن نہیں کہ انسان موسیقی کا مذاق رکھے اور اہل فن سے نہ ملے۔ پس تقاضائے سوسائٹی یہ ہے کہ اس مذاق کو طبیعة میں پیدا نہ ہونے دیا جائے مذاق کا پیدا نہ ہونے دینا کچھ بھی مشکل نہیں مگر پیدا ہوئے پیچھے طبیعة کا ضبط کرنا مشکل نہیں بلکہ محال ہے۔

خط ۱۰۶

تم مجھ سے انگریزی تعلیم کی بہت مدح سنتے رہے ہو اس لیے کہ تمھیں انگریزی پڑھوانی منظور تھی اب کہ تم نے اتنی انگریزی پڑھ لی جتنی کوئین[2] امپرس وکٹوریا کی رعایا میں سے ہر بھلے آدمی کو ضرور ہے تو لو اب اُس کی برائیاں بھی سنو کیوں کہ ہر چیز میں حسن و قبح دونوں کے محامل ہوتے ہیں۔ ع نفع و جملہ بگفتی ضررش نیز بگو۔

یہ میری اکیلے کی رائے نہیں ہے بلکہ عام لوگوں کی اور خود انگریز بھی اس کے شاکی ہیں کہ ہندوستانی انگریزی پڑھ کر مغرور اور گستاخ اور خود پسند ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے

---

[1] کہنا ہے جیسا ہندوؤں میں جوگ سنیاس ویسی ہی عیسائیوں میں رہبانیتہ ہے اس کی تمام قسموں کے ساتھ
[2] ملکۂ قیصرہ وکٹوریا فرماں روائے انگلستان وہندوستان ہے پہلو۔

کہ جب ایک قوم کو خدا سلطنت دیتا ہے کہ وہ دنیا کی بہشت ہے تو اُس قوم کی سب چیزوں میں شان حکومت آجاتی ہے اور زبان بھی اُس عموم سے مستثنیٰ نہیں۔ انگریزی کی وسعت کا تو یہ حال کہ اگر علم فلاحت۔ یا کیمیا یا طب یا تشریح یا نیچرل[1] فلاسفی۔ غرض سائنس کی کسی کتاب کو ترجمے کے ارادے سے لے کر بیٹھو تو سطر پیچھے دو چار لفظ ضرور ایسے ہوں گے کہ اردو بے چاری کی تو کیا ساط ہے۔ کی آمدی کی پیرشدی۔ عربی بن جو ہماری کلاسیکل لینگویج ہے ان کے مراوف نہیں ملتے پس یہ مجبوری یا تو نئے الفاظ گھڑ دیا بعینہا انگریزی کے الفاظ رہنے دو اور دونوں پیرائے بھونڈے اور انھی وقتوں کی وجہ سے ہم علوم جدید سے محروم۔ مصر اور قسطنطنیہ کے عربی اور فارسی کے اخبار دیکھو تو تم کو اس کی تصدیق ہو۔ جو شخص فرنچ[2] اور انگریزی کے مصطلحات نہیں جانتا ان اخباروں کا ایک آرٹکل بھی نہیں سمجھ سکتا۔ شاہ ایران کے روزنامچہ سفر ولایت کا بھی یہی حال ہے اور خود ہماری زبان میں بھی الفاظ انگریزی برابر داخل ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہ ضروری نتیجہ ہے انگریزوں کے غلبۂ قومی یعنی سلطنت کا کہ ان کی زبان دوسری زبانوں پر غالب آتی چلی جاتی ہے۔ پس وہ جو میں نے کہا تھا کہ جب خدا کسی قوم کو سلطنت دیتا ہے تو اُس کی سب چیزوں میں شان حکومت آجاتی ہے زبان انگریزی کی یہ ایک شان حکومت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انگریزی میں ابتذال اور خوشامد اور مبالغہ اور جھوٹ نہیں۔ ہمارے یہاں بیسوں انشائیں صرف القاب آداب معمولی خیر و عافیت رسمی شوق و انتظار کے لیے پڑھنی پڑتی ہیں پھر اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی ہے طرزِ مراسلت ایسا بگڑا ہے کہ بچپن سے عادتیں پڑی ہوئی ہیں اس سے احساس نہیں ہوتا ورنہ آدھا جھوٹ اور باقی آدھے میں اپنی تذلیل بے سبب مخاطب کی مدح بلا استحقاق۔ لوگوں کو تعصب اور ہٹ دھرمی سے کفرانِ نعمت کرنے دو۔ اپنا تو مقولہ یہ ہے کہ فارسی لٹریچر نے ہماری تہذیب کو بالکل برباد کر دیا تھا۔ اب اردو پر انگریزی رنگ آتا چلا ہے۔ زبان مبالغے اور ابتذال کے عیوب سے بہت پاک ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے سیدھی اور صاف بات

[1] طبیعات یا فلسفۂ طبعی [2] طبقۂ اعلیٰ کی زبان [3] فرانس۔

میں لوگوں کو مزہ ملنے لگا ہے۔ کچہری کا ایک ادنی محرر بھی خاص کر مسلمان اپنے تئیں خانہ زاد اور نمک پرورد اور فدوی اور خاک پا اور حاکم کو خدا وند خدا ایگاں۔ پیر و مرشد قبلہ عالم نہیں کہنا چاہتا۔ غرض انگریزی نے ہر ایک کے کان میں پھونک دیا ہے کہ وہ بھی آدمی ہے۔ جان و مال اور عزت رکھتا ہے... اُس کے سب حقوق محفوظ ہیں کوئین امپرس وکٹوریا کی رعیت اور ایک حد تک حاکم وقت کا محکوم ہے۔ مگر کسی کا زرخرید غلام نہیں۔ اُس پر اپنے افسر کا ادب لازم ہے نہ پرستش۔ وہ خوشی سے سلام کرتا ہے نہ سجدہ۔ مؤدب الفاظ میں بات کا جواب دیتا ہے لیکن گڑگڑا کر اور ہاتھ جوڑ کر نہیں۔ وہ اگر قصور وار ہے ضابطے کی سزا کو خوش دلی سے انگیز کرتا ہے مگر ڈیم فول سننے کی اُس کو مطلق برداشت نہیں۔

اگر انگریزی خوانوں کے غرور کی شکایت انگریزوں سے سنی گئی ہوتی تو ہم سمجھتے کہ بعض نوجوان۔ تازہ ولایت۔ تیز مزاج انگریز یا جی خدمتگاروں میں رہ کر بدزبانی کرنے لگتے ہیں۔ عجب نہیں کسی غیور سے پالا پڑ گیا ہو اور اُس نے بات کا تبنگڑ بنا کھڑا کیا ہو مگر انگریزی خوانوں کے غرور کے اور بہت سے شواہد ہیں اور تم خود محتسبانہ ان کے حالات کی تفتیش کرو گے تو مان لو گے کہ انگریزی خواں کُل نہیں تو اکثر اپنی ہی سوسائٹی کو نظر حقارت سے دیکھنے لگتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سوسائٹی میں کوئی عیب نہیں بے عیب ذات خدائی مگر ہم کو اپنے ملک کے انگریزی خوانوں سے دو طرح کی گفت و گو ہے اوّل تو ہم کو اسی میں کلام ہے کہ جس کو انگریزی خواں عیب سمجھتے ہیں فی نفسہ عیب بھی ہے یا نہیں انگریزی پڑھنے سے آدمی ضرور کسی نہ کسی قدر پر تجویز کا سد ہو جاتا ہے یعنی اُس کے ذہن میں انگریزی کی خوبی قدر واجب سے زیادہ بیٹھ جاتی ہے۔ یوں تو حکومت کی وجہ سے انگریزوں کی تمام ادائیں تھوڑی بہت سبھی کی نظروں میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں معلوم ہوں گی پرسوں گی۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ

ل برداشت ۲ سم بابی گد ھا ۳ غیرت مند اس کا مرجع انگریزی ہے ۴ بے تحقیق کیے ہوئے پہلے سے ایک خیال جا لینے والا ۵ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

مگر انگریزی خواں تو گویا انگریزوں کے بھاٹ ہیں۔ ہماری سوسائٹی کے عیوب بے چارے انگریزی خواں ہم سے زیادہ کیا جان سکتے ہیں۔ ہم آپ ہی نہ گنوادیں۔ ہم میں لاکھو عیبوں کا ایک عیب تو یہ ہی مفلسی و مفلسی بھی لازم کہ اب سے شاید دس نسلوں تک دفع ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس پہ مزید تعصب۔ جہالت۔ بے ہنری۔ بے ہمتی۔ کاہلی ناعاقبت اندیشی۔ خود غرضی۔ باہمی نااتفاقی۔ یعنی تمام لوازم بداقبالی۔ مگر بڑا رونا تو اسی کا ہی کہ ہمارے انگریزی داں بھائی جو ہمارے ملک کے گلِ[1] سرسبد سمجھے جاتے ہیں ان وجوہ سے ہم کو ذلیل نہیں سمجھتے اور کس منہ سے سمجھیں کہ یہ عیوب بتمامہا مع شیٔ زائد خود اُن میں موجود ہیں ہماری آنکھ میں ناخنہ ہی تو اُن کی بیٹنیٹ ہم کانڑے ہیں تو وہ اندھے ہم ہکلے ہیں تو وہ گونگے انگریزی خوانوں میں اگر بلند نظری ہوتی تو بھلے ہی دن نہ ہوتے ان کو تو ہم میں ایک ہی عیب سوجھتا ہی کہ ہم انگریزوں کی طرح کا طرز تمدن کیوں نہیں اختیار کرتے۔ اُنھی کے سے مکان میں رہیں۔ اُنھی کے سے کپڑے نہیں۔ اُنھی کی طرح کھائیں پییں۔ اُنھیں کی طرح عورتوں کو آزاد کر دیں کہ ہُڑ دنگیاں با ہر پڑی پھریں گویا ان دانش مندوں کے نزدیک انگریزوں کا دنیاوی عروج اُن کے طرز تمدن کی وجہ سے ہی ع۔ فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست۔ ارے عقل کے دشمنوں انگریزوں کی وہ صفتیں ہی دوسری ہیں جو اُن کی ترقی کا سبب واقع ہوئی ہیں۔ محنت۔ جفاکشی۔ تفتیش و تلاش۔ استقلال۔ ضبط اوقات۔ علوم جدید میں توغل۔ قومی اتفاق۔

مجھ کو تمام عمر انگریزی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کی تمنا کی پس مجھ کو انگریزی سوسائٹی کا بہت ہی تھوڑا حال معلوم ہی لیکن جتنا معلوم ہی اس کی نسبت تو میرا خیال اچھا نہیں۔ بھلا ایسے لوگوں کی سوسائٹی میں داخل ہونے کی کیا کسی غیر قوم کے دو آدمی کو رغبت ہوگی جن کی مزاجوں میں اس قدر اجنبیت ہو کہ ایک ہی قوم کے دو آدمی مدتوں ایک ہوٹل یا جہاز میں رہیں۔ دونوں وقت۔

[1] ڈالی کے سرے پر کے پھول [2] گل بلکہ کسی قدر زیادہ ہی۔

ایک میز پر کھانا کھائیں۔ اور ایک دوسرے سے معرفت نہ پیدا کر سکیں۔ معلوم ہے کہ انگریزوں
میں عورتوں کے پردہ کا دستور نہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مرد ہو یا عورت علیٰ رؤس
الاشہاد ناچنے کا عیب نہیں اور ناچنا بھی ہمارے ملک کا سا نہیں بلکہ مرد اور عورت ایک
وضع خاص سے بغل گیر ہو کر ناچتے ہیں۔ خیر یہ تو ہر ملکے ہر رسمے مجھ کو اس مقام پر ایک
اور ہی بات کہنی منظور ہے کہ اگر ناچنے میں تمہیں اور میری کا جوڑ الگ جائے تو یہ اختلاط داخل
ملاقات نہیں۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے سے اجنبی کے اجنبی۔ چھوٹے چھوٹے بچوں
کو یہ لوگ پڑھنے کے لیے ولایت بھیج ہی دیتے ہیں۔ تم نے بھی خیال کیا ہوگا کہ یہ لوگ
چاہے اکیلے ہوں مگر اکثر رہیں گے الگ کوٹھی میں۔ ان باتوں سے ایسا مستنبط ہوتا ہے
کہ انگریزوں کی طبیعتیں اُنس پذیر کم ہیں۔ آدھے وحشی تو ہم اب سمجھے جاتے ہیں اگر
کہیں ایسے روکھے مزاج ہمارے ہوتے تو پورے وحشی نہیں بلکہ ڈیوڑھے پون دونے
وحشی ہونے میں کیا کسر تھی۔

رہ گیا طرز تمدن۔ اس میں عورتوں کو بڑا دخل ہے۔ اور کیوں نہ ہو آخر وہ بھی تو سوسائٹی
میں داخل ہیں۔ ہم میں اور انگریزوں میں بڑا اختلاف ان عورتوں کی وجہ سے ہے۔
اب اس کا محاکمہ کون کرے کہ عورتوں کے ساتھ کون سی سوسائٹی کی مدارات مناسب
ہے اس مقام پر مجھے ایک نقل یاد آئی۔ میرے ایک معزز دوست کہتے تھے کہ ہمارا
سارا خاندان کا خاندان شیعہ ہے۔ میں نے بڑے ہو کر سنی شیعوں کے اختلافات
کی تحقیقات کی اور آخر کار میری رائے اس پر قرار پائی کہ سنی برسر حق ہیں چنانچہ میں
سنی ہو گیا۔ خاندان کے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ مباحثات رہتے تھے اور ہر ایک کو
سنی ہو جانے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ ایک بی بی میری بزرگ تھیں۔ اُن سے بھی میں ہمیشہ
کہتا رہتا تھا کہ سنی ہو جاؤ۔ وہ بی بی میری باتوں کا جواب تو کیا دیتیں سن کر چپ ہو رہا
کرتی تھیں۔ ایک دن میں نے ان بی بی سے کہا کہ آخر کچھ بیان تو کرو کہ تم کو سنی ہو
جانے میں تامل کیوں ہے تو اُن بی بی نے فرمایا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ مجھ کو ان ہونق[1] (اصحاب ثلاثہ)

[1] لوگوں کے سامنے کھلے خزانے یہ نقل کفر کفر نباشد۔

کے نام ہی بُرے معلوم ہوتے ہیں۔ سچ ہے انسان ایسا ہی ضعیف مخلوق ہے کہ اُس کی رائے
پر سوسائٹی کا تھوڑا بہت اثر ضرور ہوتا ہے۔ یہ انگریزی خوانوں کے صرف منہ سے کہنے کی
باتیں ہیں ذَالِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ[1] ۔ کہ ہمارا طرز تمدن انگریزی ہو جائے دوسرے اختلاط
تو درکنار۔ مجمع میں کوئی ان سے ان کی جورو کا مزاج شریف پوچھ بیٹھے گا یا ان کے
رودررو اُس کی خوب صورتی کی تعریف کرے گا تو ممکن نہیں کہ سر سے پاؤں تک میاں
کے تن بدن میں پتنگے نہ لگ جائیں ؟

ہماری تمام اخلاقی عمارۃ عورتوں کی پردہ داری پر مبنی ہے۔ جس دن عورتوں کی
پردہ داری میں ذرا بھی خلل پڑے گا ساری عمارۃ متزلزل ہو جائے گی ۔ اگرچہ
میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس معاملے میں کسی ہندوستانی یا کسی انگریز کی رائے برسر
صواب نہیں ہو سکتی کیوں کہ ہر شخص بہ تصنع نہیں بل کہ بالطبع اپنی ہی سوسائٹی کی جانب
داری کرے گا مگر میں حتی الوسع انصاف کے ساتھ تم پر اتنی بات ثابت کرنا چاہتا
ہوں کہ ہمارے طرز تمدن کی جس قدر برائی کی جاتی ہے اُس قدر برائی کا وہ سزاوار نہیں۔
کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کی عورتیں دائم الحبس ہیں۔ شوہروں کے انتخاب میں اُن کا اختیار
واجب زبردستی سلب کر لیا گیا ہے۔ اِن کو ظلماً گھروں کی چار دیواری میں قید رکھ کر جائز
تمتعات سے محروم کیا گیا ہے۔ یہ اور اس قسم کے اور اعتراضات جو[2] ہندوستانیوں
کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے پردے کے رواج پر وارد کیے جاتے ہیں انگلش پوائنٹ[3]
آف ویو یعنی انگریزوں کی آنکھ سے دیکھا جائے تو ہمارے وحشی اور بے رحم اور سنگ دل
ہونے کی بڑی قوی دلیل معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جو عورتیں رواجاً پردہ نہیں کرتیں (اور
ہندوستان میں خاص کر دیہات میں ایسی قومیں بہ کثرۃ ہیں) اور خود انگریزوں کی عورتیں
بھی میں اپنے پندار میں سب کو مردوں کے اختلاط سے گریزاں پاتا ہوں

[1] وہ اُن کے منہ کی ابنائی ہوئی) باتیں ہیں [2] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کا پردہ
مسلمانوں سے چلا ورنہ ہندوؤں میں پردہ نہ تھا اور اب جو ہے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی [3] انگریزوں
کی نقطۂ نظر سے ۔

یعنی پردہ تمام جہان کی نسواں کا تقاضائے طبیعۃ معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر میرا یہ خیال غلط بھی ہو تاہم انگریز تو خیر غیر مذہب۔ اور غیر ممالک کے ہیں۔ یہ تو پردہ دار خاندانوں کا حال کیا جان سکتے ہیں۔ مگر ہم ہی میں کے بگڑے ہوئے مسلمان جن پر انگریزی کی سنوار ہے اور جو انگریزوں سے بڑھ کر پردے کی برائیوں کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں ایک تو ہمارے منہ پر کہہ دے کہ اُس نے کبھی کسی پردہ دار عورۃ کو پردے کی سختی کا شاکی پایا ہے۔ اس کو بھی جانے دو۔ اس کلیئے سے تو انکار نہیں ہو سکتا اَلْعَادَۃُ[۱] طَبِیعَۃٌ ثَانِیَۃٌ یا انگریزی خوانوں کے یقین دلانے کے لیئے اُسی بولی میں کیوں نہ کہو جس کی وقعت ان کے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہے ہیبیٹ[۲] از دی سکنڈ نیچر۔ تو اگر پردہ داری عام صنف نسواں کا تقاضائے طبیعۃ نہ بھی ہو تاہم رواج مستمر نے اُس کو طبیعۃ بنا دیا ہے۔ پرنس آف ویلز ہندوستان میں تشریف لائے تو کچھ قیدی رہا کیئے گئے۔ ان میں ایک ائم الحبس آغاز جوانی میں قید ہوا تھا رہا کیا گیا تو بوڑھا ہو گیا تھا۔ چند روز بعد اس نے عرضی دی کہ مجھے جیل خانے کے باہر اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ چالیس پچاس برس کی قید اس شخص کو جیل خانے سے مانوس کر دے اور صدہا برس کی اَمًّا عَنْ جَدٍّ[۳] متوارث پردہ نشینی کے بعد عورتوں کا دیدہ ہوائی رہے کسی کی عقل اس کو قبول کرے گی؟۔ غرض عورتوں کی طرف سے وکالۃً جو پردہ داری کی شکایتہ کی جاتی ہے محض لغو اور بے اصل ہے۔ مجھ کو حقیقۃ میں ہنسی آتی ہے کہ پردہ کی وجہ سے مسلمانوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ عورتوں کی کچھ قدر نہیں کرتے اور میں کہتا ہوں کہ پردہ ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ جیسا اپنی عورتوں کو ہم عزیز رکھتے ہیں دنیا میں کوئی قوم نہ رکھتی ہوگی۔ ؎

غیرۃ از چشم برم روے تو دیدن ندہم — گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

جتنے اعتراض عورتوں کے پردہ پر وارد کیئے جاتے ہیں سب میں یہ اعتراض کسی قدر جاندار ہے کہ شوہروں کے انتخاب میں پردہ دار عورتوں کو آزادی نہیں لیکن ساری دنیا اور بالخاص کر ہندوستان میں یہ مشکل مقدمہ عورتوں کو ایسی ابتدائی عمر میں پیش

[۱] عادۃ دوسری طبیعۃ ہے [۲] عادت دوسری فطرت ہے [۳] نانا نانی سے چلی آنے والی یعنی پشتہا پشت سے۔

آتا ہے جب کہ ناتجربہ کاری اور نقصانِ عقل کی وجہ سے اُن کو اُس کے قابل اطمینان فیصلے کی قابلیت نہیں ہوتی اور زن وشو کی حالتوں میں آخر عمر تک معمولی غیر معمولی ایسے ایسے عظیم تبدّلات واقع ہوتے ہیں کہ بڑے سے بڑے دانش مند پختہ کار کی عقل بھی اُن پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس صورت میں ایسے سترگ معاملے کا تصفیہ طرفین کے بزرگوں کی تجویز سے ہونا قرین مصلحت ہے۔ اور عورتوں کی کیا تخصیص ہے ہم تو اپنے یہاں کے مردوں کو بھی اس معاملے میں قریب قریب ایسا ہی بے اختیار پاتے ہیں۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ انگریزوں کی عورتوں سے بہ مدارج بہتر ہیں اور مجھ کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ انگریزنوں میں بعض صاحبِ تصانیف ہیں۔ بعض نے مردوں کے ساتھ کمپیٹ[1] کرکے بی اے۔ اور ایم اے کے خطاب اور ڈپلومے[2] پائے ہیں۔ غرض ان عورتوں نے بہ خوبی ثابت کر دیا ہے کہ جسمانی توانائی کو چھوڑ کر کہ وہ ایک قدرتی بات ہے باقی دنیا کے سارے کام جو مرد کر سکتے ہیں عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ مگر خوب سمجھے رہو کہ مجھ کو اس میں ذرا بھی کلام نہیں کہ ہندوستان کی عورتوں کو ان کی حالت کے مناسب تعلیم کرنا نہایت ضرور ہے۔ مگر ساتھ ہی رواج پردہ کی موقوفی کا میں سخت مخالف ہوں۔ اول تو میں انگریزنوں کا کوئی کارنمایاں ایسا نہیں دیکھتا جس کو میں سمجھوں کہ پردہ اس میں حارج ہو سکتا ہے۔ اور اگر ہو بھی تو بے پردگی کے خراب نتیجے اخباروں میں پڑھتے پڑھتے کلیجا پک گیا۔ ایسے فائدوں کو (اگر ہوں) سلام ہے جو سوسائٹی کو گندہ کریں۔ ہماری بیبیاں بلا سے پھوہڑ ہوں۔ بے ہنر ہوں۔ بے سلیقہ ہوں۔ بے علم ہوں۔ کہ بچوں کا ہاتھ منہ دھلانے۔ پھٹا اُدھڑا سینے۔ روٹی دال پکا لینے کے سوائے اور کچھ نہ جانتی ہوں۔ ساری دنیا میں کوئین امپرس وکٹوریا کی جوبلی[3] کا غل ہو اور ان کو خاک خبر نہ ہو۔ سوڈان اور بلغاریہ اور برہما کے نام تک ان کو معلوم نہ ہوں۔ روس کے جھگڑے اور فرانس کے ٹنٹے اِن کے کانوں تک نہ پہنچے ہوں۔ غرض ہماری بیبیاں جانور ہوں۔ پتھر ہوں بلکہ ان سے بھی بدتر ہوں۔ ہم کو قبول۔ خدا نے سرچالس ڈنیک

---

[1] مقابلہ یا مسابقہ [2] اسناد [3] پچاسویں سال گرہ کی تقریب۔

اور مدراس والے راس اور ایک ڈائیک اور ایک راس ایسے لیسے پچاس کی فضیحتہ اور رسوائی سے تو بچا یا ہی۔

اب رہا انگریزی لباس۔ اس میں سے عورتوں کی فل[1] ڈرس اگر بہتر ہی تو بلا مبالغہ اس شعر کا مصداق ہے

تن عریانی سے بہتر نہیں دنیا میں لباس ۔ یہ وہ جامہ ہی کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

اور فل ڈرس کی بھی ایک ہی کہی ع برعکس نہند نام زنگی کافور۔

غرض فل ڈرس اور اُس کے نام سے انگریزوں کا مذاق لباسی معلوم ہوا۔ زیادہ صراحتہ کی کیا ضرورۃ ہی۔ کیا خوب کہا ہی ہے

ہر یکے ناصح برائے دیگراں ۔ ناصح خود یافتم کم در جہاں

دوسروں کو کیسا منہ بھر بھر کے جانور اور وحشی اور نامہذب کہہ بیٹھتے ہیں اور اپنا یہ حال کہ سچ پوچھو تو تن بدن ڈھانکنے تک کا سلیقہ نہیں۔ ان لوگوں کے مردانہ لباس میں انضمام حکومتہ سے البتہ ایک شان وقعہ پیدا ہو گئی ہی ورنہ فی حد ذاتہ مڑے ہوئے کپڑوں پر ایک چھچھورپن سا برستا ہی۔ اور خود انگریزوں کو دیکھا ہی کہ گرمی کے موسم میں بوکھلا بوکھلا اٹھتے ہیں۔ اپنے قومی لباس کے متحمل نہیں ہو سکتے اور گھروں پر اوقات خاص میں ہماری طرح کے کھلے کپڑے پہنے رہتے ہیں ہم تو ان کو پابندی رسم و رواج سے آزاد نہیں مانتے ایک وضع کو موجب راحتہ سمجھا تھا تو پھر اس کے اختیار کرنے میں جھینپا کیا معنی۔

میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی لباس ہی نے انگریزوں کو اس بات پر مجبور کر رکھا ہی کہ دن رات کرسی۔ کوچ پر لدے رہتے ہیں ورنہ اگر ہٹ دھرمی نہ کی جائے تو جو آسائش فرش پر بیٹھنے میں ہی اُس کا عشر عشیر بھی کرسی کوچ میں نہیں۔ کرسی پر ایک ہی وضع سے آدمی کو بیٹھنا پڑتا ہی۔ بہت کیا تو ذرا پیٹھ لگالی یا اکیلے ہوئے تو میز پر ٹانگیں سیدھی کر لیں مگر یہ ڈولی ڈنڈے کا طور طریق قابل دید ہوتا ہی۔ اور وہاں ایک وضع اور بھی ہی۔ پیروں پر زور دے کر کرسی سمیت پیچھے کو تن گئے۔ مگر بہ تنقل جگہ سے بے جگہ ہوا ٹانگیں پر اور سر نیچے۔

[1] پورا لباس۔ ۱۲

پتیلوں کی قلعی چڑھی ہوئی ہو اور پڑے چلے آرہے ہیں کہ آدمی آئے تو اُٹھا کر کھڑا کرے
فرش پر آدمی اتنی او متاع کثیرہ سے بیٹھ سکتا ہو کہ اُن کا شمار نہیں ہو سکتا اور از روئے
اصول طب فرش پر بیٹھنا تن درستی کے لیئے نہایت مفید ہو مگر حکومت کے آگے آسائش اور
طب پر کون نظر کرتا ہو۔ ایک عالم اس خبط میں مبتلا ہو کہ بجا ہو یا بے جا جہاں تک
ہو سکے انگریزوں کی تقلید کیجیئے اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہر ملک کے لوگ خصائص ملکی کے
لحاظ سے ایک خاص طرح پر زندگی بسر کرنے کے خوگر ہیں یعنی اُن کے لیئے آسائش کی
وہی ایک خاص طرح ہو۔ اس کو بے واجبی قوی بدلنا ضرور تکلیف دہ ہوگا۔

جو لوگ وضع انگریزی کے گرویدہ ہیں کیوں کر ہو سکتا ہو کہ لباس انگریزی ہو نشست
برخاست انگریزی ہو۔ اور کھانا انگریزی نہ ہو۔ انگریزی کھانے کے ایک تو یہ معنی کہ میز کرسی
کانٹا چھری ہو یعنی دیسی کھانا انگریزی طور پر کھایا جائے دوسرے یہ کھانا بھی انگریزی
ہو۔ ہم میں سے ایک نئے رفارمر[1] صاحب کتے کی طرح منہ سے یا کوے کی طرح پاؤں
سے کھاتے تھے بلکہ چھری کانٹے سے ہندوستانیوں کو کیسا کیسا لتاڑا ہو کہ توبہ
ہی بھلی مگر ان کی ساری بکواس کا ماحصل اتنا ہی تھا کہ ہاتھ سے کھانا جنگلی پن ہو۔ اس میں
شک نہیں کہ ہاتھ سے کھانے میں ہاتھ خواہ مخواہ تھوڑا بہت بھرتا ہی ہو مگر پھر ہم کہتے
ہیں کہ رغبت اور نفرت عام نہیں بلکہ عادت پر موقوف ہو۔ سارڈین[2] وغیرہ انگریزوں کی بہت
چیزیں ہیں کہ ہم کو اُن سے گھن آتی ہو۔ کھانے کے بعد کلی نہ کریں تو ہماری طبیعت مالش
کرنے لگتی ہو اور بعض کو تو بے تبدیل ذائقہ چین نہیں پڑتا۔ غرض صفائی اور طہارت
کا قومی بلکہ شخصی[3] سٹینڈرڈ مختلف ہو اور کسی کو کسی پر جرح و طعن کا منصب نہیں۔
ایک بار ایک دکان پر ایک خاص طرح کی چائے کی پیالیاں دیکھنے میں آئیں۔ پیالی
کے کنارے پر اندر کی طرف کو ایک چھجا سا نکلا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ مونچھوں سے
بچاؤ کے لیئے یہ تجویز سوچی گئی ہو۔ اُسی وقت مجھ کو قُصُّوا الشَّوارِب واَعْفُوا اللُّحٰی[4] یاد آیا

[1] مصلح قوم [2] ایک قسم کی مچھلی جو ولایت سے پک کر آتی ہو جو نہایت بساندی اور متعفن ہوتی ہو۔ [3] معیار [4] مونچھیں گھٹاؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔

اور خیال ہوا کہ شارع نے کس قدر ہمارے مصالح کا حفظ کیا ہے پھر اس طرف ذہن منتقل ہوا
کہ پابندی رواج بھی کیا بری چیز ہے یہ تکلفات کرتے ہیں اور اتنا نہیں ہو سکتا کہ بیس لوا
ڈالیں۔ ہاتھ سے کھانا انگریزوں کو مکروہ معلوم ہوتا ہو گا مگر اس میں ایک تو مفاد صریح یہ ہے
کہ جس خوبی کے ساتھ ہاتھ لقمے کو گرفت کر سکتا ہے ممکن نہیں کہ چھری کانٹا ہاتھ کا کام دے
سکے دوسرے اب انھی کے ڈاکٹر قائل ہو چلے ہیں کہ ہاتھ میں ایک قوۃ مقناطیسی ہے
اور وہ ہاتھ سے کھانے میں داخل لقمہ ہو کر معدہ ہضم ہوتی ہے انگریزی کھانوں میں اول تو
مزہ ہی کیا خاک مصرا ہے۔ سالنوں میں اُبلا ہوا سا ہندا ءہ کچرا گوشت۔ مٹر کی
گھنگنیاں اُبلے ہوئے آلو پیا یا ہوا خشکہ۔ چپاتی پر انگھوں کی جگہ نان پاؤ۔ ایک پیالی
میں نمک دوسری میں سیاہ مرچیں۔ وہ نقل شاید تم نے سنی ہو کہ ایک شہری کے تتے نے
ایک دیہاتی کتے کو مہمان بلا کر ایک کبابی کی دُکان پاس بٹھا دیا۔ جب کبابی دُکان بڑھا
کر چلا گیا دیہاتی کتا لگا ہر طرف سونگھنے۔ کہیں مرچوں کا دو ٹاپڑا رہ گیا تھا۔ جوں
اُس میں منہ ڈالا مرچیں نغز کو چڑھ گئیں۔ لگا لگے کھانسنے اور چھنکنے چھنکتے باؤلا ہو گیا
شہری دوست سے شکایت کی تو اُس نے کہا یار انھی چٹخاروں کے لیے تو ہم شہر
میں پڑے ہیں۔ غرض ہم لوگوں کے منہوں کو تو چٹخارے لگے ہیں۔ انگریزی کھانوں میں
کیا مزہ آئے ایک حکایت اور اینڈ دی انگلش ڈنرازادور۔ غدر سے پہلے امراء شاہی میں
سے کسی امیر نے دہلی کالج کے پرنسپل[1] کی دعوۃ کی کھانے کی بہنگیاں بھجوا دیں۔
انگریزی قاعدے سے کھانا میز پر چنا جا چکا تو آدمی نے صاحب کو اطلاع دی۔ ہر قسم
کا کھانا میٹھا سلونا شاہی رکاب داروں نے پکایا تھا اور دعوۃ تھی تو بلاشبہ اہتمام بھی
ضرور ہوا ہو گا۔ سبحان اللہ اُس کے ذائقے کا کیا پوچھنا ہے۔ جس وقت سے کھانا آیا ساری
کوٹھی مہک اُٹھی تھی مگر پیچھے سنا کہ جوں صاحب کھانے کے کمرے کے اندر گیا تو رکھا
اور مشک اور زعفران اور کیوڑے کی بھبک آئی اُلٹے پانو باہر نکل آئے اور کھانا کیسا
انھوں نے آنکھ بھر کر کھانے کی طرف کو دیکھا تک بھی تو نہیں۔

[1] اور انگریزی کھانا تمام ہے [2] مدرسے کا افسر اعلیٰ۔

پس جو لوگ انگریزی تمدن انگریزی تمدن پکار رہے ہیں اس تہ کو نہیں پہنچتے کہ مذاقوں کے اختلاف قدرتی باتیں ہیں۔ یہ کسی کے بیٹے مٹی نہیں؟ اپنا تو یہ مقولہ ہو کہ جس کا جو طرز ہو وہ اُسی کو پسند کرتا ہو۔ اُسی میں اُس کو راحت ملتی ہو۔ اور آخر تک اُس کو اُسی طرز پر چلا جانا چاہیئے ہم جانتے ہیں کہ انگریز اپنی تمام حالتوں میں نمایاں ترقی کر رہے ہیں اور اپنے طرز تمدن کی اصلاح سے بھی غافل نہیں۔ با ایں ہمہ یہ فرض کر لینا کہ اِن کا تمدن اعلیٰ درجے کی شائستگی کو پہنچ گیا ہو فرض غلط ہو۔ کھانے کپڑے کی تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ ہم کو تو اِن کی سوسائٹی میں بہت سی بڑی بڑی باتیں کھٹکتی ہیں عورتوں کی بے پردگی کا مذکور تو ضمناً اوپر ہو چکا۔ اور بادہ خواری۔ اس میں کسی کا کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں کہ جس طرح کھانسی اُمّ الامراض ہو۔ من حیث الاخلاق۔ شراب اُمّ الخبائث۔ اور تمام جہان کے ڈاکٹروں کا اجماع ہو کہ یہ ملعون عرق تن درستی کو بھی سخت مضر ہو۔ باوجود اتنی برائیوں کے جس کثرۃ سے اِس کا رواج انگریزوں میں ہو شاید روئے زمین پر کسی دوسری قوم میں ہو پس اِس خیال نے غضب ڈھا رکھا ہو کہ اعتدال کے ساتھ اس کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر شراب اور اعتدال فکر باطل خیال محال۔

انگریزوں کے طرز تمدن میں ایک عیب اور ہو جس کا نقصان انگریزوں کو شاید کم محسوس ہوتا ہو یا نہ بھی ہوتا ہو لیکن اگر ہم لوگ ان کی وضع پر رہنا چاہیں تو یقیناً بربادی کا موجب ہو۔ وہ کیا ہو۔ ہائی لائف۔ یعنی اونچی شان وار زندگی جو بڑے مصارف کے بدون ایک دن نہیں نبھ سکتی۔ ظاہر میں دیکھو تو سیدھے سادے موٹے جھوٹے کپڑے اکیلے کوسوں پیادہ پا چلے جائیں۔ کسی بات کی عار نہیں۔ کسی طرح کی کی شیخی نہیں مگر سواری اور مکان اور سامان آرائش اور شاگرد پیشہ کے خرچ دیکھو تو عقل دنگ ہو کر رہ جائے اور اگر کہیں میم صاحب کی بلا بھی سر پہ مسلط ہوئی تو پھر کچھ ٹھکانا نہیں۔ وہ دو تین تین درزی ہیں کہ صبح سے شام تک سوئی ہاتھ سے نہیں چھوٹتی

ے بیماریوں کی جڑ ے اخلاق کے اعتبار سے۔

اور ہسپتال ٹریم پیئل کی تہائی تنخواہ کی قسط علاوہ - غرض اس ارزانی کے ملک میں بی. بی نچے والا انگریز ہیرے حساب سے ہزار روپیے ماہوار سے کم میں جنٹلمین یعنی شریفانہ فارغ البالی اور آسائش سے نہیں رہ سکتا۔

ہم تو ہندوستانیوں ہی کو ملامت کرتے تھے کہ ان کو دولت کی نگہ داشت کا سلیقہ نہیں اور ان کا بہت روپیہ نمود و نمائش میں ہی ضائع ہوتا ہے۔ انگریزوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ہندوستانیوں پر بھی سبقت لے گئے ہیں۔ ہندوستانی تو پھر بھی زیوروں اور باسنوں کے پیرائے میں اپنی دولت کا ایک معقول حصہ پس انداز کرتے ہیں۔ ان کے یہاں کاٹھ اور کانچ اور گلٹ کے سوائے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا قلعی تو اُس وقت کھلتی کہ جب کسی کی بدلی ہوتی ہے اور اسباب نیلام کیا جاتا ہے۔ کسی کے خوش آمدی اونے پونے خرید لیں تو وہ بات ہی دوسری ہے اور حقیقت میں ایک قسم کی رشوت ہے ورنہ نیلام میں روپئے کے آٹھ آنے تو بندھے ہیں۔

پھر شاید انگریز تو اس شان میں رہ بھی سکتا ہے۔ اس کو روپیہ کمانے کے بہت سے ڈھب یاد ہیں۔ اُس کی ہمت بلند اور اُس کا حوصلہ وسیع ہے۔ اُس کو تمام روئے زمین خشکی اور تری جنگل اور پہاڑ آبادی اور اُجاڑ اپنا بیگانہ سب یکساں ہے۔ نوکری تو اُس کی جوتیوں سے لگی پڑی ہے مگر وہ اس کا پابند نہیں۔ ایک ذرا سی بات خلاف مزاج پیش آئی اور فوراً اُس کو لات مار کر اُٹھ کھڑا ہوا اُس کی قوم کا ماٹو[1] ہے ملک خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست وہ چل پھر کر کہیں نہ کہیں اپنا ٹھکانا کر رہے گا۔ شاید وہ کوئی سکول کھول بیٹھے وکالت کرنے لگے کسی قسم کا کارخانہ جاری کرے سوداگر بن جائے۔ کہیں کسی چیز کی کان ڈھونڈ نکالے یا کوئی اور موقع مناسب دیکھ کر کالونی[2] بسانے کا ڈول ڈالے۔ غرض یہ کہ وہ کسی جگہ اور کسی پیشے پر بند نہیں ایسے آدمی کو معاش کی کیا کمی۔ پھر اُس کی سوسائٹی کا یہ دستور نہیں کہ کمانے والا ایک اور کھانے والے بیس۔ کیا مرد کیا عورت سب اپنی اپنی جگہ

[1] اصول [2] نوآبادی۔ ۔۔۔ ایک مشہور ردی مادر پارچہ فروش ہو جو سلے سلائے کپڑے دیتا ہے

خوش دلی کے ساتھ محنت کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ محنت ہی کے لیے ہم پیدا کیے گئے ہیں اور محنت ہمارا فرض ہی۔ بھلا ہندوستانی کاہل بے ہنر قاصر الہمتہ سے کیا ان کی ریس ہو سکتی ہی اور کرے گا تو مفلس جیے گا اور قرض دار مرے گا۔

انگریزی سوسائٹی کا آخری نقصان دلی لاسٹ وو ناٹ دی لیسٹ لامذہبی ہی۔ جہاں تک مجھ کو ان لوگوں کے حالات سے آگہی ہی و اگرچہ تھوڑی ہی۔ مگر نمونے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں) میں تو یہی کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں اکثر کی تمام ہمتہ اصلاح دینا کی طرف مصروف ہی اور یہ انہماک اس وجہ سے زیادہ تر قابل اعتراض ہی کہ اس کا منشا فطری غفلتہ نہیں ہی۔ جس سے کوئی فرد بشر بری نہیں۔ بلکہ مذہب کا استخفاف مذہب کی بے وقعتی کہ میری نظر میں یہ مکروہ ترین پیرانہ ہی الحاد کا۔ اور ڈر جاے کہ صرف انگریزی تعلیم سے (وہ بھی ادھوری) ہمارے ملک کے انگریزی خواں ایرائے باڈی لامذہب ہوتے چلے جاتے ہیں ضرور لامذہبی کا رنگ انگریزی سوسائٹی میں بہت گہرا ہونا چاہیے اور افسوس کہ ہی بھی۔

انسان کے تمام افعال معلل بالاغراض ہوتے ہیں اس اصول کے مطابق انگریزی طرز تمدن تمدن کے اختیار کرتے ہیں بھی کوئی مفاد منوی ہونا چاہیے اور اب تک جس قدر میں نے لکھا ہی اس سے تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ انگریزی تمدن جس جس چیز سے عبارتہ ہی ان میں بعض چیزیں تو بے مفاد محض نہیں بلکہ ہمارے حق میں بے مفاد ہیں لیکن لوگ ایک اور ہی مفاد کی طمع سے انگریزی تمدن کی طرف کو دوڑتے ہیں۔ ان کو یہ توقع ہی کہ انگریزی تمدن کے اختیار کرنے سے انگریز ہم کو اپنی سوسائٹی میں لے لیں گے۔ کہیں سے نہ لیں۔ جب تک انگریزوں اور ہم میں حاکم و محکوم۔ فاتح و مفتوح۔ غالب و مغلوب کے تفرقے باقی ہیں ہماری ان کی مثال تیل پانی کی ہی۔ نہ ملے ہیں نہ ملیں گے۔

میری یہ تحریر بہت لمبی ہو گئی مگر تم دیکھتے ہو کہ مطلب بھی مہتم بالشان تھا۔

لہ گو اخیر سہی مگر (کسی طرح) کم نہیں، سلہ من حیث المجموع سلہ مضمر۔ پوشیدہ۔

جس طرح بعض جسمانی امراض بعض اوقات کثرت سے شائع ہو جاتے ہیں میں خیال کرتا ہوں
کہ یہ زمانہ لامذہبی کے شیوع کا ہی۔ بہت تھوڑے سر انگریزی تقلید کے مالیخولیا سے خالی
ہیں۔ میں نے تم کو اپنی سمجھ کے مطابق آگاہ کر دیا ہی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔ فقط

عادۃ

عادۃ کا ماخذ ہی عود جس کے معنی ہیں لوٹنا۔ پھرنا۔ یہیں سے تم عادۃ کی وجہ تسمیہ
بھی مستنبط کر سکتے ہو کیوں کہ جب آدمی بار بار لوٹ لوٹ کر کسی فعل کا مرتکب ہوتا ہی
تو اُس فعل پر عادۃ کا اطلاق کیا جاتا ہی۔ اگرچہ لغۃ عام ہی مگر عُرف میں عادۃ کا استعمال
صرف افعال ارادی و اختیاری میں ہی اضطراری مثلاً تنفس میں نہیں۔ افعال ارادی
میں جسمانی ہوں یا دماغی سب میں تھوڑا بہت جہد کرنا ہوتا ہی جس کو تم انگریزی میں اگزرشن
کہتے ہو۔ عادۃ کا ضروری نتیجہ ہی تخفیف مشقۃ جہد۔ یہاں تک کہ جب عادۃ راسخ ہو جاتی
ہی تو فعل عادی افعال اضطراری کی طرح بلا قصد و ارادۃ اور بے اعمال فکر و رویتہ سرزد
ہونے لگتا ہی اور یہی درجہ ہی جس پر پونچ کر کہا جاتا ہی۔ اَلْعَادَۃُ کَالطَّبِيْعَۃِ الثَّانِيَۃ
تشبیہ کا قاعدہ ہی کہ مشبہ بہ اکمل و افضل ہوتا ہی تو العادۃ کالطبیعۃ الثانیۃ سے شاید
تم سمجھو کہ طبیعۃ میں بالنسبۃ الی العادۃ غلبہ اور اشتداد اور تقاضا قوی تر ہی۔ ع و
الحال منقلب والامر معکوس۔ امور طبیعی و اضطراری میں اُسی تنفس کو لو جس کا ذکر
آچکا ہی۔ فقرا کی ریاضات و مجاہدات میں سے ایک حبس نفس ہی اور یہ ان کی تعلیم
کی شاید ابجد ہی۔ لوگ تو امتداد حبس نفس میں بہت مبالغہ کرتے ہیں مگر خیر دن اور
ہفتے اور مہینے نہ سہی یہ تو میں نے دیکھا ہی کہ پاس انفاس کا ایک عامل ایک سانس
میں سو مرتبہ لا الہ الا اللہ بہ اعادۃ ضرب بہ آسانی تمام کر لیتا تھا۔ آسانی کو میں نے اس سے جانا
کہ برابر کئی گھنٹے تک وہ اسی شغل میں رہتا۔ الغرض اگر انسان تقاضائے طبیعۃ
کے معدوم کرنے پر قادر نہ بھی ہو تاہم وہ اُس کی شورش کو مجاہدہ و ممارستہ یعنی عادۃ
کی مدد سے بہت کچھ فرو کر سکتا ہی یعنی عادۃ حاکم ہی اور طبیعۃ محکوم۔ ایک

لہ اور ہمارا کام صرف پہونچا دینا ہی۔

شخص نے حکیم امام الدین خاں مرحوم کی حذاقۃ کی ایک حکایتہ نقل کی کہ کوئی مولوی صاحب (راوی نے اُن کا نام بھی لیا تھا مجھ کو یاد نہیں رہا) بیمار پڑے حکیم صاحب نے جلاب تجویز کیا باوجودے کہ معدہ مجیب تھا اور موئدات بھی دیئے گئے مگر دست نہ آئے۔ حکیم صاحب کو خبر ہوئی استفسار حالات کے بعد بیمار دار سے فرمایا کہ جلد جاؤ اور مولوصاحب سے کہو بدستور کتاب دیکھیں۔ راوی کہتا تھا کہ آدھا گھنٹہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ جلاب کا عمل ظاہر ہوا لوگوں کو حیرۃ ہوئی تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ طبیعۃ تھی کتاب بینی کی خوگر اس کو خلاف عادت شغل مانوس سے ہوئی مفارقۃ انقباض پیدا ہوا یہ حکایتہ اگر سچ ہے (اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ سچ کیوں نہ ہو) تو اس سے ہم عادۃ کی قوۃ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

جن لوگوں نے علم اخلاق پر کتابیں لکھی ہیں میں نہیں جانتا اُن میں سے کسی نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ یا نہیں (مگر میری نظر سے نہیں گزرا) کہ عادۃ ام الاخلاق ہے۔ باوجودے کہ عادۃ کو اخلاق کے پیدا کرنے بنانے اور بگاڑنے میں مدخل عظیم ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عادۃ کی نگرانی میں بڑے درجے کی غفلۃ کی جاتی ہے لوگوں کو عادۃ کا شعور ہوتا بھی ہے تو اکثر کہیں لیسے آخر وقت میں جا کر کہ طبیعۃ مغلوب عادۃ ہو چکتی ہے۔ تم نے شاید خیال کیا ہو کہ اطبائے یونانی کا کوئی نسخہ قسم یا نبات یا خمیرے سے خالی نہیں ہوتا۔ کچھ اس کی لِم بھی سمجھے۔ وہ لِم یہ ہے کہ شیرینی بالطبع ہے مرغوب فلہٰذا ہر دوا میں کسی قسم کی شیرینی شامل کر دی جاتی ہے تاکہ طبیعۃ شیرینی کو بالاصالۃ اور دوا کو بالتبع قبول کرے۔ بعینہٖ یہی حال ہے انسان کی طبیعۃ اور اخلاق کا طبیعۃ کو معدے کی جگہ سمجھو اخلاق کو دوا اور عادۃ کو شیرینی۔ کوئی کام کیسا ہی ناموافق طبع ہو عادۃ کی مٹھائی سے مل کر ضرور اشتہی اور اعلیٰ ہو جاتا ہے اگرچہ آدمی بُری لت بھی اپنے پیچھے لگا سکتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عادۃ فی نفسہا من حیث انہا قوۃ من القویٰ الانسانیۃ بُری چیز ہے انسان کی تمام قوتوں کا یہی حال ہے کہ بھلائی اور برائی دونو کے محامل اُن میں ودیعۃ رکھے گئے ہیں اب یہ انسان کی اپنی تجویز رہی کہ

ان قوتوں کو کس پہلو پر لگاے۔ **قطعہ**

آدمی زادہ طرفہ معجونے ست　　از ملائک سرشتہ وز حیوان
گر کند میل ایں شود کم ازیں　　ور رود سوئے آں شود بہ ازاں

عادۃ میں یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ مشکلات پر غالب آنے کے لیئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں۔ عادۃ کے متعلق میں نے جو کچھ لکھا وہ اس بات کی تمہید ہے کہ تم کتاب بینی کی عادۃ ڈالو۔ ممکن ہے کہ شروع شروع میں طبیعۃ گریز کرے اور بادل ناخواستہ کتاب کا دیکھنا بار خاطر ہو لیکن اس وقت میرے کہنے سے اتنی بات کا تیقن کر لو کہ یہ ہرب و نفرۃ عارضی اور چند روزہ ہے ع ہیچ دوا آفتاب نیم روز۔ ایک وقت مجھ پر گزرا ہے اور وقت سے میری مراد گھنٹہ دو گھنٹہ دن دو دن مہینے دو مہینے نہیں بلکہ بیس پچیس برس کہ نوم مطمئن کے لیئے پلنگ پر سرہانے کتاب کا ہونا ایسا ہی ضروری تھا جیسے تکیئے کا۔ اب وہ کیفیت نہیں ہے تاہم تم نے کم تر اوقات مجکو کتاب سے بے تعلق دیکھا ہوگا بلکہ میں تو خیال کرتا ہوں کہ نہیں دیکھا ہوگا۔ کیا تمکو چتن چر دکی بات یاد نہیں کہ تم نے بڑی محنت سے ایک چمن درست کرکے چاہا کہ میں کسی وقت ایک نظر اس کو دیکھوں میں نے یہی جواب دیا کہ کسی تقریب سے بلدے جاتا ہو تو اپنے کمرے سے باہر نکلوں کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے کمرے میں ملول اور دل گرفتہ بیٹھا رہتا تھا جیسے قفس میں جانور۔ ہے نہیں نہیں ویسا ہی خوش دل جیسے تم اپنے چمن میں یا واجد علی شاہ لکھنؤ کے قیصر باغ یا اب مٹیوں کو کلکتے کے مٹیا برج میں یا دلی کے سیلانی چبوترے دو گھڑی دن رہے سے چاندنی چوک میں یا ان دنوں کے آزاد مزاج انگریزی خواں سمجھیں یا نہ سمجھیں تھیٹر میں۔ میں نے انگریزی خواں کے ساتھ آزاد مزاج کی قید کیوں لگائی۔ ہوگی۔ میرے اور ماشاءاللہ تمہارے سوا ایسا ہی کوئی انگریزی خواں ہے جو آزاد مزاج نہ ہو اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ۔

خلاصہ مقصد یہ ہے کہ میں تم کو کتاب بینی کا شوق دلانا چاہتا ہوں اور خود اپنی حالہ سے استشہاد کرتا ہوں کہ بدولۃ کتاب بینی میرا وقت بہت ہی جمعیۃ خاطر . . . .

سلہ یُرَاں یہ کہ مدا چاہیے اور ایسے کو بہت ہی تھوڑے ہیں۔

کے ساتھ گزرتا ہے نہ ملاقات کا مشتاق نہ زیارت کا منتظر نہ معاشرت کا تشنہ۔ میرے نزدیک سوسائٹی ہے اور کتاب ہے۔ ع وَخَيْرُ جَلِيْسٍ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں کتاب نہیں بھی دیکھتا تاہم کتاب کے سامنے رکھے رہنے سے میرے دل کو ایک طرح کی تسلی سی رہتی ہے۔ اس مضمون کو غالب نے کیا اچھی طرح ادا کیا ہے ؎

گو ہاتھ میں طاقت نہیں آنکھوں میں تو دم ہے　　رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

خودداری

اگر تم سے کہا جائے کہ فلاں شخص مزاج کا غصیلا ہے تو ضرور تمہارا ذہن اسی طرف متبادر ہوگا کہ مغلوب الغیظ ہے سریع الغضب ہے زود رنج ہے۔ لیکن لفظ کی بناوٹ پر نظر کرو تو غصیلے کے معنی ہیں صرف غصے والا۔ سو غصے والا ہونا کچھ عیب کی بات نہیں۔ غصہ ہمارا قدرتی حربہ ہے۔ اگر بالفرض کسی شخص میں مطلقاً غصہ نہ ہو تو اس کے یہ معنے ہیں کہ دفع ضرر پر قادر نہیں یا بعبارۃ دیگر اس کی خلقت ناقص واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر کہیں کہ فلاں شخص خوددار ہے تو لوگ خیال کریں گے خودبیں ہے خودپسند ہے معجب ہے۔ لیکن واقع میں خودداری وہی ہے جس کو انگریزی میں سلف ریسپکٹ کہتے ہیں اور عربی میں تعزز۔ خودداری اور خودبینی میں بڑا فرق ہے مگر نازک اور اس فرق کا شعور کماحقہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس سے خودداری یا خودبینی کا کوئی فعل سرزد ہوا ور وہ خوددارانہ فعل پر محتسبانہ اور منصفانہ نظر کرکے اس فعل کا فضیلۃ خودداری یا رذیلۃ خودبینی ہونا تجویز کرے۔ معانی کی جامعیت اور مانعیت پر منطقی طور سے نظر کرو تو ہماری زبان کے کم تر الفاظ اس جانچ میں ٹھہر سکتے ہیں ولکن لَا مُشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ۔ میں اس پیچیدگی میں تم کو نہیں ڈالنا چاہتا اور اس تحریر سے میرا مقصد اسی قدر ہے کہ خودداری کی فضیلت تمہارے ذہن میں بٹھا دوں۔ قرآن میں خدائے تعالیٰ نے انسان کی آفرینش کو اس طور پر بیان فرمایا ہے کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانا چاہتا ہوں) ظاہر ہے کہ خلافت الٰہی ایک طرح کی خدائی ہے اور جب انسان خلیفۃ اللہ ہوا تو آپ سے آپ اشرف المخلوقات بھی ہوا۔ فرض کرو کہ اجرام فلکی پر لوگ بستے

ہوں جیسا کہ علمائے ہیئیات خیال کرتے ہیں اور ایسے بہت سے قرائن ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محض بے تکی بات تو نہیں کہتے پھر فرض کرو کہ مثلاً چاند پر سے جو ہم سے قریب تر ہے کوئی آن جان سا آدمی کسی طرح زمین پر اُتر آئے تو وہ یہاں آکر دیکھے گا کہ روئے زمین پر ہزاروں لاکھوں قسم کی مخلوقات آباد ہیں مگر انسان باوجودے کہ بہت سی دوسری مخلوقات کے مقابلے میں ضعیف و محتقر ہے پر اس کو عقل کا کچھ ایسا ڈھب یاد ہے کہ تمام روئے زمین پر اس نے اپنی حکومت قاہرہ ٹھہا رکھی ہے۔ بڑے بڑے قوی ہیکل اور خوں خوار جانور اس کی خدمت کرتے اور جو زیادہ سرکش ہیں اس کے ڈر کے مارے جنگلوں میں چھپے پھرتے۔ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے پر تو قادر نہیں لیکن جتنی چیزیں زمین کے اندر زمین کے اوپر ہیں۔ وہ سب میں مالکانہ تصرف کرتا ہے اسی حکومتہ اور اسی تصرف کا نام ہے خلافتہ الٰہی اور اس کا شعور کہ ہم کو اس حکومتہ کی شائستگی اور تصرف کی قابلیت دی گئی ہے اور حکومتہ اور تصرف کا انفاذ یعنی انسان کا اپنے تئیں انسان سمجھنا خودداری ہے جو موقوف علیہ ہے دنیا اور دین دونوں کی فلاح اور تکمیل کی۔ نَحْنُ رِجَالٌ وَّھُمْ رِجَالٌ۔ وہاٹ مین ہیو ڈن مین کین ڈو۔ اُن ہی لوگوں کے مقولات ہیں جن کے دلوں میں خودداری کی اُمنگیں جوش مار رہی تھیں ہم ہرگز اپنی حالتہ میں ترقی نہیں کرسکتے تاوقتیکہ ہم کو اس کا اذعان نہ ہو کہ ہم اس سے بہتر حالتہ میں رہنے کے اہل ہیں۔ غرض ترقی کی محرک اول خودداری ہے۔ آزادی جس کی آواز تمام یورپ میں پڑی گونج رہی ہے۔ اور اس کی بھنک اب چند روز سے ہندوستان میں بھی سنائی دینے لگی ہے اس خودداری کا نغمہ دل کش ہے یہی خودداری ہے جو صفحۂ زمین سے غلامی کا نام ونشان مٹا دینے کے پیچھے پڑی ہے۔ یہی خودداری قومی عروج اور تنزل کی شناخت کی معیار ہے۔ یہی خودداری ظلم اور انصاف اور حق وناحق کی پہچان کی کسوٹی ہے یہی خودداری تمام فلاسفی بلکہ تمام ادیان کا حصل ہے۔ یہی خودداری تہذیب و شائستگی کا لب لباب یہی خودداری ہم کو اکتساب فضائل کی ترغیب دینے والی اور ارتکاب

سلہ جو ایک انسان کرچکا ہے وہ دوسرا بھی کرسکتا ہے۔ سلہ فلسفۂ اخلاق۔

رذائل سے باز رکھنے والی ہے

ہمتہ بلند دار کہ پیش خدا و خلق — باشد بقدر ہمتہ تو اعتبار تو

ذوق نے اس بارے میں فطرۃ انسانی کو کیا اچھی طرح بیان کیا ہے

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ — پست فطرۃ یہ نہ ہو اور پست قامت ہو تو ہو

مذہب اسلام کی عمدگی کی عمدہ ترین دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلام کے اصول فروع میں خودداری کی مراعاۃ عمدہ طور سے کی گئی ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں مل نہیں سکتی۔ ہم ہندوؤں کو دیکھتے ہیں کہ چاند اور سورج اور آگ اور پانی اور ہوا اور درخت اور ذلیل سے ذلیل جانور سب کے سامنے ماتھا ٹیکنے کو موجود ہیں یعنی مذہب ہنود کی رو سے آدمی رذیل ترین مخلوقات ہے لیکن مسلمان ایک خدائے نامشاہد اور غیر مرئی کے سوائے کسی کی عبادۃ نہیں کرنی چاہتا اور وہ اپنے ہی تئیں کل مخلوقات میں افضل خیال کرتا ہے اور فی الواقع وہ افضل ہے بھی۔ صحابہ علیہم السلام بتقریب تجارۃ اطراف و اکناف میں جاتے لوگوں کو اپنے اعاظم و اکابر کی تعظیم ایک وضع خاص کے ساتھ کرتے دیکھتے اور واپس آکر حضرت پیغمبر صاحب سے عرض کرتے کہ یا حضرت ہم بھی آپ کو سجدہ (تعظیمی) کیا کریں جیسے اہل فارس اپنے بڑوں کے آگے کرتے ہیں۔ آپ بسختی منع فرماتے حتی کہ تعظیما کھڑے ہونے سے بھی ناخوش ہوتے۔ یہ خودداری کی تعلیم نہ تھی تو کیا تھی؟ اسلام نے السلام علیکم کے سوائے ہم کو اپنے ابنائے جنس کی اور کسی طرح کی تعظیم نہیں سکھائی اگرچہ وہ پیغمبر یا خلیفہ یا امیر یا سلطان یا استاد یا پیر یا اپنا سگا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ ہاتھ اٹھانا یا جھکنا یا الفاظ آداب وغیرہ سب شیوۂ اعاجم ہے۔ زید عمر کو ذلیل کرتا ہے اور بقاعدۂ فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ عمرو کو بکر کے آگے ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خودداری کسی میں نہ رہی اور سب ذلیل ہو گئے۔

عیسائی باوجودے کہ برسر عروج ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں تو خودداری کی تعلیم ان کے یہاں بھی ٹھیک نہیں۔ احکام عشرۃ میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اگر کوئی

تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو بایاں گال بھی اس کے سامنے کر دے کہ لے اور مار۔ اس کو خودداری سے کیا مناسبت اور چونکہ خودداری ایک امر جبلی ہے جن احکام میں اس کی پوری پوری مراعاۃ نہیں از قبیل محالات ہیں صرف کتاب میں لکھنے کے لیئے۔ ان کی تعمیل نہ کبھی ہوئی اور نہ آیندہ کبھی ہونی ممکن ہے۔ اب دیکھو کہ اس خصوص میں اسلام کیا فرماتا ہے وَمَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنتَصِرُونَ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔

میرے نزدیک ہم مسلمانوں کے تنزل کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم میں خودداری کی اگر کہیں نہیں رہی یا اس قدر کم ہو گئی ہے کہ گویا نہیں رہی۔ محصنات کے آخر میں جو مرثیہ ہے اس میں ایک بند یہ بھی ہے معلوم نہیں تمہارا ہے یا میرا اگر تمہارا ہے تو بہت اچھا ہے اور میرا ہے تو بھی برا نہیں۔

افسوس قوم میں عصبیۃ نہیں رہی — ہم میں کسی طرح کی مزیتہ نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیتہ نہیں رہی — جرأۃ کہاں سے ہو کہ حمیتہ نہیں رہی

ہم میں ہر ایک بشر کے خیالات پست ہیں
پس لاجرم ذلیل ہیں اور تنگ دست ہیں

خدا جانے کہاں دیکھا تھا کہ آدمی چاہتا ہے کہ دوسرے اس کی عزۃ کریں تو چاہیئے کہ وہ خود دوسروں کی عزۃ کرے۔ خیر یہ تو ایک معمولی سی بات ہے کما تدین تدان مگر میں کہتا ہوں کہ اگر آدمی چاہتا ہے کہ دوسرے اس کی عزۃ کریں تو چاہیئے کہ پہلے آپ اپنی عزۃ کرے۔ انسان دوسروں کو مغالطہ دے کر بھی ان کی نظر میں معزز ہو سکتا ہے لیکن یہ عزۃ دھوکے کی ٹٹی ہے اصلی اور سچی عزت وہی ہے کہ

انسان اپنی عزت آپ کرے جس کو میں نے خودداری سے تعبیر کیا۔ میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ خودداری مارل فلاسفی (علم اخلاق) کا ماحصل ہے تمام محاسن اخلاق میں شاید تم کو خودداری کا امتیاز نہ ہو تو اتنا کیا کم ہے کہ جس میں خودداری نہیں اس میں غیرت نہیں سیر چشمی نہیں بلند نظری نہیں شجاعت نہیں سخاوت نہیں رحم نہیں ہمدردی نہیں یعنی سیدھی طرح پر یہی کیوں نہ کہا جائے کہ انسانیت نہیں۔

فرائض انسانی

آدمی کے تمام افعال معلل بالاغراض ہونے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آدمی مخلوق خودغرض ہے۔ متقدمین فلاسفہ کا یہی خیال تھا کہ آدمی کے تمام افعال کی محرک اولی اُس کی ذاتی غرض ہوتی ہے۔ جلب منفعت ہو یا دفع مضرت۔ لیکن ہم اب سے ہزاروں برس پہلے کے لوگوں کے حالات تاریخ میں پڑھتے یا محض اجنبی لوگوں کی (جن کے ساتھ تمام عمر کسی طرح کا تعلق ہونے کی مطلق توقع نہیں) بلکہ جانوروں تک کی مصیبت دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ ہماری کون سی ذاتی غرض ان کیفیتوں کی (اور یہ کیفیتیں داخل افعال تو ہیں) محرک ہو سکتی ہے؟ کوئی سی بھی نہیں۔ یہ خیال کرنا کہ اگر ایسے ہی افعال ہم پر موثر ہوتے تو ہم ان کو اپنی غرض کے تعلق سے اچھا یا بُرا سمجھتے یا جن حالتوں کو دیکھ کر ہم ترس کھاتے ہیں اگر ویسی ہی حالتیں ہم پر گزرتیں تو ہم دوسروں سے رحم کے امید وار ہوتے منطقیوں کے عقلی ڈھکوسلے ہیں جن کو وجدان سلیم ہرگز تسلیم نہیں کرے گا مجھ کو اس سے انکار نہیں کہ انسان میں خودغرضی نہیں۔ ہے بلکہ بہت ہے۔ میرا مطلب اسی قدر ہے کہ خودغرضی انسان کے تمام افعال کی محرک نہیں ہے۔ اس مسئلے کا دوسرا پیرایہ وہ ہے کہ افعال کا حسن و قبح ذاتی ہے یا نہیں یعنی انسان سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ افعال فی حد ذاتہا اس کے متقاضی ہیں کہ ان میں کوئی اچھا اور کوئی برا سمجھا جائے یا حسن و قبح کا مدار نتائج افعال ہیں اس حیثیت سے کہ انسان کے حق میں مورث حزن یا منتج فرح ہوتے ہیں۔ فلسفیوں کے ان گورکھ دھندوں کا سلجھانا آسان نہیں۔ مگر تم ان

بکھیڑوں میں کیوں پڑو۔ تم کو اس بات کی ٹوہ لگانے سے کیا فائدہ ہوگا کہ دنیا میں افعال
کے حسن و قبح کا خیال کیوں کر پیدا ہوا۔ اس قدر بس کرتا ہے کہ ہم بے غرضانہ انسان
کے بعض افعال کو حسن اور بعض کو قبیح سمجھتے ہیں ؎

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہے یا قدیم ۔ کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فائدوں میں ہم

میرے نزدیک (اور خوب دھیان لگا کر دیکھو تو میں سمجھتا ہوں تم کو بھی اس کی تصدیق
ہو جائے گی) بچوں میں خود غرضی یعنی حرص و طمع زیادہ ہوتی ہے۔ وہ بہت جلد لالچ
میں آجاتے ہیں اور کوئی چیز کیسی ہی بے قدر کیوں نہ ہو کول تو اُن کے دل
سے نکلتی ہی نہیں اور نکلتی ہے تو بھی مشکل سے۔ اس سے دو باتیں مستنبط ہوتی ہیں
ایک یہ کہ بے غرضی ان صفتوں میں نہیں ہے جن کے قبول کرنے کے لیے نفس
انسانی شروع سے مستعد ہوتا ہے جیسے حیا یا راست گوئی۔ دوسرے یہ کہ بچوں کے
حال پر قیاس کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں اگر ہمارے
ابنائے جنس اُس صفت سے بالکل بے بہرہ رہے ہوں تو کچھ تعجب نہیں بلکہ میں
تو ایسا خیال کرتا ہوں کہ اب بھی وحشی قوموں میں خود غرضی کا رنگ ضرور گہرا ہوتا ہوگا
لیکن ایک بے غرضی پر کیا موقوف ہے تمام اخلاق حسنہ کا یہی حال ہے کہ جوں جوں
آدمیوں میں شائستگی جس کو انگریزی میں سولزیشن کہتے ہیں آتی گئی اخلاقی خیال نکھرتے
اور اونچے ہوتے چلے گئے ۔

اب ہم انگریزوں کی نظر میں آدھے وحشی ہیں (ذرا اس بات پر خیال کرنا کہ آدھے
وحشی کی جگہ آدھے مہذب کہتے تب بھی وہی مطلب تھا مگر آدھا مہذب سا ہلکی ہے تو
آدھا وحشی کو کہا) اور سچ یہ ہے کہ ہم اپنی دنیاوی حالت کو انگریزوں کے ساتھ مقابلہ
کرتے ہیں تو آدھے وحشی کے خطاب کے بھی اہل نہیں۔ لیکن مجھ کو اپنی قوم کا
انگریزوں کے مقابلے میں آدھا مہذب (نہیں نہیں) آدھا وحشی ہونا بس یہیں تک
تسلیم ہے (اس سے زیادہ نہیں) کہ ہمارے پاس سلطنت نہیں (اور یہی نہیں کہ نہیں بلکہ
تھی، پر ہم اس کو اپنی نالیاقتی سے کھو بیٹھے) مال نہیں مال کے پیدا کرنے کا

۱ ؎ زور سے نوچنا کھسوٹنا ۱۲

سلیقہ نہیں ایثار نہیں اور سب سے بڑا رونا اس کا ہے کہ نہ ہونے کا احساس نہیں جس کا ضروری نتیجہ یہ ہے کہ قومی حالت کی درستی کی توقع نہیں۔ مگر بایں ہمہ خدا کا شکر ہے کہ اخلاقی خیالات میں ہم انگریز کیا روئے زمین کی کسی قوم سے ہیٹے نہیں اور ہیٹے ہو نہیں سکتے کیونکہ ہمارے اخلاقی خیالات جزو مذہب ہیں خدانخواستہ ہمارے اخلاقی خیال ہیٹے ہوں تو لازم آئے کہ اسلام ہیٹا ہو حالانکہ اسلام کی نسبت مخبر صادق کا فرمودہ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ میں تم کو قرآن کے چند مقامات کا نشان دیتا ہوں۔

(۱) وَ یُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡرًا۔

علی حبہ کے مرجع میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعض نے طعام اور بعض نے خدا کو مرجع ٹھیرایا ہے اگر طعام مرجع قرار دیا جائے تو معنے میں ایک لطف خاص پیدا ہوتا ہے جس کی تائید ایک جگہ اور بھی ہے وَ یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَ لَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ

(۲) وَ سَیُجَنَّبُہَا الۡاَتۡقَی ۙ الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۚ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنۡدَہٗ مِنۡ نِّعۡمَۃٍ تُجۡزٰۤی ۙ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ رَبِّہِ الۡاَعۡلٰی ۚ

(۳) وَ لَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ

(۴) وَ یَخۡشَوۡنَہٗ وَ لَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ

اسی طرح تتبع کیا جائے تو قرآن میں بہت سے مقامات نکلیں گے جن سے ظاہر ہو گا کہ شارع اسلام نے بڑے شدومد کے ساتھ ہم کو بے غرضانہ نیکی کی تعلیم کی ہے۔

اب سوچو کہ جب انسان کا ذاتی مفاد محرک نیکی نہ ہوا تو دوسرا کون سا خیال محرک ہو سکتا ہے۔ اسی خیال کو انگریزی میں سنس آف ڈیوٹی کہتے ہیں یعنی آدمی ایک فعل کرتا ہے صرف اس خیال سے کہ وہ اس کو اپنا ڈیوٹی یعنی فرض سمجھتا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان غلطی سے کسی فعل کو اپنا ڈیوٹی سمجھ لے اس پر بھی سنس آف ڈیوٹی[1] ایک عمدہ اور بکارآمد قوت ہے اور اس کو جہاں تک ہو سکے کلٹیویٹ کرنا چاہیے

[1] احساس ذاتی فریضہ سے دل میں جگہ دینا۔ پرداخت کرنا۔ ترقی دینا۔ ۱۲

کیوں کہ سنس آف ڈیوٹی ارادے کی جان غفلۃ کا تازیانہ افعال کا صلۂ نقدا و نتیجۂ عاجل دل کی تسلی ملال مشکلات میسر صعوبات اور آدمی کے کردار کا محتسب اور کاتب الاعمال ہے۔ انسان کو زندگی میں ایسا کوئی معاملہ پیش آ نہیں سکتا جس میں فوراً اس کا کانشنس (وجدان) اس کو بتا نہ دے کہ تیرا ڈیوٹی یہ ہے اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ[1]۔ اگر کانشنس نے ڈیوٹی کی تعیین میں غلطی بھی کی تاہم انسان ڈکٹیٹس آف دی سنس آف ڈیوٹی[2] کے مطابق عمل کرنے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ الغرض سنٹفک[3] فلاسفی مارل[4] فلاسفی کی کتابوں میں فلاسفہ کی موشگافیاں دیکھ کر کہیں ہمارے اخلاقی سٹینڈرڈ کو کہ وہ شعبہ دین ہے قیاسًا علی الدنیا مت سمجھ لینا کہ ہم دنیا کے اعتبار سے ناقص اور ادھورے ہیں مگر دین میں کامل اور پورے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ[5] لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

تمت

[1] کیا تم نے اپنے دل سے مشورہ کر لیا ہے [2] ادائے فریضہ کا احساس۔ [3] فلسفۂ عقلی۔ [4] فلسفۂ اخلاقی [5] اب ہم تمھارے دین کو تمھارے لیئے کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور (ہم) نے تمھارے لیئے (اسی) دین اسلام کو پسند کیا۔ ۱۲

خاتمۃ الطبع

شمع من یافتہ ضیا از وی — مس من گشتہ کیمیا از وی

میرے والد ماجد خدا اُن کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے صاحب تصانیف کثیرہ و مفیدہ ہیں۔ جن کی کتابوں نے ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک اس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہو کہ جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ پس لوگوں سے اُن کی تقریب یا تعارف کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہر شریف گھرانے ہیں اُن کی کتابیں رائج ہیں۔ مرد تو مرد عورتیں۔ لڑکے لڑکیاں سب مرآۃ العروس اصغری اکبری کے قصے اور اُس کے مصنف کو اس طرح جانتی ہیں جیسے اپنے گھر والوں کو۔

موعظۂ حسنہ ایک مجموعہ ہے اُن خطوں کا جو زمانِ تعلیم میں میرے شفیق باپ نے نہایت دل سوزی سے مجھے لکھے تھے۔ جن کے فقرے فقرے بلکہ لفظ لفظ سے محبت اور شفقت ونیکنی ہے اور درحقیقت محبت پدری کے غیر معمولی جوش کا اُبال ہیں۔ یہ وہی خط ہیں جنھوں نے مجھے راہِ راست بتلائی۔ میرے قدموں کو ڈگمگانے نہ دیا اور میرے کیریکٹر کی ایک مستحکم بنیاد قایم کی۔ انسان فطرتاً خود غرض ہے اور ہر بات میں وہ اپنی بہتری اور فائدے کو مقدم رکھتا ہے لیکن اولاد کی مامتا اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی لگائی ہے کہ اُس کے مقابلے میں وہ اپنی جان تک قربان کرنے کو طیار ہے اور ماں باپ کو اگر ایسی بے قراری نہ لگا دی جاتی تو یہ کیڑے پلتے کیوں کر۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا ۔ صحیح صحیح اندازہ والدین کی محبت کا اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم خود باپ نہ بنیں۔ ع ۔ قدر بابا آں زمان دانی کہ خود بابا شوی۔ میں بھی اپنے باپ کی تحریرات کو ناجائز سختی پر محمول کرتا تھا۔ پڑھنے لکھنے کی اس بلا کی تاکید تھی کہ میرا ناطقہ بند تھا۔ ہمارا روپیہ میں نے کبھی دیکھا نہیں چار پیسے روز میری والدہ مرحومہ مغفورہ مجھے سودے سلف کو دیتی تھیں اور ان کا بھی حساب لیتی تھیں۔ یہ سب باتیں مجھے ازحد ناگوار تھیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ کیا گیا وہ سختی نہ تھی رحمت تھی اور آج جو طرزِ عمل جسے میں نے اپنی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ایک طرح کا ظلم اور میری جائز آزادی میں خلل اندازی سمجھتا تھا میری آیندہ زندگی کے لیے ایک

بیش بہا نعمت ثابت ہوا ہے۔

یہ خط کبھی اس غرض سے نہیں لکھے گئے تھے کہ پبلک میں لائے جائیں گے بالکل پرائیوٹ نیچر کے تھے اور اس وجہ سے قلم برداشتہ لکھے گئے تھے۔ مجھ کو بھی ان کے چھپوانے کا خیال نہ تھا۔ میرے لنگوٹیا یار مولوی عبدالغفور شہباز نے (جو آگے چل کر میرے سمدھی بھی ہو گئے) مجھے اس طرف توجہ دلائی اور الدّالُ علی الخیرِ کفاعلہٖ کے مصداق بنے۔ چوں کہ سب خطوں کو میں نے حیات کے برابر لگا رکھا تھا گٹھے کا گٹھا ان کے حوالے کیا اور انھوں ہی نے ان خطوں کو کتابی شکل میں مدوّن کرکے ۱۸۸۶ء میں بلا کسی قسم کی ترمیم و تبدیل کے اصلی حالت میں نامی پریس لکھنؤ میں چھپوایا۔ دوسرے ایڈیشن کا مجھے خبر نہیں کہ کب چھپا اور کہاں چھپا۔ گو میں نے ان خطوں کو جس زمانے میں لکھے گئے تھے بار بار پڑھا اور فی زمی ان پر عمل پیرا رہنے کی کوشش بھی جہاں تک ممکن تھی کی لیکن چھپنے کے بعد کبھی پڑھنے کا نہ اتفاق ہوا نہ کوئی ضرورت پڑی۔ جب پنشن لے کر خانہ نشین ہوا اور مرحوم کی کتابوں کی دیکھ بھال شروع کی تو معلوم ہوا کہ ۱۳۲۳ھ میں تیسرا ایڈیشن نذیر حسین صاحب تاجر کتب کے اہتمام سے نکلا لیکن پھر بھی پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا کیوں کہ ان خطوں کے مضامین چھپنے سے پہلے دل پر نقش کالحجر تھے اور جنھیں میں نے حرزِ جان بنا رکھا تھا اب ان کے پڑھنے کی کیا ضرورت باقی تھی بھلا بڈھے طوطے کہیں پڑھا کرتے ہیں۔ اب جب دیکھا کہ [illegible] کی مانگ کثرت سے ہے اور بازار میں کتاب ملتی نہیں تو اپنے اہتمام سے اس کے چھپوانے کا قصد ہوا۔ کاغذ کی سخت گرانی بمقابلہ لوگوں کی ضرورت پورا کرنے کے سدِّ راہ نہ ہوئی۔ میں نے کاتب کو کتاب لکھنے کو دے دی جب کاپیاں تصحیح کو آنے لگیں اور پھر مجھے ان خطوں کو چالیس پچاس برس کے بعد بضرورت پڑھنا پڑا۔ نذیر حسین صاحب تاجر کتب جو [illegible] مصنف علیہ الرحمۃ کی کتابوں کے چھپوانے کے [illegible] نے خدا جانے والد مرحوم سے اجازت لی یا نہیں مگر مجھے تو کانوں کان خبر نہیں اور انھوں نے دھڑلے سے کتاب چھپوا ڈالی۔ مولوی عبدالغفور صاحب جو اس کتاب کے مدوّن تھے مر گئے ورنہ وہ شاید کچھ دخل دیتے۔ نذیر حسین کوئی ذی علم آدمی نہ تھے ایک کتب فروش کے لیے ایک چٹھی رساں کی طرح صرف کتاب کا نام پڑھ لینا ان کی تجارتی اغراض کے لیے کافی تھا اور یہی ان کا مبلغ علم تھا اور پھر بصارت سے معذور انھوں نے کتاب کو چھپوایا نہیں غارت کیا۔ کتاب وہ جس سے لڑکوں کو تعلیم دینا قواعد کا سکھانا مقصود تھا جس میں رفع اغلاط اور صحت کا کافی انتظام ہونا چاہیے تھا مگر اب کاپیاں دیکھتا ہوں تو سینکڑوں غلطیوں سے بھری پڑی ہیں طرز کتابت غلط، املا غلط، انشا غلط۔ جہاں کہیں عربی آگئی بس فقرہ اڑا گیا۔ نذیر حسین کا کام کاپیوں کی تصحیح

نہ تھا اور نہ یہ کام اُن کے بس کا تھا نہ اُن کو اس دردِ سری سے غرض تھی۔ کسی مصحح کی کمی تھی اُن کی بلا اُن کو کتاب
بھیجنے کو درکار تھی غلطیوں کی تصحیح سے اُن کو کیا سروکار تھا۔ کتاب اُنھوں نے چھپوا اپنے ٹکے سیدھے کیئے۔ جو
پڑھے گا وہ غلطیوں کو آپ سدھٹ لے گا۔ غرض مجھ کو علم نہ تھا کہ اس کتاب کو اس بے پروائی سے چھاپا گیا ہے اور اس
میں ایسی فاحش غلطیاں اور بھونڈی فروگزاشتیں ہیں کہ جن غلطیوں سے مصنف منع کرتا ہے وہی اس میں جا بجا موجود
اور تو اور صفحے کے صفحے اُلٹ پلٹ ہو گئے ہیں اور ایک ہی اور بیشتر مضمون پر غیر متعلق صفحہ کہیں کا کہیں چھپا ہوا ہے۔ کاتب بچارے
نقّال بلا عقل حساب لگانا تو جانتا ہے کہ جزو لکھے اور کیا اور بات سیدھی ہوئی۔ تیرہ چودہ کو صحت سے کیا بحث
وہ دیکھتے تھے کہ مولوی نذیر احمد کا نام بکتا ہے نہ کتاب۔ لینے والا آنکھ بند کر کے لے گا۔ گویا جب پڑھے
گا غلطیوں کا خمیازہ خود بھرے گا غلطیوں سے کتاب کی قیمت میں ایک پائی کا فرق نہیں آتا۔ جب یہ کتاب
تعلیمی کورس کی ہو تو اس میں غلطیاں رہنا ایسا ہے جیسے مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعات میں قید کی جگہ پھانسی اور
پھانسی کے عوض سزائے قید لکھ دینا۔ غرض میں یہ تو اس وقت بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ چوتھا ایڈیشن بالکل غلط
سے پاک صاف ہے مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ تیسرے ایڈیشن سے بیشتر فی صدی غلطیاں تو اس میں ضرور کم ہیں اور میں
اسے بھی غنیمت سمجھتا ہوں۔ غرض تیرہ چودہ کی چھپوائی ہوئی موعظۂ حسنہ اور اس میں وہی فرق ہے جو ایک کرایہ کے
لدو ٹٹو اور تازی اسپ راہوار میں ہوتا ہے۔ خیر اس طول طویل بحث میں میرا اصلی مطلب رہا جاتا ہے وہ بھی ذرا سن
لیجیے مجھے اپنے باپ کی ساری کتابوں میں یہ کتاب سب سے زیادہ عزیز ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے دیکھنے
سے میرا سارا بچپنا میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ میں اپنے باپ کی اُس بے قدری کا احساس بے قرار
واقعی طور پر کرتا ہوں جو اُنھیں میری تعلیم کے بارے میں تھی اُن کا بس نہ چلتا تھا کہ علم کو گھول کر وہ میرے حلق میں اُتار
دیتے۔ چونکہ میں اُن کا اکلوتا بیٹا تھا وہ میری آیندہ کی بہبودی کے لیئے واجبی طور پر مضطرب تھے وہ چاہتے تھے
کہ میری آیندہ کی زندگی کی طرف سے اُن کو کسی نہ کسی طرح کچھ تھوڑا بہت اطمینان ہو جائے۔ جہاں وہ ہر اعتبار سے خوش
نصیب تھے الحمد للہ اُن کی یہ خواہش بھی بہ احسن الوجوہ پوری ہوئی کہ وہ مجھے پھلا پھولا دیکھ گئے۔ گو میں یہ انہیں کہلانے
کا مستحق نہیں ہوں مگر اس زمانے میں یہ بھی بہت غنیمت سمجھتا ہوں اور اپنے پروردگار کے افضال کا شکرگزار ہوں
کہ ہزاروں سے بہتر ہوں اور اگرچہ میں اپنے باپ کا نام کو بڑھا نہ سکا ہوں تو میں نے اُن کی شہرت کو گھٹنے بھی نہیں
دیا نہ اُن کا نام کو بٹہ لگایا وَکَفیٰ بِہٖ فَخْراً۔

معزز ناظرین! وہ شخص جو کبھی **میاں بشیر** یا خالی **بشیر** کے مختصر مگر پیارے نام

پکارا جاتا تھا نہ صرف بچپنے کی۔ دغل و غش منزل طے کر چکا بلکہ جوانی دیوانی کی کٹھن منزل سے بھی اللہ تعالیٰ نے اُسے پار
لگا دیا اور اب کئی کئی برسوں سے بڑھاپے کی گھاٹی میں مراحل زندگی طے کر رہا ہے اور بھاگم بھاگ ارذل العمر کی آخری منزل
میں بھٹپا ہوا چلا جا رہا ہے یا یوں کہیے کہ زمانہ کشاں کشاں لیے چلا جا رہا ہے۔ خدا جانے کب یہ منزل طے ہو کر یہ خاکسار منزلِ
مقصود پر پہنچ جائے۔ دعا کیجئے کہ خدا عاقبت بخیر کرے۔

جہازِ عمرِ رواں پر سوار بیٹھے ہیں　　سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں

بہر حال نہ میاں بشیر کہنے والے رہے نہ اب بشیر وہ بشیر ہی رہا کہ جس کی پیاری پیاری باتوں پر پیٹ میں بل پڑ پڑ
جاتے تھے۔ اب بشیر تو ہے مگر بالکل ایک دوسرا بشیر ہے۔ مذاق اب بھی اُس کی باتوں پر اُڑایا جاتا ہے پہلا مذاق بچپنے کی
باتوں پر تھا جب اُس کے منہ سے دودھ کی بو آتی تھی اب کا مذاق بڑھاپے کے سٹھیا جانے پر ہے۔ ہنسنے والے جب بھی
ہنستے تھے اور اب بھی ہنستے ہیں مگر پہلے اور اب کی ہنسی میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ اور اب معلوم ہوا کہ کسی نے سچ کہا ہے کہ بالا اور بوڑھا
برابر۔ اب وہ بشیر بشیر ہی نہ رہا نہ اُس کی بیہودی کے لیے کوئی بے قرار ہے نہ وہ محبت بھری نظر اور پیار ہی۔ اب وہ میاں
بشیر جن کی باتوں پر باچھیں کھلی جاتی تھیں خود بڑے بوڑھوں میں اُن کا شمار ہے۔ کچھ تو عمر بھی ایسی ہی آگئی اور کچھ قبل
از وقت ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے سے ہم ہی سب میں بڑے بن گئے۔ کَبَّرَنِی مَوْتُ الْکُبَرَاءِ۔
یہ کتاب نو عمر لڑکوں کے لیے حصول علم۔ تہذیب اخلاق حسنہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ وہ میٹھے مراسلت کے ذریعے جس
طرح کا نشیب و فراز سمجھانا بہترین اسلوب سے ممکن ہو وہ اس میں ہے جو صاحب اپنی اولاد کے دلوں میں تحصیل علم کا شوق اور
مذاق صحیح پیدا کرنا چاہتے ہیں اُن کو چاہیے کہ یہ کتاب سمجھدار لڑکوں کے ہاتھ میں دیں کہ وہ خود پڑھیں سبقاً سبقاً پڑھانے
سے وہ فائدہ مترتب نہ ہوگا جو اس کتاب کا مقصود اصلی ہے یہ کتاب ایسی استعداد کے لڑکے کو دینی چاہیے جو اردو
لکھنے پڑھنے پر اچھی طرح قادر ہو وہ اس کو ایک دفعہ نہیں بار بار مختلف اوقات فرصت
میں پڑھے۔ سبق کی طرح نہیں کہ بار خاطر ہو بلکہ محض شوق سے تفریحاً کہ طبیعت پر بوجھ
نہ ہو اور مطالب بخوبی ذہن نشین ہو جائیں اور اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرے
اتنا میں بالوثوق کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ضرور ہے کہ مبتدیوں کو جو
پڑھنے لکھنے کی طرف سے بے شوقی اور عدم توجہی ہوتی ہے۔ اور جی چراتے ہیں وہ ضرور حصول
علم کی طرف جھک جائیں گے۔ جنرل نالج (واقفیت عامہ) بڑھنے کے سوا اُن کی اخلاقی
حالت کی درستی ہوگی سو الگ۔ ممکن تھا میں اس کتاب میں اپنے والد کے اور کچھ خطوط جو میرے

پاس ہیں اضافہ کر دیتا مگر اول تو وہ وہ نہ تھے جن میں میں مخاطب صحیح تھا دوسرے یہ کہ وہ بلحاظ مضامین بھی تعلیم و تعلم کے دائرے سے باہر تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے خطوں سے بچوں کو دلچسپی نہیں ہو سکتی اس وجہ سے میں نے نفس کتاب میں سوائے اس کے کہ چند نوٹ توضیح مطلب کے لئے بڑھا دیے ہیں اور کچھ اضافہ نہیں کیا۔ والسلام

دہلی۔ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ
مئی ۱۹۱۹ء

خاکسار
(میاں) بشیر

اعلان

بموجب کاپی رائیٹ ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء جملہ حقوق بحق بشیر الدین احمد محفوظ ہیں

(مولوی نذیر احمد صاحب بالقابہ کی تصانیف)

قرآن شریف مترجم کلاں ۲۲×۲۹ دو صفحہ مع فرہنگ الفاظ اردو خوشخط	کاغذ ولایتی	کاغذ جاپانی	جلد	محصول ڈاک
قرآن شریف مترجم متوسط ،، چو صفحہ ...... ،، ،،				۹
قرآن شریف مترجم ایک صفحے پر متن دوسرے پر ترجمہ				۱۳
حمائل شریف مترجم - ترجمہ بین السطور مع فرہنگ الفاظ اردو ۱۶×۲۲				۶

ادعیۃ القرآن قرآن شریف کی تمام دعائیں ۹ محصول ۲ ردّہ سورہ ۸ محصول ۲ الحقوق والفرائض ۔ ہر سہ حصص جس میں اسلام کے تمام مسائل ہیں ۔ للعہ محصول ۹ اجتہاد جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں اسلام ہی سچا مذہب ہے عہ محصول ۳ حیات النذیر مولوی نذیر احمد کی سوانح عمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط کے ۔ محصول ۸ نظم بے نظیر مولوی نذیر احمد کی کل نظموں کا مجموعہ عہ محصول ۴ مراۃ العروس ۸ محصول ۳ بنات النعش ۸ محصول ۳ توبۃ النصوح ۸ محصول ۳ محصنات ۱۳ محصول ۲ رویائے صادقہ عہ محصول ابن الوقت عہ محصول ۳ ایامیٰ ۱۱ محصول ۳ منتخب الحکایات ۲ محصول ۲ چند پند ۲ محصول صرف صغیر محصول ۲ ارتسا خسیر محصول ۲ رسم الخط محصول ۲ ربائیفیک فی الصرف عربی گریمر ۱۲ محصول ۲ مبادی الحکمت علم منطق کا اردو رسالہ محصول ۲ مجموعہ لکچر دو جلد جس میں (۳۴) لکچر ہیں محصول ۹ مطالب القرآن تفسیر کا پہلا حصہ ۱۲ محصول ۳

خاکسار کی تصانیف

واقعات مملکت بیجاپور تین حصص (۲۱) فوٹو ۔ دکن کی تاریخ جس پر ہزار روپیہ انعام ملا ہے مجلد للعہ محصول ۱۳ اقبال دلہن ۸ محصول ۳ حسن معاشرت ۸ محصول ۲ اصلاح معیشت منظورہ ٹکسٹ بک کمیٹیاں پنجاب و ممالک متحدہ ۸ کتب لڑکیوں اور مستورات کے لیے ۔ اصلاح معیشت پر سرکار سے تین سو روپیہ انعام ملا ہے ۸ محصول حرز طفلاں لڑکوں کے لیے ۳ محصول ۲ نشاط عمر نوجوانوں کے لیے عہ محصول ۲ عصائے پیری ادھیڑ عمر کے لوگوں کے لیے ۱۲ محصول ۲ تحبیب ودود بامیں لڑکیوں کے لیے ۔ چاروں کتابیں بیش بہا نصائح اور اخلاقی تعلیم کی ہیں ۱۱ محصول ۲ عزم بالجزم استقامت ارادے پر چھوٹا سا رسالہ ۔ ۴ محصول ۲

ملنے کا پتہ بشیر الدین احمد تعلقدار بشیر منزل کھاری باؤلی دہلی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱- [illegible]

۲- [illegible]

۳- [illegible]

۴- [illegible]

۵- [illegible]

۶- [illegible]

فقط